[Mir Taqi

Kulliyāt [the collected works of Mir Taqi]

[Lucknow, 1874]

کلیّات میر تقی

اس مجموعہ مین ساتون دیوان اور مثنویات شعلۂ شوق و دریای عشق
و صیدنامہ و بیان کدخدائی نواب آصف الدولہ و مثنوی در بیان مرغبازان
و ہولی و ساقی نامہ و مثنوی معاملات عشق و اژدرنامہ و مثنوی تنبیہ الجہال و مثنوی
در ہجو نااہل و مثنوی ہجو عاقل و مثنوی در ہجو خانۂ خود بسبب شدت بارش و مثنوی
در تعریف سگ و گربہ بخانۂ فقیر و مثنوی در مذمت یاران و مثنوی در ہجو اکول و مرثیہ خروس
و مثنوی جوش عشق و مثنوی اعجاز عشق و مثنوی خواب و خیال وغیرہ درج ہین

بار دوم

ماہ مارچ ۱۸۷۴ عیسوی

مطبع نامی منشی نولکشور مین بمقام لکھنؤ طبع ہوا
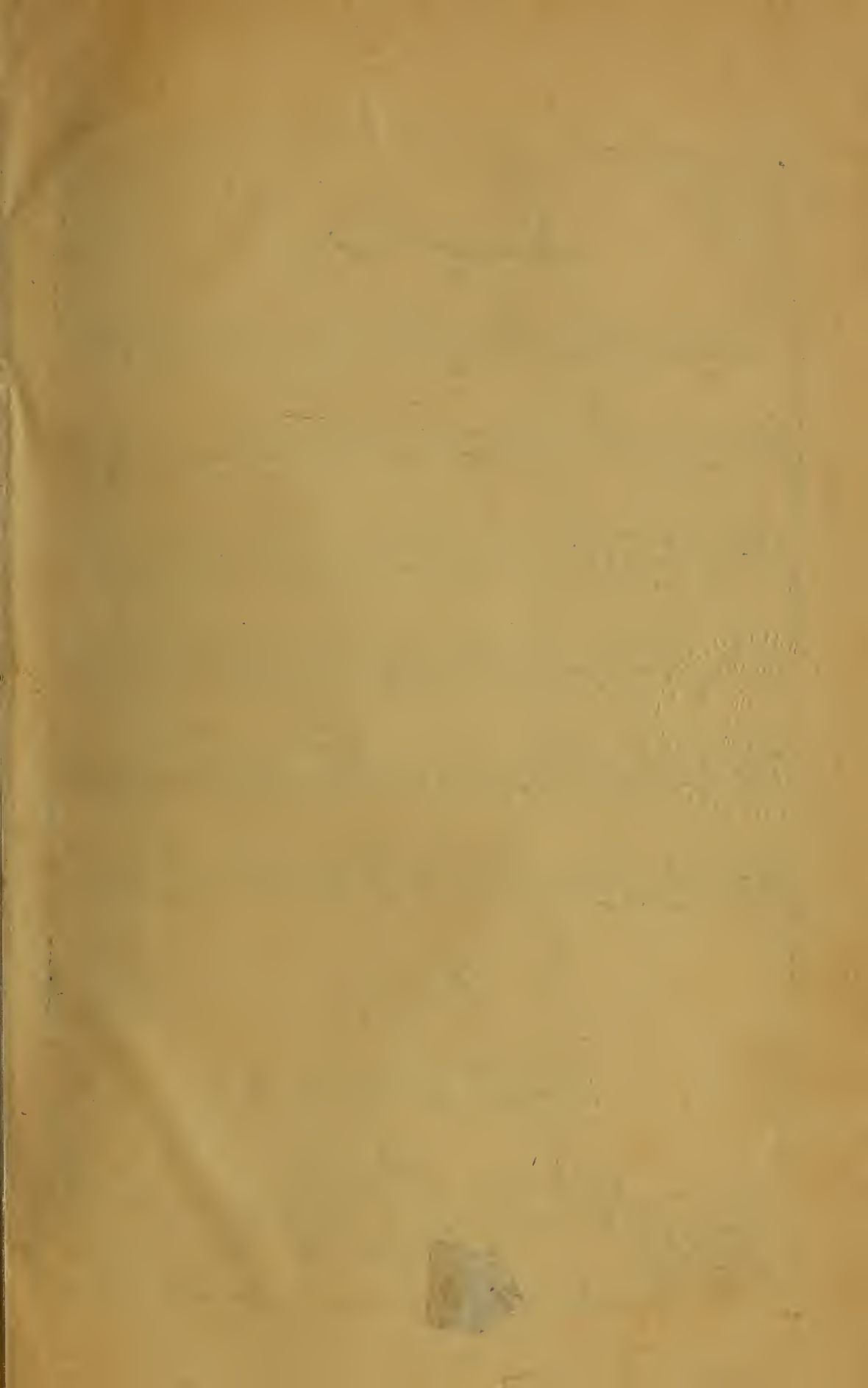
بعون صناع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان
ساتواں دیوان فصاحت نشان بلاغت عنوان مشعر مضامین و محاورات بی نظیر اعنی
کلیات تقی
من کلام بلبل داستان سرای گلشن قدس ملک الشعرا میر تقی صاحب میر رشک صبا غیرت ظہیر
مطبع نامی منشی نولکشور میں بطبع مزین ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصائد در منقبت وغیرہ

جب سے خورشید ہوا ہی چمن افروز حمل ۔ رنگ گل جھمکی ہی ہر پات ہری کی اوجھل

وقت وہ ہی کہ زبس شوق سی کر چشم بلبل ۔ خوبی دلکش گل دیکھنی کو ہوا احول

جوش گل یہ ہی جہا تنگ کری ہی کام نظر ۔ لالہ و نرگس و گل سی ہین بھری دشت و جبل

لطف روئیدگی مت پوچھ کہ ہین شیشہ میں ہوں ۔ سبزہ غلطان ہی لب جو پہ کہ خاب مخمل

چشم رکھتا ہی تو چل فیض ہوا کو ٹک دیکھ ۔ نرگس اوگتی ہی جہان بوئی تھی دہقان نی بصل

سیر کر تازگی و خرمی و شادابی ۔ خشک بھی شاخ نی آب سبز نکالی کونپل

خون خمیازہ کش عاشقی و غنچۂ گل ۔ دونون نکلی ہین تہ خاک سی آب دست بغل

وقت ہی اپنی نصیری کی مدد کا یا شاہ | روز شب بیتی ہی اس موذی سی ہی جنگ و جدل

مطلع ثالث

ایکہ اک تو ہی ہوا عالم اسرار ازل | ایکہ سو جان سی عاشق ہی ترا حسن عمل

تیری وہ ذات مقدس ہی کہ لتیی ہوی نام | منہ سی ناخواستہ بھی صلّ علیٰ جای نکل

تیری درگاہ مین جبریل کی پرکیون نہ جلین | یہین ہی نور جلالی خدا عزّ و جل

دور از بسکہ کہنچا عرش سی رتبہ تیرا | حرف تیرا ہی تری شیعونکی وحی منزل

مرحبا شاہی تری صل علی جاہ تیسلے | کہ ہوا تخت ترا دوش نبی مرسل

فرش ہوتا ہی زائر کا سعادت تہی و | کیا کری جا درِ مہتاب کہ تہی مستعل

وہ نخستین خرد اہی عالم اسرار الہ | ہاتہ جسکو گیہُ دہر کی کامل اکمل

آخراب آکی ترے درس مین یہ نکتہ کہلا | ناقصِ محض چلا جاتی تہا عقلِ اول

جی مین گذری ہی تو نکلی ہی ترے درس کی حج | معنی تازہ سی بدلا ہوا لفظ مہمل

نہ عبد عجب آوی تری طبع اقدس | کیا عجب شعلۂ آواز سی جل جائے زحل

نغمۂ ظالم نہین بچتا عدالت مین تری | باز نکلی ہوی چڑیا کی تئین دیتی ہی اگل

حالت نزع مین گر نام زبان پر ہو ترا | یک رمق جان حیات ابدی سی ہو بدل

بسکہ غالب ہی ترا سعد ستارا ہی عجب | پہونچی گر حشر تلک نوبت شاہی زحل

مطلع رابع

۳

قصیدہ در مدح حضرت مرتضی علی علیہ الصلوٰۃ والسلام

ای شب کیا تھا یار تری زلف کا خیال

اینک ہی دشمنی مین مری میر ابال بال

مین مرگیا فراق مین پر اب بہم کیا [illegible]

جسم لاغر ہی [illegible]

جنبش ہوئی مژہ کو ادہر گر گئی سنان

ابرو ہلا تری کہ ادہر کٹ گیا ہلال

آتا ہی یاد قیس بہت اب کہ ہون بہ تنگ

کرکی سرگوشی جسی چہتی ہین بہاگی ہوئی
یہ ہی یا خالی ہی میدان مگر اسکی تیغ
کیا بیان کیجی اب لشکر اعدا کی معاشر
چہوڑتی ہی زخم سی ہر ایک کی فوارۂ خون
سرخ تر چشم شجاعان نظر آتی ہی

آتی ہی غیب سی آواز ہوا وہ فیصل
اژدہا تہو کہ گئی خلق کو یکدم مین نگل
مخرج خون ہی وہان زخم کا ہیگا مدخل
ہر طرف دشت مین جاری ہی لہو کی جدول
خون سی مسلخ قصاب کی خاک مقتل

قطعہ

گیا لکھون اسپ سبکسیر کی اوسکی تعریف
جب عنان اسکی او چک لیتا ہی راکب اوسکا
اس فلک سیر کا میدان مقرر ہیگا
آگیا اس مین نظر جاتا کسو شخص کو تو
قابو پانی کی لیوا اسکی سوار اوسپہ سدا
راکب وسکا کرہی سنگی تبسم یہ بات
جان یہ ہی تری گہوڑی مین کہ تا روز جزا
اک مصور نی اوسی دیکہہ کی دوڑایا خیال
سرو سینہ کو کمر تک تو بنایا رکہہ ہاتھ

ادہم خامہ بہی لکہتی ہوی جاتا ہی او چل
جلدی پویہ مین دکہلاوی ہی کیا کیا چہل بل
تنگ ہو پو کی لیوی اثنای ابد او ازل
مارتی پل گر گیا اوسکو چہلاوا سا چہل
کہتی ہین مدعی اس اسپ کی تئین پائی جہل
یعنی ان کی پو نکی کچہہ ہی دماغو مین خلل
گرد کو اسکی نہ پہنچی گی کبہو اسکی اجل
دیکہون اس باو کی مجسی بہی سکی شکل نکل
اوڑ گیا صفحۂ کاغذ پہ سی چہوڑتی ہی کفل

قصیدہ در مدح حضرت امام نقی علیہ الصلوٰۃ والسلام

زخم اسکی ہاتھہ کا جو لگی یہ نخو کبھی
مٹ جاے کائنات مگر تب ہو اندمال

قطعہ

تر ہوگئی ہے بسکہ لہو مین گل زمین
گر خشک ہووے خاک کہین بعد ماہ و سال

ہو پھر گذار باد صبا سے یہ وان کا رنگ
اوڑتا ہے جیسے ہولی کے ایام مین گلال

میلان طبع مطلع ثالث کی اور ہے
تاخیر ہے قصیدۂ غرا کا ہو تا ل

مطلع ثالث

لائق تری صفت کے صفت میری ہے محال
آشفتہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال

قطعہ

تو وہ در مدینۂ علم علیم ہے
جس شخص کو نہ آوے الف بی تے دال ذال

آوے تری جناب مقدس مین ایکدم
کرتے ہین وان تو وقف سبھی طرز کی مقال

عالم ہو اسقدر کہ بیان کیا کرے کوئی
پھر بحث اوس سے عقل فلاطون پہ ہے زوال

لیتے ہین تیرے گھر سے گدا پوست تخت فقر
پاتے ہین تیرے در سے شہا مکنت و جلال

جب تک جیون مین دل مین مرے آرزو ہے یہ
ہون سر سے تیرے زائر درگہہ کا پایمال

پھر بعد مرگ حوض پہ کوثر کے یا علی
جا گہہ مری ہو حشر کو تیری صف نعال

جب ہون مین گرم راہ تری سائی مین شہا
ہو جاے سرد آتش دوزخ کی اشتعال

چشم طمع کو سی لی ہما تو کہ جیتی جی
سر مہ ہوی ہین بسکہ الم سی مری عظام

ای طبع اتنی ہرزہ درائی جرس کی طرز
اس گفتگو کا فائدہ کہہ حاصل کلام

یعنی امیر شاہ نجف کی صفت پر آ
وہ شاہ جسپہ ساری کمالات ہین تمام

وہ شاہ ہی کہ بعد نبی کی وہی ہی پہر
وہ شاہ ہی کہ حق ہی وہی اولین امام

گر چاہی دل گرفت جہان مین نہو کوئی
کر دی یہ تنگ غنچۂ پیکان کو ابتسام

ورنہ شگفتگی یہ بلائی عظیم ہی
چہوڑی نہ زخم سینۂ عاشق تک التیام

مطلع ثانی

شاہا تری گدا کا ہی مشہور احتشام
شاہان سرفراز سب اسکی ہین بی نام

قطعہ

ہو اسپ پر سوار کری عزم جنگ اگر
میدان کارزار مین اوڑی ترا غلام

جولان کری جدہر کو ہر او سطرف خاک
اوڑ جای خاک اودہر کی جدہر کو پہیری لگام

پامال اسقدر ہون کہ معلوم بہی نہون
افراسیاب کون ہی رستم ہی یان کدام

قطعہ

شمشیر اسکی خرمن اعدا کی ہی جو برق
آوی گر اسکی ہاتہہ مین یک لحظہ بی نیام

ہل جای اور تک صف اعدا کی اور کو
سر مین پہیر تو مد نظر تک بدن تمام

مطلع ثالث

قطعہ

یعنی کہ دیکھون حضرت دہلی کی جا نواح	معلوم ہی سوا کہ تری حاصل کلام
ہرگز نہو حلال عدو پر تری خوشی	ہو وی تمام تیرے محبون پہ غم حرام

قصیدہ در مدح امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

فلک کی جور و جفا نے کیا ہی مجکو شکار	ہزار گوس پہ ہی جا ہی اک تپیدن زار
خراب کوہ و بیابان بیکسی ہون مین	برنگ صورت جرس ہر طرف ہی میرا گذار
بغیر خوردن خون کب بخار ٹوٹی ہی	سوا گریۂ پیہم اب کہان ہی آب خمار
نگین ہی داغ سو کیون ہیکی میری سینہ پہ	نمک نہین نظر آتا بجز رخ دلدار
سو وہ بھی دیکھنا ملتا نہین ہی گھر بیٹھی	مگر ہون ہند مین رسوای کوچہ و بازار
سوای نالۂ جان سوز کون ہی دلسوز	بغیر آہ سحرگاہ کون ہے غمخوار
جنون مین جیب سے خوش آ یا لباس عریانی	نہین ہی دامن صحرا مین تب سے مجکو قرار
ہمیشہ ساتھ ہی دامن سوار لڑکون کی	مگر کہ خاک فاسے تبا ہی میرا غبار
عجب ہی مجکو جو تو دیکھنے نہین آتا	رہا ہون یکہ تری انکھڑیون کا مین بیمار
ہوا ہون جور فلک سے خبیث ہی زیر و نزار	بہو نچیو یا غاعف الصدق حیدر کرار
شہا غلام کو تیری یہ زور بازو سے	کہ وقت جنگ جو لیکر کمان کو ہووے سوار

بسردمہری شیرین بکینۂ خسرو — بگرم جوشی فرہاد و سختی کہسار

بعشق دیر بطوف حرم بسعی تمام — بلوح مشہد عاشق بسوز شمع مزار

بآب ورنگ گلستان بہ بیکسی اسیر — کہ اسکو کنج قفس ہی رہی ہے باد بہار

بساغر مے گلگون بہ توبۂ سنگین — بدلنوازی ساقی بابر دریا بار

بدستگیری چاک و بہ بیقراری جیب — بسینہ کاوی دشنہ بزخم دامن دار

بحیرت رخ جانان بچشم واماندہ — بسعی باطل ناخن بعقدۂ دل کار

بہ قلقل و بہ سبو و بلغزش بردم — بہ ہستی مئی ناب و بخاطر ہشیار

بہ پوچ گوئی بیتابی و بہ بیخوابی — بکم زبانی صبر و بدیدۂ بیدار

بدیر و برہمن و کفر و با صنم گوئی — بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتۂ زنار

بسیل خانہ خراب و بوادی مجنون — بجگر کہ جگر غزالان بدیدۂ خونبار

بخوشہ خوشہ سرشک بدار بست مژہ — بقطرہ قطرہ شراب و بجام دست یار

بضعف جسم نزار و بطاقت سرکش — بجان عاشق مسکین کہ یار پر ہی نثار

بخاک عاشق بیکس خان و مان کہ باد صبا — نہین دکھاتی اسے بعد مرگ کوچۂ یار

باضطراب چراغ و بدستمنی نسیم — بخاطر دل آخر کہ اوس سے ہی بیزار

بدور گردی رنگ قبول و یاس دعا — باعتراز اجابت بحلقۂ اذکار

کری آہ کیا برچھیان مارتی ہے
دل شب سی ہر دم صدا الامان ہے
جگر پر جو ہین داغ ہجران پریشان
یہ گویا خزان دیدہ اک گلستان ہے
رخ زرد پر اشک ہیچ ہم آ گرے ہین
ادھر بھی اک ابر بہاری کا سمان ہے
خط و زلف و کاکل مین دل جا کر اوبھا
نہ سمجھا یہ نادان کہ ہندوستان ہے

تو مر جائیگا یون تو رکتی ہی رستے	کہ اندوہ و غم آفت ناگہان ہے
غزل لطف کر میر صاحب کی کوئی	کہ اونکی زبان بیچ سحر بیان ہے
کہا مین نے مطلع غزل کا یہ سنکر	کہ ہر طرف سے جسکی بو ہو روان ہے

مطلع ثانی

ترے ہاتھ جبتک کہ تیر و کمان ہے	شکار زبون کی بھی خاطر نشان ہے
کہے تو کہ شکل مثالی ہون انکے	مرا جسم اس لطف سے ناتوان ہے
ترے اور ای سادہ رو بعد میرے	مرا نامہ نوشتہ ہر استخوان ہے
نہ پوچھ اس طلسمات عالم کی صنعت	کہ اس آشکارا مین کیا کیا نہان ہے
خوشا مرگ بلبل کہ سائے مین گل کے	کہین ہشت ہے یہ کہین آشیان ہے
لگی ہے نہ اب عطر دان اسکے منہ کو	نہ اس بوئے خوش ساتھ گل کا دہان ہے
غرور خرابات چل شیخ دیکھین	جو تر سا بچہ ہے سو پیر مغان ہے
نکہ خانوادے تھے یان کیسے کیسے	خرابا ہی ہے جب تلک یہ جہان ہے
دم امتحان میر ہم کیا کرینگے	ہماری گرہ مین تو اک نیم جان ہے
چلی ہے طبع مشتاق وصف بتان پہ	کہ غم انکا دل مین مرے یکجہان ہے
یہی شغل ہین خوب پیش فقیران	کہ ذکر خدا ہے کہ وصف بتان ہے

[illegible] حصول کرا ... ان سکا
[illegible] فغان ... ودکلان ... بیان ہی
[illegible] ... طفل دوران ... کتان
[illegible] ... کاروان ... لکھا
[illegible] ... مطلع ... ابیان ہی

مطلع رابع

تری زور بازو کی طاقت عیان ہے
[illegible] شمشیر زبان ہے
کہ زنجیر کی قوت سی اس چمن مین
[illegible] سکہ ہی اس ... وکمان ہے
[illegible] غنچہ ...

بہت ہرزہ خوان ہیگا ای میر توبہی	وظیفہ ترا کیا یہہ ذکر بتان ہے
جو مرکوز خاطر ہی او سپر ہی آجا	فراغت کا عرصہ یہی یک زمان ہے
سن ای ہمنشین شخص غائب کی خاطر	یہ مطلع کہ مطلب سی جو توامان ہے

مطلع ثالث

قلم چل ابھی چلتی تیری زبان ہے	کہ بھر بات کہنی کی فرصت کہان ہے
ولیکن تجاوز نہو وی ادب سے	کہ ممدوح اب شاہ ہندوستان ہے
دماغ اب نہین ہی جو تمہید کرے	کہ کل رات ہی اور یہہ داستان ہے
بھٹی تیری کیجی یہہ دل چاہتا ہے	تری شکر نعمت مین قاصر زبان ہے
ترا عہد یکسر خوشی ہی جو ہی سبھی	گنہگار سا ایک غم جھوٹ شان ہے
تری یان ہی سب راستی و درستی	مگر ماصدق سچ کا یہ خاندان ہے
زیارت کیی صدق آتا ہی جسکی	ترا جبہہ سا آستان آستان ہے
لکھی کیا شہا کوئی ہمت کو تیری	جہان صبح اس خوان پر یہہ میہمان ہے
زیادہ ہو یہہ وسعت رزق تیری	کہ مشرق سی تا غرب دستار خوان ہے
کری ہمسری کیا وہ خورشید اوسے	فلک پاس کیا ہی یہی ایک نان ہے
تری ہاتھہ کی ریزش جود آگے	خجالت سی یہہ ابر قطرہ زنان ہے

قطعہ

ترا ہاتھ جا پڑا ... رستم اوپر
جہان مین وہ مشہور کیا پہلوان ہے
او تھا نہین او سکو سن کوئی گردن
وہ اس عرصہ مین ایک سنگ گران ہے
تو یون پھینک دی جیسی سنگ فلاخن
جہان جا کی گڑ جای سنگ نشان ہے
کہ جو کوئی اوس راہ نکلا سو دیکھا
فسانہ اوس شہر کا ارمغان ہے
ثنا کی تری عرصے مین کرتی جولان
کمیت قلم ہاتھ کی زیر ران ہے
اوچک کر جہان پاکی کیا فرزی بن ...
[illegible] نام خدا ... خوش عنان ہے
[illegible] لبلب ... کیا کیا ... روان ہے
پھر اس فرجی پر ... جولانگہ اوسکی
ازل سی ابد تک ... قدم اوسکا ...
قدم ایک یان ایک ... اسکا ... ہر ... جان ہے
جو اس بن سوار اور ... ہی آج یان ہے
ازل کی مین ... ابھی ... فلک ...
[illegible] ... کہان کا کہان ہے

جو میدان مین جنگ کی ہو یہ اشہب — تو گھوڑا نہ کہیو کہ بیل دمان ہے

لگے گر کہین ٹاپ طبق زمین پر — فلک صدمے سے آنسو لامکان ہے

دعا پر کرون ختم اب یہ قصیدہ — کہانتک کہون تو چنین ہے چنان ہے

رہے وقت ایساہی روز جزا تک — کہ جو دوست تیرا ہے تو شادمان ہے

تری عمر ہو میری طول امل سے — کرم کا سا سر رشتہ اک تیری یان ہے

قصیدہ در مدح آصف الدولہ بہادر

رات کو مطلق نہ تھی یان جی کو تاب — آشنا ہوتا نہ تھا آنکھو نسے خواب

لوٹتا تھا سوز غم سے آگ مین — دل جگر سکتے تھے دونون جون کباب

ہر زمان تھی ساتھ اپنی گفتگو — کیا کرون شعر اور مین دونون خراب

تھام کر شیوا جنون کا اوٹھ کر — بیٹھے بیٹھے کھینچے کب تک عذاب

جائے گر سکے در اور پہ کون سے — ملیے کس سے کون ملنے کا ہے باب

لے جوانی سے بھیرے پیری تلک — امتحان مین آگئے سب شیخ و شاب

ناگہان مجھ سے لگا کہنے سروش — رہگذر سے لطف کی کر کر خطاب

ہے کریم اب بھی وزیر ابن وزیر — آصف الدولہ فلک قدر و جناب

آسمان زینہ ہے جس کا آستان — ناز کر طالع پہ جو ہو باریاب

۱۲

گرد اس لشکر کی گر ہو وے بلند — پھر زمین و آسمان مین ہے حجاب
جاوے دشمن جون سگ پا سوختہ — وقت گرگ و میش کی منہ پر نقاب
داوری و منصفی سے دلبران — چھوڑ دین عشاق پر کرنا عتاب
رفع بدعت چاہے تو پھر کیا مجال — اٹھہ سکے جو نغمۂ چنگ و رباب
منع مے ہووے تو پھر قدرت ہے کیا — جو گلی سے شیشے کی اوترے شراب
بحر کیا ہے جو کرے تہ سے سوال — کوہ یزدی حلم کا کیا دے جواب
خوبیان ہین خوبیان سر تا قدم — تب کیا صانع نے تجکو انتخاب
لطف طبع صاحب مجلس کہون — یا لکہون پاکیزہ اس صحبت کا داب
نکلی مستعمل نہایت ورنہ شب — چاندنی کی جاے بچھتی ماہتاب
گر نہو ممدوح علم ظاہری — پر نہین ہوتی ہے بیہہ راے صواب
جو لکھے تو چاہیے وہ لکھہ رکھین — حرف ہر یک تیری منہ کا ہے کتاب
گر دعا پر میر اب ختم سخن — تو لکھے جو کچھہ کرے حق مستجاب
زیر دست اسکی رہین گردن کشان — تا قیامت وہ رہے مالک رقاب
دوست اسکی جوش زن جیسے محیط — خاک بر سر مدعی جیسے سراب

قصائد تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تھا مستعار حسن سے اوسکی جو نور تھا
خورشید مین بھی اوس ہی کا ذرہ ظہور تھا

ہنگامہ گرم کن جو دلِ ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالی سے شور نشور تھا

پونہچا جو آپ کو تو مین پونہچا خدا تئین
معلوم اب ہوا کہ بہت مین بھی دور تھا

آتش بلند دلکی نہ تھی ورنہ ای کلیم
یک شعلہ برق خرمنِ صد کوہ طور تھا

مجلس مین رات ایک ترے پرتوے بغیر
کیا شمع کیا پتنگ ہر اک بیحضور تھا

منعم کی پاس قاقم و سنجاب تھا تو کیا
اوس رند کی بھی رات گذر گئی جو عور تھا

ہم خاکمین ملی تو ملی لیکن ای سپہر
اوس شوخکو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

کس رات نظر کی ہے سوی چشمک انجم
آنکھونکے تلے اپنے تو وہ ماہ جبین تھا

آیا تو سہی وہ کوئی دم کو پہ لیکن
ہونٹھون پہ مرے جب نفس باز پسین تھا

اب کوفت سی ہجرانکی جہان تن پہ رکھا ہاتھ
جو درد و الم تھا سو کہی تو کہ وہین تھا

جانا نہین کچھ جز غزل آکر کی جہان مین
کل میرے تصرف مین یہی قطعہ زمین تھا

قطعہ

اسکا منہ دیکھ رہا ہوں سو وہی دیکھوں ہوں — نقش کا سا ہی ستا میری بھی حیرانی کا

بت پرستی کو تو اسلام نہیں کہتے ہیں
معتقد کون ہے میر ایسی مسلمانی کا

جامۂ مستی عشق اپنا مگر کم گھیر تھا — دامن تر کا مرے دریا ہی کا سا پھیر تھا
دیر میں کعبے گیا میں خانقہ سے اب کی بار — راہ سے میخانے کی اوس راہ میں کچھ پھیر تھا

بلبلوں نے کیا گل افشان میر کا مرقد کیا
دور سے آیا نظر تو پھولوں کا اک ڈھیر تھا

اس عہد میں الہی محبت کو کیا ہوا — چھوڑا وفا کو اون نے مروت کو کیا ہوا
امیدوار وعدۂ دیدار مر چلے — آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا
کبتک تظلم آہ بھلا مرگ کے تئین — کچھ پیش آیا واقعہ رحمت کو کیا ہوا
اسکے گئے پر ایسے گئے دل سے ہمنشین — معلوم بھی ہوا نہ کہ طاقت کو کیا ہوا
بخشش نے مجکو ابر کرم کی کیا خجل — ای چشم جوش اشک ندامت کو کیا ہوا
جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف — ای کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

تھی صعب عاشقی کی بدایت ہی میر پر
کیا جانیے کہ حال نہایت کو کیا ہوا

ہم خاک کے آسودوں کو آرام نہ آیا
تا گور کے اوپر وہ گل اندام نہ آیا

بیہوش مئے عشق ہون کیا میرا بھروسا
آیا جو بخود صبح تو مین شام نہ آیا

کس دل سے ترا تیر نگہ پار نہ گذرا
کس جان کو یہ مرگ کا پیغام نہ آیا

دیکھا نہ اوسے دور سے بھی منتظرون نے
وہ رشک مہ عید لب بام نہ آیا

سو بار بیابان مین گیا محمل لیلی
مجنون کی طرف ناقہ کوئی گام نہ آیا

کام ہوئے ہین سارے ضائع ہر ساعت کی سماجت سے
استغنا کی چوگنی ان نے جون جون مین ابرام کیا

ایسے آہوئے رم خوردہ کی وحشت کھونی مشکل تھی
سحر کیا اعجاز کیا جن لوگون نے تجھ کو رام کیا

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو
قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا
جمال یار نے منہ اوسکا خوب لال کیا

فلک نے آہ تری رہ مین ہم کو پیدا کر
برنگ سبزۂ نورستہ پایمال کیا

رہی تھی دم کی کشاکش گلے مین کچھ باقی
سو اوسکی تیغ نے جھگڑا ہی انفصال کیا

مری اب آنکھین نہین کھلتین ضعف سے ہمدم
نہ کہہ کہ نیند مین ہے تو یہ کیا خیال کیا

بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو
چمن کو مین قدم نے ترے نہال کیا

جواب نامہ سیاہی کا اپنی ہے وہ زلف
کسو نے حشر کو ہم سے اگر سوال کیا

لگا نہ دل کو کہین کیا سنا نہین تو نے
جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

دیکھے گا جو تجھ رو کو سو حیران رہے گا
وابستہ ترے مو کا پریشان رہے گا

وعدہ تو کیا اوس سے دم صبح کا لیکن
اوس دم تئین مجھ مین اگر جان رہے گا

منعم نے بنا ظلم کی رکھ گھر تو بنایا
پر آپ کوئی رات ہی مہمان رہے گا

اس رنگ سے جھکے ہے پلک پر کہ کہو تو
ٹکڑا ہے ترا اشک عقیق جگری کا

کل سیر کیا ہم نے سمندر کو بھی جا کر
تھا دست نگر پنجۂ مژگان کی تری کا

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

ٹک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسا ہے چراغ سحری کا

منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا
حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

تھے برے مغبچوں کے تیور لیک
شیخ میخانے سے بھلا کھسکا

داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب
ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا

بحر کم ظرف ہے بسان حباب
کاسہ لیس اب ہوا ہے تو جس کا

فیض اے ابر چشم تر سے اٹھا
آج دامن وسیع ہے اس کا

تاب کس کو جو حال میر سنے
حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

وہ اک روش سے کھولے ہوئے بال ہو گیا
سنبل چمن کا مفت میں پامال ہو گیا

الجھاؤ پڑ گیا جو ہمیں اس کے عشق میں
دل سا عزیز جان کا جنجال ہو گیا

۱۷

تابلب ہوگی رہ عشق مین یو نہچو تو کہین
ہمرہ خضر کو یان کہتی ہین گمراہ سُنا

کوئی ان طورون سی گذری ہی ترے غم مین رے
آگاہ تو نے نہ سنا حال مرا گاہ سُنا

خواب غفلت مین ہین یان سب تو عبث جاگا میر
بے خبر دیکھا اونہین مین جنہین آگاہ سُنا

جب جنون سی ہمین توسل تھا
اپنی زنجیر پا ہی کا غل تھا

بستر اتھا چمن مین جون بلبل
نالہ سرمایۂ توکل تھا

یک نگہ کو وفا نہ کی گویا
موسم گل صفیر بلبل تھا

اون نی پہچان کر ہمین مارا
منہ نکرنا ادہر تجاہل تھا

شہر مین جو نظر پڑا اوسکا
کشتۂ ناز یا تغافل تھا

اتبو دلکو نہ تاب ہی نہ قرار
یاد ایام جب تحمل تھا

جا پھسا دام زلف مین آخر
دل نہایت ہی بی تامل تھا

یون گئی قد کی خم ہوی جیسی
عمر ایک رہرو سر پل تھا

خوب دریافت جو کیا ہمنے
وقت خوش میر نکہت گل تھا

آ گی جمال یار کی معذور ہوگیا
گل اک چمن مین دیدۂ بے نور ہوگیا

تھی عشق کی وہ ابتدا جو موج سی اوٹھی کبھو	آب دیدۂ تر کو جو تم دیکھو تو ہی گرداب سا
بھکی جو ہم مست آگئی سو بار مسجد سی اوٹھا	واعظ کو ماری خوف کی کل لگ گیا جلاب سا

رکھہ ہاتھہ دل پر میر کی دریافت کر کیا حال ہی
رہتا ہی اکثر یہ جوان کچہ ان دنون بیتاب سا

مر رہتی جو گل بن تو سارا یہ خلل جاتا	نکلا ہی نہ جی ورنہ کانٹا سا نکل جاتا
پیدا ہی کہ پنہان تھی آتش نفسی میری	مین ضبط نکرتا تو سب شہر یہ جل جاتا
مین گریۂ خونی کو روکی ہی رہا ورنہ	یک دم مین زمانی کا یان رنگ بدل جاتا
بن پوچھی کرم سی وہ جو بخش نہ دیتا تو	پرسش مین ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا
استادہ جہان مین تھا میدان محبت مین	وان رستم اگر آتا تو دیکھہ کی ٹل جاتا
وہ سیر کا وادی کی مائل نہوا ورنہ	آنکھون کو غزالون کی پاؤن ہی تلی ملجاتا
بیتاب و توان یون مین کاہیکو تلف ہوتا	یاقوتی تری لب کی ملتی تو سنبھل جاتا
اوس سیم بدن کو تھی کب تاب و تعب اتنی	وہ چاندنی مین شب کی ہوتا تو پگھل جاتا

مارا گیا تب گذرا بوسی تری لب کے
کیا میر بھی لڑکا تھا باتون مین بہل جاتا

سنیو جب وہ کبھو سوار ہوا	تا بروح الامین شکار ہوا

۱۹

کیا اعتبار یان کا پھر اوس کو خوار دیکھا
جسنے جہان مین آکر کچھ اعتبار پایا
آہون کی شعلی جس جا اوٹھی تھی میر سی شب
وان جا کی صبح دیکھا مشت غبار پایا

آخر کو مر گئے ہین اوسکی ہی جستجو مین
لگتی نہین ہے دارو ہین سب طبیب حیران
کہہ ہیچ اوسکی منہہ کو جی مین ڈرا یہان تو
ہوتا تھا مجلس آرا اگر غیر کاٹ تجھے تو

جی کے تئین بھی کھویا لیکن اوسے نہ پایا
اک روگ مین پہنسایا جی کو کہان لگایا
بارے وہ شوخ اپنی خاطر مین کچہ نہ لایا
مانند شمع مجلکو کاہے کو تئین جلایا

تھی یہ کہان کی یاری آئینہ رو کہ تو نے
دیکھا جو میر کو تو بے ہیچ منہہ بنایا

شکوہ کرون مین کبتک اوس اپنے مہربان کا
گر رہی یہ رنگ آیا قیدِ قفس سے شاید
لے جہاڑ و ٹوکرا ہی آتا ہے صبح ہوتے
دی آگ رنگ گل نے وان اے صبا چمن کو
ہر صبح میرے سر پر اک حادثہ نیا ہے

القصہ رفتہ رفتہ دشمن ہوئے اجان کا
خون ہو گیا جگر مین اب داغ گلستان کا
جاروب کش مگر ہے خورشید اوسکی یان کا
یان ہم جلے قفس مین سُن حال آشیان کا
پیوند ہو زمین کا شیوہ اس آسمان کا

قطعہ

ان صید افگنون کا کیا ہو شکار کوئی
تب تو مجھے کیا تھا تیرون سے صید اپنا
فتراک جسکا اکثر لوہو مین تر رہی ہے

ہوتا نہین ہے آخر کام انکے امتحان کا
اب کرتی ہین نشانہ ہر میری استخوان کا
وہ قصد کب کرے ہے اس صید ناتوان کا

قطعہ

یاروں کی یاروں لایا پی تو یونہین گذری
کیا ذکر مصنفران یاران شادمان کا

سیر کی قابل ہی دل صد پارہ اوس نخچیر کا
جسکی ہر ٹکڑی مین ہو پیوست پیکان تیر کا

سب کھلا باغ جہان لا یہ حیران و خفا
جسکو دل سمجھی تھی ہم سو غنچہ تھا تصویر کا

بوی خون سی جی رکا جاتا ہی اے باد بہار
ہوگیا ہی چاک دل شاید کسو دلگیر کا

کیونکی نقاشی ازل نی نقش ابرو کا کیا
کام ہی اک تیری منہ پر کھینچنا شمشیر کا

رہگذر سیل حوادث کا ہی بی بنیاد دہر
اس خرابی مین نکرنا قصد تم تعمیر کا

بس طبیب اوٹھ جا مری بالین سے مت دے دردسر
کام جان آخر ہوا اب فائدہ تدبیر کا

نالہ کش ہین عہد پیری مین بھی تیری در پہ ہم
قد خم گشتہ ہمارا حلقہ ہی زنجیر کا

جو تری کوچی مین آیا پھر وہین گاڑا اوسی
تشنہ خون ہی تو ہون اس خاک دامنگیر کا

خون سی میری ہوئی یکدم خوشی تکو تو لیک
مفت مین جاتا رہا جی ایک بی تقصیر کا

لخت دل سی جو جھڑی چھوٹنگی گوندہی ہی دیے
فائدہ کچھ اے جگر اس آہ بی تاثیر کا

گو رمجنون سی نجاوینگی کہین ہم بی نوا
عیب ہی ہم مین جو چھوڑین ڈھیر اپنے پیر کا

کسطرح سے مانیے یارو کہ یہ عاشق نہین
رنگ اوڑ جاتا ہی ٹک چہرا تو دیکھو میر کا

شب درد و غم سی عرصہ مری جی پہ تنگ تھا
آیا شب فراق تھی یا روز جنگ تھا

کثرت مین درد و غم کی نہ نکلی کوئی طپش
کوچہ جگر کی زخم کا شاید کہ تنگ تھا

کیا طرح ہی آشنا گاہی گہے نا آشنا
یا تو بیگانے ہی رہیے ہو جیے یا آشنا

پایمال صد جفا ناحق نہوا ای عندلیب
سبزۂ بیگانہ بھی تھا اس چمن کا آشنا

کون سے یہ بحر خوبی کی پریشان زلف ہی
آتی ہی آنکھون مین میری موج دریا آشنا

٣١

قطعہ

[illegible]

قطعہ

[illegible]

[illegible]

قطعہ

یون سنا جا ہی کہ کرتا ہی سفر کا عزم	ساتھ اب بیگانہ وضعون کی ہارا آشنا
شعر صائب کا مناسب ہے ہماری اور سی	سامنی اوسکے جو ہو گریہ کوئی جا آشنا
تا بجان با ہمرہیم و تا بمنزل دیگران	فرق باشد جان ما را آشنا نا آشنا

داغ ہی تابان علیہ الرحمان کا چھاتی پہ میر
ہو نجات اوسکو بچارا ہمسے بھی تھا آشنا

گفتگو محبوب ہم قیاس کیا	فرق نکلا بہت جو باس گیا
دل نی ہمکو مثال آئینہ	ایک عالم کا روشناس کیا
کچھ نہیں سوجھتا ہمیں اوس بن	شوق نی ہمکو بی حواس کیا
عشق مین ہم ہوے نہ دیوانے	قیس کی آبرو کا پاس کیا
دور سی چرخ کی نکل نہ سکی	ضعف نی ہمکو مور طاس کیا
صبح تک شمع سر کو دہنتی رہی	کیا پتنگے نی التماس کیا

ایسی وحشی کہاں ہیں ای خوبان
میر کو تم عبث اداس کیا

مفت آبروی زاہد علامہ لے گیا	اک مغبچہ اوتار کے عمامہ لے گیا

سیکڑون طرحین نکالین یار کی آنیکی لیک
عذر ہی جاہی چلا اوسکی دل دخواہ کا

گر کوئی پیر مغان مجھکو کری تو دیکھی پھر
میکدہ ساری کا سارا ہی جو صرف اللہ کا

کاش تیری غم رسیدون کو بلا دین حشر مین
ظلم ہی اک خلق پر آشوب اونکی آہ کا

جو سنا ہشیار اس میخانی مین تھا بی خبر
شوق ہی باقی رہا ہمکو دل آگاہ کا

باندہ مت سر رو کا تار ای ناقباحت فہم شیخ
اس سی پایا جای ہی سر رشتہ جسکی چاہ کا

شیخ مت کر ذکر ہر ساعت قیامت کا کہ ہی
عرصہ محشر نمونہ اوسکی بازی گاہ کا

شہر مین کس منہ سی آوی سنا تیری کہ شوخ
چھائیون سی بھر رہا ہی سارا چہرا ماہ کا

سر فرو لاتی نہین ہمت مری ہر ایک کی پاس
ہون گدائی آستانہ میر حضرت شاہ کا

ایسی گلی اک شہر اسلام نہین رکھتا
جس کوچی مین وہ بت صد بدنام نہین رکھتا

آزار ندی اپنی کانون کی تئین ای گل
آغاز مری غم کا انجام نہین رکھتا

ناکامی صد حسرت خوش لگتی نہین ورنہ
اب جی سی گذر جانا کچھ کام نہین رکھتا

ہو خشک تو بہتر ہی وہ ہاتھ بہاران مین
مانند نی نرگس جو جام نہین رکھتا

بن اوسکی ہم آغوشی بیتاب نہین اب جی
مدت سی بغل مین دل آرام نہین رکھتا

مین ڈر ہی تری واعظ مسجد ہی مین بیٹھ رہا
پر کیا کرون ساتھ اپنی احرام نہین رکھتا

دل سے مٹ جا کہ جینے کا وقت
اوسکی شیرین لبی کی حسرت مین

جو کوئی اوس مکان سے نکلا
شہر یا فی ہوستان سے نکلا

نامرادی کی رسم میر سے ہی
طور یہہ اس جوان سے نکلا

گرمی سے مین تو آتش غم کی پگہل گیا
راتوں نکو روتی رہی جون شمع گل گیا

ہم خستہ دل ہین تجہسی بھی نازک مزاج تر
تیوری چڑہائی تو نے کہ یان جی نکل گیا

گرمئ عشق مانع نشو و نما ہوئی
مین وہ نہال تھا کہ اوگا اور جل گیا

مستی مین چہوڑ دیر کو کعبے چلا تھا مین
لغزش بڑی ہوئی تھی ولیکن سنبھل گیا

ساقی نشے مین تجہسے ٹوٹا شیشۂ شراب
چل اب کہ دخت تاک کا جوبن تو ڈھل گیا

ہر ذرہ خاک تیری گلی کی ہے بیقرار
یان کون سا ستمزدہ ماٹی مین رل گیا

عریان تنی کی شوخی سے دیوانگی مین میر
مجنون کی دشت خار کا دامن بھی چل گیا

سنا ہے حال تری کشتگان بیچارون کا
ہوا نہ گور گڑہا اون ستم کی مارون کا

ہزار رنگ کھلے گل چمن کے ہین شاید
کہ روزگار کی سر خون ہی ہزارون کا

ملا ہے خاک مین کس کس طرح کا عالم یان
نکل کے شہر سے ٹک سیر کر مزارون کا

تلوار مارنا تو تمھین کھیل ہی ولے
بدنام و خوار و زار و نزار و شکستہ حال
ظالم زمین سی لوٹتا دامن اوٹھا کی چل
ای تاج شہ نہ سر کو فرو لاؤن تیری پا

جاتا رہے نہ جان کسو بیگناہ کا
احوال کچہ نہ پوچھیے اس روسیاہ کا
ہوگا کمین میں تیغ کسو دادخواہ کا
ہی معتقد فقیر نمد کی کلاہ کا

بیمار تو نہووی براجی جب تلک کہ میر
سونی نہ دیگا شور تری آہ آہ کا

دل سے شوق رخ نکو نہ گیا
ہر قدم پر تھی اوسکی منزل لیک
سب گئی ہوش و صبر و تاب و توان
دل مین کتنے مسودی تھے ولے

جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا
سر سے سودای جستجو نہ گیا
لیکن ای داغ دل سے تو نہ گیا
ایک پیش اوسکے روبرو نہ گیا

سبحہ گردان ہی میر ہم تو رہے
دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

گل و بلبل بہار مین دیکھا
جل گیا دل سفید ہین آنکھیں
آبلی کا بھی ہونا دامنگیر

ایک تجھکو ہزار مین دیکھا
تھی تو کچھ انتظار مین دیکھا
تری کوچے کے خار مین دیکھا

۲۵

قطعہ

رہے خیال تنک ہم بھی روسیاہون کا
لگی ہو خون بہت کرنی بیگناہون کا

نہین ستارے یہ سوراخ پڑگئے ہین تمام
فلک حریف ہوا تھا ہماری آہون کا

گلی مین اسکی پھٹے کپڑون پر مری مت جا
لباس فقر ہے وان فخر بادشاہون کا

تمام زلف کے کوچے ہین پیچ پیچ اوسکے
تجھی کو آوے گا چلنا ایسی راہون کا

اسے جو خوبی سے لائے تجھے قیامت مین
تو حرف کن نے کیا گوش دادخواہون کا

تمام عمر رہین خاک زیر پا اوسکے
جو زور کچھ چلے ہم عجز دستگاہون کا

کہان سے تہ کرین پیدا ئے ناظمان جمال
کہ پوچ بافی ہی ہے کام ان جلاہون کا

حساب کا ہے کا روز شمار مین مجھسے
شمار ہی نہین ہے کچھ مرے گناہون کا

ترے جو آنکھین ہین تلوار کے تلے بھی ادھر
فریب خوردہ ہے تو میر کن نگاہون کا

اسکا خرام دیکھ کے جایا نہ جائیگا
اے کبک پھر بحال بھی آیا نجائیگا

ہم کشتگان عشق ہین ابرو و چشم یار
سر سے ہماری تیغ کا سایہ نجائیگا

ہم رہروان راہ فنا ہین برنگ عمر
جاوینگے ایسے کھوج بھی پایا نجائیگا

پھوڑا سا ساری رات جو پکتا رہیگا دل
تو صبح تک تو ہاتھ لگایا نجائیگا

اے درد شہید ناز سے بس ہاتھ اوٹھا کہ پھر
دیوان حشر مین اسے لایا نجائیگا

اب سعی کر سپہر کہ میری سوی گئی
مت رنجہ کر کسیکو کہ اپنی تو اعتقاد
مین جسید ناتوان بھی تھہر کیا کرونگا یان
کیا کیا دعائین مانگی ہین خلوتین شیخ یون
وہ فکر کر کہ چاک جگر بادہ النیام

اسکا مزاج مہر پہ آیا تو کیا ہوا
دل ڈہا کیکر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا
ظالم اک اور تیر لگایا تو کیا ہوا
ظاہر جہان سے ہاتھہ اوٹھایا تو کیا ہوا
ناصح جو تو نے جامہ سلایا تو کیا ہوا

جیتے تو میر اون سنے مجھے داغ ہی رکھا
پھر گور پر چراغ جلایا تو کیا ہوا

گرچہ سردار مزون کا ہے امیری کا مزا
ایک آزادی ہے تک چکھہ نمک مرغ کباب

چھوڑ لذات کی ہمین لو تو فقیری کا مزا
تا تو جانے کہ یہ ہوتا ہے اسیری کا مزا

ہمتو گمراہ جوانی سکے مزون پہ ہین میر
حضرت خضر کو ارزانی ہو پیری کا مزا

دل جو تھا اک آبلہ پھوٹا گیا
طائر رنگ حنا کی سی طرح
مین نہ کہتا تھا کہ نہ کر دلگی
دلگی ویرانی کا کیا مذکور ہے

رات کو سینہ بہت کوٹا گیا
دل نہ اسکے ہاتھہ سے چھوٹا گیا
اب کہان وہ آئینہ ٹوٹا گیا
یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

٢٧

سوراخ ہی سینے میں ہر اک شخص کی تجھسے	کس دل کی ترا تیر نگہ پار نہ پایا
مربوط ہیں تجھسے بھی ہیں ناکس و نا اہل	اس باغ میں ہمنے گل بیخار نہ پایا
دم بعد جنون مجھ میں نہ محسوس تھا یعنی	جامے میں مرے یارون نے اک تار نہ پایا
آئینہ بھی حیرت سے محبت کی ہوئے ہم	پر سیر ہوا اوس شخص کا دیدار نہ پایا

وہ کھینچکے شمشیر ستم رہ گیا جو میر
خون ریزی کا یان کوئی سزاوار نہ پایا

کیا مرے آنے سے یہ تو ای بت مغرور گیا	کبھی اس راہ سے نکلا تو تجھی گھور گیا
لگ گیا صبح کی نزدیک مجھے خواب ای وای	آنکھ اوس وقت کھلی قافلہ جب دور گیا
گور سے نالے نہیں اوٹھتے تو نہ اگتی ہی	جی گیا پر نہ ہمارا سر پرشور گیا
چشم خون بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا	ہمنے جانا تھا کہ بس اب تو یہ ناسور گیا
ناتوان ہم ہیں کہ ہیں خاک گلی کی اسکے	اب تو بیطاقتی سے دلکا بھی مقدور گیا
لے کہیں منہ پہ نقاب اپنے کہ ای غیرت صبح	شمع کی چہرۂ رخشان سے تو اب نور گیا

نالۂ میر نہیں رات سے سنتے ہم لوگ
کیا ترے کوچے سے ای شوخ وہ رنجور گیا

خواہ مجھسے لڑ گیا اب خواہ مجھسے مل گیا	کیا کہوں ای ہمنشین میں تجھسے حاصل دل گیا

۲۸

دشمنی ہمسے کی زمانے نے
کہ جفا کار تجھسا یار کیا
ایک ناوک نے اسکی مژگان کے
طائر سدرہ تک شکار کیا
صد رگ جان کو تاب دے کے
تیرے زلفون کا ایک تار کیا

دے دن گئے کہ آنکھیں دریا سی بہتیان تھیں — سوکھا پڑا ہے اب تو مدت سے یہ دوآبا

باہم ہوا کرین ہین دن رات نیچے اوپر — یہ نرم شانے لونڈے ہین مخمل دو خابا

ان صحبتون مین آخر جانین ہی جاتیان ہین — نے عشق کو ہے صرفہ نے حسن کو محابا

ہرچند ناتوان ہین پر آگیا جو جی مین — دینگے ملا زمین سے تیرا فلک قلابا

منہ دہوتی وقت اوسکی اکثر دکھائی دے ہے — خورشید لے رہا ہے اک روز آفتابا

اب شہر ہر طرف سے میدان ہوگیا ہے — پہیلا تھا اسطرح کا کاہیکو یان خرابا

دل تفتگی کی اپنی ہجران مین شرح کیا دون — چھاتی تو میر میری جلکر ہوئی ہے تابا

دکھ اب فراق کا ہمسے سہا نہین جاتا — پھر اس پہ ظلم یہ ہے کچھ کہا نہین جاتا

ہوئی ہے اتنی تری عکس لف کی حیران — کہ موج بحر سے مطلق بہا نہین جاتا

نہین گذرتی گھڑی کوئی مجھ خراب آہ — کہ جس مین غم سے ترے جی ڈہہا نہین جاتا

ستم کچھ آج گلی مین تری نہین مجھپر — کب آکے خون مین مین یان نہا نہین جاتا

خراب مجھکو لیا اضطراب دل نے میر — کہ ٹک بھی اوس کنے اوس بن رہا نہین جاتا

سب سمجھے تھے میر ہم کہ یہ ناسور کم ہوا — پھر ان دنون مین دیدۂ خونبار نم ہوا

قطعہ

قطعہ

۲۹

قطعہ

شنو د کر کو وہین تجر غم مین بیٹھ گیا
کہے تو سسیر بھی اک بلبلا تھا پانی کا

ہوا ہین سجدہ مین پر نقش میرا بار رہا	اوس آستان پہ مری خاک سے غبار رہا
جنون نمین ایکی مجھے اپنے دل کا غم ہی پہ حیف	خبر لی جب کہ نہ جامہ مین ایک تار رہا
بیشتر ہو وہ پہ کہلا جب سو اوسکا دام زلف	سرِرہ اوسکی فرشتی ہی کا شکار رہا
کبھو نہ آنکھون مین آیا وہ شوخ خواب کیطرح	تمام عمر ہمین اوسکا انتظار رہا
شراب عیش میسر ہوئی جسے یکشب	پھر اوسکو روز قیامت تلک خمار رہا

قطعہ

بتان کو عشق نے بے اختیار کر ڈالا	وہ دل کہ جسکا خدائی مین اختیار رہا
وہ دل کہ شام و سحر جیسے پکا ہوا تھا	وہ دل کہ جس سے ہمیشہ جگر فگار رہا
تمام عمر گئی اوسپہ ہاتھہ رکھتے ہمین	وہ دردناک علی الرغم بیقرار رہا
ستم مین غم مین سر انجام اوسکا کیا کہیے	ہزارون حسرتین تہین پہ جیکو مار رہا
بہا تو خون ہو آنکھونکی راہ سے نکلا	رہا جو سینۂ سوزان مین داغدار رہا
سو اوسکو ہمسے فراموش کار یون لے گئی	کہ اوس سے قطرۂ خون بھی نہ یادگار رہا

گلی مین اوسکی گیا سو گیا نہ بولا پھر

آج رہتی نہیں خامے کی زبان رکھیے معاف
حرف کا طول بھی جو میر گھٹایا نہ گیا

گلی میں اسکی سے جو بو آئی تو آیا نہ گیا
ہمکو بن دوش ہوا باغ سے لایا نہ گیا

آہ جو نکلی مرے منہ سے تو افلاک کے پاس
اسکی آشوب کی عہدے سے بر آیا نہ گیا

گل نے ہر چند کہا باغ میں رہ پر اوس بن
جی جو اوچٹا تو کسی طرح لگایا نہ گیا

سر نشین رہ میخانہ ہوں میں کیا جانوں
رسم مسجد کے تئیں شیخ کہ آیا نہ گیا

حیف دے جنکو وہ اسوقت میں نچا جسوقت
ان کنے حال اشارون سے بتایا نہ گیا

خطر راہ محبت کہیں جو حرف سے مٹے
جس سے ادس طرف تو قاصد بھی چلایا نہ گیا

خوف آشوب سے غوغائے قیامت کے لیے
خون خوابیدۂ عشاق جگایا نہ گیا

میر مت عذر گریبان کی پھٹے رہنے کا کر
زخم دل چاک جگر تھا کہ سلایا نہ گیا

ادہر آکر شکار افگن ہمارا
مشبک کر گیا ہے تن ہمارا

گریبان سے رہا کوتہ تو پھر ہے
ہمارے ہاتھ میں دامن ہمارا

گئے جون شمع اس مجلس میں جلنے
سبھون پر حال ہے روشن ہمارا

بلا جس چشم کو کہتے ہیں مردم
وہ ہے عین بلا مسکن ہمارا

اگر دیوانہ تھا گل بھی کسو کا
کہیں کیا بال تیرے کھل گئے تھے

کہ پیراہن میں سو جا گھہ رفو تھا
کہ جہو کا باؤ کا کچہ مشک بو تھا

ندیکھا میر آوارہ کو لیکن
غبار اک ناتوان سا کو بکو تھا

راہ دور عشق مین روتا ہی کیا
قافلے مین صبح کی اک شور ہے
سبز ہوتی ہی نہین یہ سرزمین
یہ نشان عشق ہین جاتی نہین

آگے آگے دیکھیے ہوتا ہی کیا
یعنی غافل ہم چلے سوتا ہی کیا
تخم خواہش دل مین تو بوتا ہی کیا
داغ چھاتی کی عبث دہوتا ہی کیا

غیرت یوسف ہے یہ وقت عزیز
میر اوسکو رایگان کھوتا ہی کیا

رونا ٹک اک تھا تو غم بیکران سہا
پہلو مین اک گرہ سی تہ خاک ساتھ ہی
آنکھون نے راز داری محبت کی خوب کی
آئی تھی ایک امید یہ تیری گلی مین ہم

دس دن رہی جہان مین ہم سو رہا دلہا
شاید کہ مر گئے یہ بھی خاطر مین کچھ رہا
آنسو جو آتے آتے رہی تو لہو بہا
سو آہ اس طرح سی چلا لو ہو مین نہا

کس کس طرح سے میر نے کاٹا ہی عمر کو

لکنت تری زبان کی ہی سحر جس سے شوخ
یک حرف نیم گفتہ سے دل پر اتر گیا

بی شرم محض ہی وہ گنہگار جن نی میر
ابر کرم کے سامنی داماں تر کیا

ناکسی سی پاس میری یار کا آنا گیا
بس گیا مین جان سے اب وس سے یہ جانا گیا

کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلہ پر پیچ و تاب
شمع تک ہمنی تو دیکھا تھا کہ پروانا گیا

ایک ہی چشمک تھی فرصت اجاب کی
دیدۂ تر ساتھ لی مجلس سی پیمانا گیا

گل کھلی صد رنگ تو کیا بی پری سے ای نسیم
مدتین گذرین کہ وہ گلزار کا جانا گیا

دور تجھسے میر نی ایسا تعب کھینچا کہ شوخ
کل جو مین دیکھا اوسی مطلق نہ پہچانا گیا

ہاتھ سی تیری اگر مین ناتوان مارا گیا
سب کہین گی یہ کہ کیا اک جان مارا گیا

اک نگہ سی بیش کچھ نقصان نہ آیا اکی تئین
اور مین بیچارہ تو اسی مہربان مارا گیا

وصل و ہجران ہی جو دو منزل ہین راہ عشق کی
دل غریب انمین خدا جانی کہان مارا گیا

دل نی سر کھینچا دیار عشق مین ای بوالہوس
وہ سراپا آرزو آخر جوان مارا گیا

کب نیاز عشق ناز حسن سی کھینچی ہی ہاتھ
آخر آخر میر سر بر آستان مارا گیا

[illegible]

رہے خفت جوں برسوں برسوں سی ...

بتان کی میر ستم وہ نگاہ ہی جس سے

خدا کی واسطے بھی خلق کا وبال ہی

نقاش دیکھہ تو مین کیا نقش یار کھینچا

اوس شوخ کم نما کا نت انتظار کھینچا

رسم قلمرو عشق مت پوچھہ کہ ناحق

ایکون کی کھال کھینچی ایکون کو دار کھینچا

غافل نہ رہیو ہرگز نادان داغ دل سے

مرنے پہ اپنی مت جا سالک طلب مین اسکے

عمر عزیز ساری دل ہی کی غم مین گذری

دیدار کا تو وعدہ محشر مین دیکھکر کے

بھڑکی گا جب یہہ شعلہ تب گھر جلا رہیگا

گوہر کو کھو رہیگا پر اسکو پا رہیگا

بیمار عاشقی یہہ کس دن بھلا رہیگا

بیمار غم مین تیری تب تک تو کیا رہیگا

کیا ہی جو اوٹھہ گیا ہی پر لبستہ وفا ہی

قید حیات مین ہے تو میر آ رہیگا

جو یہہ دل ہی تو کیا سرانجام ہوگا

مرا جی تو آنکھون مین آیا یہہ سنتی

نہوگا وہ دیکھا جسی کبک تونی

نہ نکلا کر اتنا بھی بی پردہ گھر سے

ہزارون کی یان لگ گئین چھت سے آنکھین

تہ خاک بھی خاک آرام ہوگا

کہ دیدار بھی ایک دن عام ہوگا

وہ اک باغ کا سرو اندام ہوگا

بہت اسمین ظالم تو بدنام ہوگا

تو اے ماہ کس شب لب بام ہوگا

جگر چاک ناکامی دنیا ہی آخر

نہین آتے جو میر کچھہ کام ہوگا

خواب مین تو نظر جمال پڑا

وہ نہانی لگا تو سایۂ زلف

پر مری جی ہی کی خیال پڑا

بحر مین تو کہی کہ جال پڑا

[illegible]

بارہا گور دل جھکا لایا
اب کی شرط وفا بجا لایا

قدر رکھتی نہ تھی متاع دل
ساری عالم مین مین دکھا لایا

دل کہ یک قطرہ خون نہین ہی بیش
ایک عالم کی سر بلا لایا

سب پہ جس بار نے گرانی کی
اوسکو یہ ناتوان اوٹھا لایا

دل مجھی اوس گلی مین لی جا کر
اور بھی خاک مین ملا لایا

ابتدا ہی مین مرگئی سب یار
عشق کی کون انتہا لایا

اب تو جاتی ہین بتکدی سی میر
پھر ملینگی اگر خدا لایا

کیا عجب پل مین اگر ترک ہو اوس سی جا نکلا
ہو جو زخمی کسو برہم زدن مژگان کا

اٹھتی پلکون کی گری پڑتی ہین آنکھون سی
ڈر رہا ہی مری آنکھون سی اٹھ طوفان کا

جلوہ ماہ تہ ابر تنک بھول گیا
ان نی سوتی مین دوپٹی سی جو منہ ڈھانکا

لہو لگتا ہی ٹپکنی جو پلک ماروں ہون
اب تو یہ رنگ ہی اس دیدۂ اشک افشان کا

او ٹھہ گیا ایک تو اک مرنی کو آبیٹھی ہی
قاعدہ ہی یہی مدت سی ہماری یان کا

کار اسلام ہی مشکل تری خال خط سی
رہزن دین ہی کوئی دزد کوئی ایمان کا

چارۂ عشق بجز مرگ نہین کچھ ای میر

دکانین حسن کی آگی تری تختہ ہوئی ہونگی
جو تو بازار مین ہوگا تو یوسف کب بکا ہوگا

معیشت ہم فقیرونکی سی اخوان زمان سے کر
کوئی گالی بھی دی تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا

خیال اس بیوفا کا ہمنشین اتنا نہین اچھا
گمان رکھتی ہی ہم بھی یہہ کہ ہم سی آشنا ہوگا

قیامت کر کر اب تعبیر جسکو کرتی ہی خلقت
وہ اوس کوچی مین ایک آشوب سا شاید بپا ہوگا

عجب کیا ہی ہلاک عشق مین فرہاد و مجنونکی
محبت روگ ہی کوئی کہ کم اس سی جیا ہوگا

نہو کیون غیرت گلزار وہ کوچہ خدا جانے
لہو اوس خاک پر کن کن عزیزونکا گرا ہوگا

بہت ہمسائی اس گلشن کی زنجیری رہا ہونگی
کبھو تمنی بھی میر اشوب نالون کا سنا ہوگا

نہین جز عرش جا گہہ راہ مین الہی کو دم
قفس سی تن کی مرغ روح میر جب رہا ہوگا

کہین ہین میر کو مارا گیا شب اوسکی کوچی مین
کہین وحشت مین شاید بیٹھی بیٹھی اٹھہ گیا ہوگا

یان نام یار کس کا ورد زبان نپایا
پر مطلقا کہین ہم اوسکا نشان نپایا

وضع کشیدہ اوسکی رکھتی ہی داغ سب کو
نیوتا کبھو ہی ہم وہ ابرو کمان نپایا

پایا نہ یون کہ کریی اوسکی طرف اشارہ
یون تو جہان مین ہمنے اسکو کہان نپایا

پھر دل کہ خون ہو وی ہر جا تھا وگرنہ
وہ کونسی جگہہ تھی اوسکو جہان نپایا

نکلنے کے گرچہ باعث آفاق مین ہی تو ہی
لیکن کمر کو اسکی ہم درمیان نپایا

لبریز شکوہ ہے ہم لیکن حضور تیرے
گھاڑ شکایت اپنا گفتار تک نہ پہنچا

یہ چشم نم رسیدہ پانی جوانی کو لی
وقت اخیر اوسکی بیمار تک نہ پہنچا

یہہ بخت سبز دیکھو باغ زمانہ مین سے
پژمردہ گل ہی اپنی دستار تک نہ پہنچا

قطعہ

مستوری خوبروی دونون جمع ہوون
خوبی کا کام کسکی اظہار تک نہ پہنچا

یوسف سی لیکے تا گل ہر گل سی لیکے تا شمع
یہہ حسن کسکو لیکر بازار تک نہ پہنچا

افسوس میر ہے جو ہوئی شہید آئے
پھر کام ان کا اوسکی تلوار تک نہ پہنچا

اسکا خیال چشم سے شب خواب لے گیا
قسمی کہ عشق جی سے مری تاب لے گیا

کن نیندون اب تو سوتی ہی اے چشم گریہ ناک
مژگان تو کھول شہر کو سیلاب لے گیا

آوے جو مصطبع مین تو سن لو کہ راہ سے
واعظ کو ایک جام مئے ناب لے گیا

نے دل رہا بجا ہی نہ صبر و حواس و ہوش
آیا جو سیل عشق سب اسباب لے گیا

میرے حضور شمع نے گریہ جو سر کیا
رویا مین اسقدر کہ مجھے آب لے گیا

احوال اس شکار زبون کا ہی جای رحم
جس ناتوان کو مفت نہ قصاب لے گیا

منہہ کی جھلک سے یار کے بیہوش ہو گئی

دشمن بہ کدورت سی مری سامنے ہو جا
ناموس مجہی صافیِ طینت کی ہی ورنہ

تلوار کی انڑی کو مرے کیجو حوالا
رستم نے مرے تیغ کا حملہ نہ سنبھالا

دکھی ہی مجھی دیدۂ پرخشم سے وہ میر
میرے ہی نصیبون مین تھا یہ زہر کا پیالا

پل مین جہان کو دیکھتے میرے ڈبو چکا
افسوس میرے مردمِ دیدہ آشنا تکو اب
لگتی نہین پلک سے پلک انتظار مین
یک چشمک پیالہ ہے ساقی بہار عمر
ممکن نہین کہ گل کرے تو بھی شگفتگی
پایا نہ دل بہایا ہوا سیل اشک کا

اک وقت مین یہ دیدہ بھی طوفان رو چکا
چھپتا نا یون ہی سا ہے جو ہونا تہا ہو چکا
آنکھین اگر ہی ہین تو بھر نیند سو چکا
ہچکی لگی کہ درد یہ آخر ہی ہو چکا
اس سرزمین مین تخم محبت مین بو چکا
مین غنچہ قطرہ سے سمندر بلو چکا

ہر صبح حادثے سے یہ کہتا ہی آسمان
وہی جام خون میر کو گہ منہ وہ دھو چکا

دیر و حرم سے گذرے اب دل ہی گھر ہمارا
پلکون سے تیری ہمکو کیا چشم داشت یہ تہے
دنیا و دین کے جانب میلان ہو تو کہتے

ہے ختم اس آبلے پر سیر و سفر ہمارا
ان ہر چہیون نے باندھا باہم جگر ہمارا
کیا جانتی کہ اوس بن دل ہے کدہر ہمارا

چوری مین دل کے وہ ہنر کر گیا
دیر مین مین خاک بسر سے رہا
دل نہین ہے منزلِ سینہ مین اب
حیف جو وہ نسخہ دل کے اوپر
کس کو مرے حال سے تھی آگہی
گو نہ چلا تا مژہ تیر نگاہ

دیکھتے ہی آنکھون مین گھر کر گیا
عمر کو اس طور بسر کر گیا
یان سے وہ بیچارہ سفر کر گیا
سرسری سے ایک نظر کر گیا
نالۂ شب سبکو خبر کر گیا
اپنے جگر سے تو گذر کر گیا

مجلس آفاق مین پروانہ سان
میر بھی شام اپنی سحر کر گیا

وہان وہ تو گھر سے اپنے پیکر شراب نکلا
آیا جو واقعی مین درپیش عالم مرگ
دیکھا جو اوس پری نے گلشن مین ہم تو آخر
پردے ہی مین چلا جا خورشید تو ہی بہتر
کچھ دیر ہی لگی نہ دل کو تو تیر لگتے
ہر حرف غم نے میرے مجلس کو دی رلا
روئی عرق فشان کو بس یو نچھ کر مت نکلا

یہان شرم سے عرق مین ڈوب آفتاب نکلا
یہ جاگنا ہمارا دیکھا تو خواب نکلا
گل کا وہ روئے خندان چشم پر آب نکلا
اک حشر ہی جو گھر سے وہ بے حجاب نکلا
اس صید ناتوان کا کیا جی شتاب نکلا
گویا غبار دل کا پڑھتا کتاب نکلا
اس گل مین کیا رہی گا جبکا گلاب نکلا

ایسی بست بی مہر سے ملتا ہی کوی بھی
دل میر کو بھاری تہا جو تپھر سے لگا یا

دل ہو زیر غبار اکثر تھا — کچھہ مزاج ان دنون مکدر تھا
اوسپہ تکیہ کیا تو تھا لیکن — رات دن ہم تھی اور بستر تھا
سر سری تم جہان سی گذری — ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا
ولکی کچھہ قدر کرتے رہیو تم — یہہ ہمارا ابھی نازپرور تھا
بعد ایک عمر جو ہوا معلوم — دل اوس آئینہ رو کا تپھر تھا
بار سجدہ ادا کیا تہ تیغ — کب سے یہ بوجھہ میری سر پہ تھا
کیون نہ ابر سیہ سفید ہوا — جب تلک عہد دیدہ تر تھا
اب خرابا ہوا جہان آباد — ورنہ ہر یک قدم پہ یان گھر تھا

قطعہ

بے زری کا نکر گلہ غافل — رہ تسلی کہ یون مقدر تھا
اتنے منعم جہان مین گذرے — وقت رحلت کے کس کنی زر تھا
صاحب جاہ و شوکت و اقبال — اک ازان جملہ اب سکندر تھا
تھی یہہ سبب کائنات زیر نگین — ساتھہ مور و ملخ سا لشکر تھا

دہوپ مین جلتی ہین غربت وطنونکی تلاش
صد گلستان تہ یک بال تہی وسکی حبیب

حیف سمجہا ہے نہ وہ قاتل نادان ورنہ
عشق کا جذب ہوا باعث سودو ورنہ

نرم تر موم سے بہی ہمکو کوئی دیتی قضا

تیرے کوچے مین مگر سایۂ دیوار نہ تہا
طائر جان قفس تن کا گرفتار نہ تہا

بیگنہ مارنے قابل یہ گنہگار نہ تہا
یوسف مصر زلیخا کا خریدار نہ تہا

سنگ چہاتی کا تو یہہ دل ہمین درکار نہ تہا

رات حیران ہون کچہہ چپ ہی مجہی لگ گئی میر
درد پنہان تہی بہت پر لب اظہار نہ تہا

جی اپنا مین نے تیرے لئی خوار ہو دیا
بی طاقتی سکون نہین رکہتی ہے ہمنشین
ای ابر اس چمن مین نہوگا گل امید

آخر کو جستجو تری مجہکو کہو دیا
رونے نے ہر گہڑی کی مجہی توڑ بو دیا
یان تخم یاس اشک کو مین بہہ کی بو دیا

پوچہا جو مین نے درد محبت سی میر کو
رکہہ ہاتہہ اون نے دل پہ ٹک اک اپنی رو دیا

غنچہ منہہ پہ آئی جانان خوبی پہ جان دیگا
سارے رقیب اعضا ہین معرض تلعت مین
پائی پر آبلہ سی مین گم شدہ گیاہ ہون

ناچار عاشقون کو رخصت سے یان دیگا
یہ عشق بی محابا کسکو امان دیگا
ہر خانہ باد بی کما میر النشان دیگا

کہلا نشی مین جو بگڑی کا پیچ اوسکی میر
سمند ناز یہ ایک اور تازیانہ ہوا

کیا وہ ان تھی وہی کہ یان بھی دل آرمیدہ تھا ۔ روا آشیان طائر رنگ پریدہ تھا
قاصد جو وان سی آیا تو شرمندہ مین ہوا ۔ بیچارہ گریہ ناک گریبان دریدہ تھا
اک وقت ہمکو تھا سر گریہ کہ دشت مین ۔ جو خار خشک تھا سو وہ طوفان رسیدہ تھا
جس صید گاہ عشق مین یارو نکا جی گیا ۔ مرگ اوس شکار گہ کا شکار رمیدہ تھا
مت پوچھیہ کسطرح سی کٹی رات ہجر کی ۔ ہر نالہ میری جان کو تیغ کشیدہ تھا
حاصل نپوچھیہ گلشن مشہد کا بو الہوس ۔ یہان پہل ہر اک درخت کا حلق بریدہ تھا

دل بیقرار گریہ خونین تھا رات میر
آیا نظر تو بسمل در خون طپیدہ تھا

کثرت داغ سی دل رشک گلستان نہوا ۔ میر الخواہ جو کچھ تھا رہ کبھو یان نہوا
جی تو ایسے کئے صدقے کیے تجھ پر لیکن ۔ حیف یہ ہی کہ تنک تو بھی پشیمان نہوا
آہ مین کب کی کہ سرمایہ دو زخ نہوے ۔ کون سا اشک مرا منبع طوفان نہوا

قطعہ

گو کہ تو جہہ سے زمانی کی جہان مین مجکو ۔ جاہ و ثروت کا میسر سر و سامان نہوا

سرزمین ملک ہند مین ایسا ہوا کہ میر
یہ ریختہ لکھا ہوا تیرا دکن گیا

لخت جگر تو اپنی یک لخت رو چکا تھا
اشک فقط کا جیسکا انکھون سے لگ رہا تھا

دامن مین آج دیکھا پھر لخت مین لے آیا
ٹکڑا کوئی جگر کا پلکون مین رہ گیا تھا

اس قید جیب سے مین چھوٹا جنونکی دولت
ورنہ گلا یہ میرا جون طوق مین پھنسا تھا

مشت نمک کی خاطر اسواسطے ہون حیران
کل زخم دل نہایت دل کو مرے لگا تھا

ای گرد باد مت دے ہر آن عرض وحشت
مین بھی کسو زمانے اس کام مین بلا تھا

بن کچھ کہی سنا ہے عالم سے مین نے کیا کیا
پر تو نے یہ نجانا ارے بیوفا کہ کیا تھا

روتی رہے ہے شمع اتنا ہر شب کہ کچھ نہ پوچھو
مین سوز دل کو اپنے مجلس مین کیون کہا تھا

قطعه

سر مار کر ہوا تھا مین خاک اس گلی مین
سینے پہ مجکو اوسکا مذکور نقش پا تھا

سو تجت تیرہ سے ہون پامالی صبا مین
اس مرن کے واسطے مین کیا خاک مین ملا تھا

قطعه

یہ سرگذشت میری افسانہ جو ہوئی ہے
مذکور اسکا اوسکی کوچے مین جا بجا تھا

سنکر کسی نے وہ بھی کہنے لگا تھا کچھ کچھ
بیدرد کتنی بولی یان اوسکو کیا ہوا تھا

غلط ہے عشق مین اے بوالہوس اندیشہ راحت کا
رواج اس ملک مین ہے درد و داغ و رنج و کلفت کا

زمین یک صفحۂ تصویر بیہوشان سی ماتا ہے
یہ مجلس جب سی ہی اچھا نہین کچھ رنگ صحبت کا

جہان جلوی سی اوس محبوب کی ہی سر بسر لبریز
نظر پیدا کر اول پھر تماشا دیکھیہ قدرت کا

ہنوز آوارۂ لیلی ہی جان رفتہ مجنون کی
موی پر بھی رہا ہوتا نہین وابستہ الفت کا

حریف بی جگر ہے صبر ورنہ کل کی صحبت مین
نیاز و ناز کا جھگڑا گرو تھا ایک جرات کا

نگاہ یاس بھی اوس صید افگن پر غنیمت ہے
نہایت تنگ ہے ای صید بسمل وقت فرصت کا

خرابی دل کی اوس حد ہے کہ یہ سمجھا نہین جاتا
کہ آبادی بھی یان تھی یا کہ ویرانہ تھا مدت کا

نگاہ مست نے اوسکی لٹائی خانقہ ساری
پڑا ہے برہم اب تک کارخانہ زہد و طاعت کا

قدم ٹک دیکھکر رکھہ میر سرِ دلسی نکالیگا
پلک سی شوخ تر کانٹا ہے صحرائی محبت کا

جو اس شور سی میر روتا رہیگا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہیگا

مین وہ رونے والا جہان سے چلا ہون
جسی ابر ہر سال روتا رہے گا

مجھے کام رونے سی اکثر ہے ناصح
تو کب تک مری منہ کو دھوتا رہیگا

بس ای گریہ آنکھین تری کیا نہین ہین
کہان تک جہان کو ڈبوتا رہے گا

مرے دل نے وہ نالہ پیدا کیا ہے
جرس کی بھی جو ہوش کھوتا رہیگا

مرا رنگ اوڑگیا جسوقت سنگ محتسب
اچبل سے گر پڑا مینا و ساغر چور ہو ہوٹا

مرا وعدہ ہی پہونچا تری آنیکے وعدی تک
ہوا مین ہوت سو سپارا ای شوخ توجھوٹا

کف جانان سو کیا امکان ہائی میر کوئی ہو
اچنبا ہی جو اوسکی ہاتہہ سو رنگ حنا چہوٹا

برقع اوٹھا تھا رخ سی مرے بدگمان کا
دیکھا تو اور رنگ ہے سارے جہان کا

مت مانیو کہ ہوگا یہ بیدرد اہل دین
گر آوے شیخ ہین کے جامہ قرآن کا

خوبی کو اوسکے چہری کی کیا پہونچے آفتاب
ہی اسمین اوسمین فرق زمین آسمان کا

ابلہ ہے وہ جو ہووی خریدار گلرخان
اس سودی مین صریح ہی نقصان جان کا

کچہ اور گاتی ہین جو رقیب اوسکی روبرو
دشمن ہین میری جان کے یہ جی ہے تان کا

تسکین اوسکی تب ہوئی جب چپ مجہے لگی
مت پوچہہ کچہ سلوک مری بد زبان کا

قطعہ

یان بلبل اور گل پہ تو عبرت سی آنکہ کہول
گلگشت سرسری نہین اس گلستان کا

گل یادگار چہرہ خوبان ہی بی خبر
مرغ چمن نشان ہی کسو خوش زبان کا

تو برسون مین کہی ہی کہ ملونگا مین میر سے
یان کچہ کا کچہ ہے حال ابھی اوس جوان کا

قطعہ

ہوگیا دل مرا اثر کہ جب
ولی کی کج کلاہ لڑکون نے
کوئی عاشق نظر نہین آتا

وردسے قطعۂ پیام کیا
کام عشاق کا تمام کیا
ٹوپی والون نے قتل عام کیا

عشق خوبان کو میر مین اپنا
قبلہ و کعبہ و امام کیا

رات پیاسا تھا میرے لوہو کا
شعلہ آہ ہون تو اب مجھکو
ہے مرے یار کی مسون کا رشک
بوسہ دینا مجھے نکر موقوف
شور قلقل کی ہوتی تھی مانع
عطر آگین ہے باد صبح مگر
اک دو ہون تو سحر چشم کہون

ہون دوانہ تری سک کو کا
فکر ہے اپنی ہر بن مو کا
کشتہ ہون سبزہ لب جو کا
ہے وظیفہ یہی دعا گو کا
ریش قاضی پہ رات مین تہو کا
کھل گیا پیچ زلف خوشبو کا
کارخانہ ہے وان تو جادو کا

قطعہ

میر ہر چند مین نے چاہا لیک
نہ چھپا عشق طفل بدخو کا

کہان تھا تو اس طور آنے سے میرے
گریبان سے تب ہاتھ اوٹھایا تھا مینے

گلی مین تری کل تماشا ہوا تھا
مرے اور دامان صحرا ہوا تھا

زہی طالع اے میر اونے یہ پوچھا
کہان تھا تو ابتک تجھے کیا ہوا تھا

آہ کی مین دل حیران و خفا کو سونپا
تیری کوچے مین مری خاک نے پامال ہونے کی

مین نے یہ غنچہ تصویر صبا کو سونپا
تھا وہ بیدرد مجھی جن نے وفا کو سونپا

اب تو جاتا ہی ہی کعبے کو تو بتخانے سے
جلد پھر پہونچیو اے میر خدا کو سونپا

گلہ نہین ہے ہمین اپنی جان گدازی کا
سمند نازنے اوسکی جہان کیا پامال
ستم ہین تھہرین لونڈی شراب خانے کی
الٹ پلٹ مری آہ سحر کی کیا ہی کم
بتاؤ ہمسے کوئی آن تم سے کیا بگڑی
خدا کو کام تو سونپے ہین مین نے سب لیکن
چلو ہو راہ موافق کہے مخالف کی

جگر پہ زخم ہے اوسکی زبان درازی کا
وہی ہی اب بھی اوسے شوق یکہ تازی کا
اوتار لیتے ہین عمامہ سرفرازی کا
اگر خیال تمہین ہووے نیزہ بازی کا
نہین ہے تمکو سلیقہ زمانہ سازی کا
رہی ہی خوف مجھے وان کی بے نیازی کا
طریق چھوڑ دیا ہمنے دلنوازی کا

سب گئے ہوش و صبر و تاب و توان
دل سے اک داغ ہی جدا نہوا

ظلم و جور و جفا ستم بیداد
عشق مین تیرے ہمہ کیا نہوا

ہم تو ناکام ہی جہان مین رہے
یان کبھو اپنا مدعا نہوا

میر افسوس وہ کہ جو کوئی
اوسکے دروازے کا گدا نہوا

یار عجب طرح نگہ کر گیا
دیکھنا وہ دل مین جگہ کر گیا

تنگ قبائی کا سماں یار کی
پیرہن غنچہ کو تہ کر گیا

جا نہ سکا اس بزم سے آیا تو کیا
کوئی گھڑی کو کہ تو رہ کر گیا

وصف خط و خال مین خوبان کی میر
نامۂ اعمال سیہ کر گیا

آہ سحر نے سوزش دل کو مٹا دیا
اس باد نے ہمین تو دیا سا بجھا دیا

سمجھی نہ باد صبح کہ آ کر اوٹھا دیا
اوس فتنۂ زمانے کو ناحق جگا دیا

پوشیدہ راز عشق چلا جاے تھا سو آج
بیطاقتی نے دل کی وہ پردہ اوٹھا دیا

اس بیخبر دہر مین ہمکو قضا نے آہ
پانی کے بلبلے کی طرح سے مٹا دیا

تھی آگ اوسکی تیغ کو ہمکو سو عشق نے
دونون کو معرکے مین گلے سے ملا دیا

اون نے تو تیغ کھینچی تھی پر جی چلا کے میر
ہمنے بھی ایکدم مین تماشا دکھا دیا

ردیف بای موحدہ

اب وہ نہین کہ آنکھین تہین تر روز و شب
ٹپکا کرے ہی آنکھونسی خون ناب روز و شب

اک وقت رونے کا تھا ہمین بھی خیال سا
آتی تھی آنکھونسی چلی سیلاب روز و شب

اوسکے لئے نہ پھرتے تھے ہم خاک چھانتے
رہتا تھا پاس وہ دُر نایاب روز و شب

قدرت تو دیکھہ عشق کی مجھہ سے ضعیف کو
رکھتا ہی شاد بے خور و بے خواب روز و شب

سجدہ اوس آستان کا نہین ہی جنکو نصیب
رگڑا ہی سر میانہ محراب روز و شب

اب رسم ربط اوٹھہ ہی گئی ورنہ پیش ازین
بیٹھے ہی رہتے تھے بہم احباب روز و شب

دل کسکو رود سوسی لگایا ہی میر نے
پاتے ہین اوس جوان کو بیتاب روز و شب

رویا کیے ہین غم سے ترے ہم تمام شب
پڑتی رہی ہے زور سے شبنم تمام شب

رکنے سے دل کے آج بچا ہون تو اب جیا
چھاتی ہی مین رہا ہی مرا دم تمام شب

یہ اتصال اشک جگر سوز کا کہان
روتی ہی یون تو شمع بھی کم کم تمام شب

قطعہ

گذرا کسے جہان مین خوشی سے تمام روز
کسکی کٹی زمانے مین بے غم تمام شب

شکوہ عبث ہی یہ کہ کڑھتے ہین سارے دن
یا دل کا حال رہتا ہی درہم تمام شب

۵۰

آئی کنعان سے باد مصر ولے
نہ گئے تا بکلبۂ یعقوب

بن عصا شیخ یک قدم نہ رکھے
راہ چلتا نہیں یہ خر بے چوب

اس لیے عشق میں نے چھوڑا تھا
تو بھی کہنے لگا بڑا کیا خوب

پی ہو مے تو لہو پیا ہون مین
محتسب آنکھون پر ہے کچھ آشوب

میر شاعر بھی زور کوئی تھا
دیکھتے ہو نہ بات کا اسلوب

ردیف تا

روز نہ ملون یار سے یا شب ہو ملاقات
کیا فکر کرون مین کہ کسو ڈھب ہو ملاقات

نے بخت کی یاری ہے نہ کچھ جذب ہے کامل
وہ آپھی ملے تو ملے پھر جب ہو ملاقات

دوری مین کرون نالہ و فریاد کہان تک
یکبار تو اوس شوخ سے یا رب ہو ملاقات

جاتی ہے غشی بھی کبھو آتی ہین بخود بھی
کچھ لطف اوٹھے یار سے اگر اب ہو ملاقات

وحشت ہے بہت میر کو مل آئیے چلکر
کیا جانیے پھر یان سے گئے کب ہو ملاقات

سب ہوے نادم پئے تدبیر ہو جانان سمیت
تیر تو نکلا مرے سینے سے لیکن جان سمیت

تنگ ہو جاویگا عرصہ خفتگان خاک پر
گر ہمین پر زمین سو نبیاد ارمان سمیت

پر زلفوں میں منہ چھپا کے پوچھا
اب ہوویگی میر کسقدر رات

جیتا ہے نہیں ہو جسے آزار محبت
مایوس ہوں میں بھی کہ ہوں بیمار محبت

امکان نہیں جیتے جی ہو قید سے آزاد
مر جائیے تبھی چھوٹیے گرفتار محبت

تقصیر نہ خوباں کی نہ جلاد کا کچھ جرم
تھا دشمن جانی مرا اقرار محبت

ہر جنس کو خوباں ملے بازار جہاں میں
لیکن نہ ملا کوئی خریدار محبت

اس راز کو رکھ جی ہی میں تا جی بچے گا
زنہار جو کرتا ہو تو اظہار محبت

ہر نقش قدم تیرے سر کوچے میں عاشق
ٹک سیر تو کر آج تو بازار محبت

کچھ مست ہیں ہم دیدۂ پرخون جگر سے
آیا ہی ہو ساغر سرشار محبت

بیکار مزہ عشق میں ہو تم رونے سے ہرگز
یہ گریہ ہی ہے آب رخ کار محبت

مجھ سا ہی ہو مجنون سو یہ کم ثانی ہے غافل
ہرگز نہیں اے میر سزاوار محبت

جی میں ہی ہے یاد رخ و زلف سیہ فام بہت
رونا آتا ہے مجھے ہر سحر و شام بہت

دست صیاد تلک بھی میں نہ پہنچا جیتا
بے قراری نے لیا مجھکو تہ دام بہت

ایک دو چشمک ادھر گردش ساغر کہ مدام
سر چڑھی رہتی ہے یہ گردش ایام بہت

ہو عاشقی میں کوئی خوار ایک طرح

ہر طرح تو زلیل ہے رکتا ہے دم بہی

ممکن نہیں وگرنہ ہو دیدار ایک طرح

ہر چند حسن دوست سے ہو تسکین آرزو

آتا نہیں نظر وہ طرحدار ایک طرح

گھر گلی سے گاہ وہ لائے کوچۂ یار کی طرح

قطعہ

کیو نکان ہو اب سہا ہو زار ایک طرح

گھر دو ساکی جاکر گھر میں بایاں کہتے ہو

بازخواہ خون ہے میخوار ساقی تجکو بیچ

اوج دولت کا ساہی یان فقر کی پستی کے بیچ

ساتھ ہو اس بیکسی کے عالم ہستی کے بیچ

عرش پر ہے ہم نے پڑے شان الفت کا دماغ

ہم سیہ کاروں کا ہنسا وہ ہے میخانے کی اور

آ گئے ہیں میر مسجد میں چلے مستی کے بیچ

ردیف حای حطی

ہونے لگا گداز غم یار بے طرح

رہنے لگا ہے دل کو اب آزار بے طرح

اب کچھ طرح نہیں ہے کہ ہم غمزدے ہوں شاد

کہنے لگا ہے منہ سے ستمگار بے طرح

جان پر تمہارے ہاتھ سے ہو گا نہ اب کوئی

رکھنے لگے ہو ہاتھ میں تلوار بے طرح

فتنہ اوٹھیگا ورنہ نکل گھر سے تو شتاب

بیٹھے ہیں آکے طالب دیدار بے طرح

لوہو میں شور بور ہے دامان و جیب میر

بپھرا ہے آج دیدۂ خونبار بے طرح

خاطر کرے ہے جمع وہ ہر بار ایک طرح

کرتا ہے چرخ مجھسے نئے یار ایک طرح

میں اور قیس و کوہکن اب جو زبان میں

مارے گئے ہیں سب یہ گنہگار ایک طرح

منظور ہو سکو پردے میں ہیں بیحجابیان

کس سے ہوا دوچار وہ عیار ایک طرح

سب طرح سے ہو سکا اپنی نظر میں تھے نہیں لیکن

پر ہم بھی ہو گئے ہیں گرفتار ایک طرح

ردیف دال مہملہ

کیا ہے جو اوٹھ گیا ہے پیا جانی تو آندھی کوئی زرد

یا بگولا ہے کوئی سر کو کھینچے ہے ابرو

شوق میں یہ محمل لیلیٰ کے ہوئے ہے غبار

اک بنا وادی مجنون سے اوٹھ چلی ہے گرد

دم سردی نہیں میں جاناں فرق کے بعد

میں بر سا ہے کہیں شاید ہوا آئی ہے سرد

[illegible]

غزلیات میر

۵۵

یکتا یوسف کو کیونکر نہ دین نسبت
کب شنیدہ ہو دیدہ کے مانند
میر صاحب بھی اوسکی ہان تھے لیکن
بندۂ زر خرید کے مانند

نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد
آخر کار کیا کہا قاصد

کوئی پہونچا نہ خط مرا اوس تک
میرے طالع ہین نارسا قاصد

سرنوشت زبون سوز رہو خاک
راہ کھوٹی نکر تو جا قاصد

گر پڑا خط تو تجھپہ حرف نہین
یہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد

یہ تو رونا ہمیشہ ہی مجھکو
پھر کبھو پھر کبھو بھلا قاصد

اب غرض خامشی ہی بہتر ہی
کیا کہون تجھسے ماجرا قاصد

شب کتابت کی وقت گریہ نہ
جو لکھا خط سو بہہ گیا قاصد

کہنہ قصہ لکھا کرون تا کے
بھیجا کب تک کرون نیا قاصد

ہے طلسمات اوسکا کوچہ تو
جو گیا سو وہین رہا قاصد

پاؤن پر ہی برات جسکا جواب
اوسکو گذری ہی ہین سالہا قاصد

نامۂ میر کو اوڑاتا ہے
کاغذ باد کر گیا قاصد

ہون رہگذر مین تیری ہر نقش پا ہے شاہد
اوڑتی ہی خاک میری باد صبا ہے شاہد

طوف حرم مین بھی مین بھولا نہ تجھکو ہرگز
آتا تھا یاد تو ہی میرا خدا ہے شاہد

شہر ... ہے
وقت سحر شاہد دست دعا ہی شاہد

56

موندا آنکھین سفر عدم کا کر | بس ہے دیکھا نہ عالم ایجاد

فکر تعمیر مین نہ رہ منعم | زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد

خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہین | کس خرابی مین ہم ہوئے آباد

سنتے ہو ٹک سنو کہ پھر مجھ بعد | نہ سنو گے یہ نالہ و فریاد

لگتی ہے کچھ سموم سی تو نسیم | خاک کس دل جلے کی دی برباد

بھولا جا ہے غم تب اس مین جا | غرض آتا ہے پھر خدا ہی یاد

ترے قید قفس کا کیا شکوہ | نالے اپنے سہی اپنی سی فریاد

ہر طرف ہین اسیر ہم آواز | باغ ہے گھر ترا تو اے صیاد

ہمکو مرنا یہ ہے کہ کب ہو کہین | اپنی قید حیات سے آزاد

ایسا وہ شوخ ہے اوٹھتی صبح | جانا سو جاے اوسکی ہے معتاد

نہین صورت پذیر نقش اوسکا | یون ہی تصدیع کھینچے ہے بہزاد

قطعہ

خوب ہے خاک سے بزرگون کی | چاہنا تو مرے تئین امداد

نامراد ہوئی ہے جسپہ پروانہ | وہ جلاتا پھرے چراغ مراد

بر مروت کہان کی ہے اے میر | تو ہی مجھ دل جلے کو کر ارشاد

مین منع میر تجھکو کرتا نہ تھا ہمیشہ
کھولی نہ جان تو نی دل کو لگا لگا کر

نہو ہرزہ درا تنا خموشی ای جرس بہتر
نہو نا ہی بھلا تہا سا تہی اوس چشم گریانکی
سدا ہو خار خار باغبان گل کا جہان تا نہ
بڑا ہی امتحان لیکن نہ سمجھی تو تو کیا کری
سیہ کر دونگا گلشن دود دل سی باغبان مین بھی
کیا داغون سی رشک باغ ای صد آفرین الفت
قدم تیری جہوی تھی جسی اب وہ ہاتھ ہی سر سے

نہین اس قافلی مین اہل دل ضبط نفس بہتر
نظر ای ابر تر آ بھی نہ آو یگا برس بہتر
سمجھ ای عندلیب وس باغ سی کنج قفس بہتر
شہادت گاہ مین یہچل سب اپنی بلہوس بہتر
جلا آتش مین میری آشیان کی خار وخس بہتر
یہ سکیہ ہمکو بھی ایسا ہی تہا در کار بس بہتر
مری حق مین نہونا ہی تہا یان تک دست رس بہتر

عبث پیچھی ہی مجہ سی میر مین صحرا کو جاتا ہون
خرابی ہی یہ دل رکھا ہی جو تو نی تو بس بہتر

آشوب دیکھ چشم تری سر رہی ہین جوڑ
لاکھون جتن کیی نہوا ضبط گریہ لیک
زخم ہزار دن سی میری ہنگ بد خبر رہی
گرمی سی برشکال کی پروا ہی کیا ہمین

پلکون کی صف سی بہہ گئین منہ کو موڑ موڑ
سنتی ہی نام آنکھ سی آنسو گری کی دوڑ
اب ضبط گریہ سی ہی ادھر ہی کو سنچ جوڑ
برسون رہی ہی جا کی رنگون کی یان ہی روڑ

گداز عاشقی کا میر کے سب کر آیا تھا
جو دیکھا شمع مجلس کو تو پانی ہو گئی گھل کر

گر رحم ٹک کبھو کرے ستم مجھ پر جفا کار اسقدر
اک سینہ خنجر سیکڑوں یکجان آزار اسقدر

بھاگی مری صورت سے وہ عاشق میں اوسکی شکل کے
میں اوسکا خواہاں یاں فلک وہ مجھ سے بیزار اسقدر

منزل ہے ہو نکلنا اک طرف ذی صبر ہے دی ہے سکون
یکسر قدم میں آبلے پھر راہ پر خار اسقدر

ہر جا ہے ہر دل میں گئے اور گذر کرتی وفا
گر رحم ٹک اپنے اوپر پت ہوا آزار اسقدر

جز کشمکش ہووے تو کیا عالم سے ہمکو فائدہ
یہ بے فضا ہے اک قفس ہم ہیں گرفتار اسقدر

قطعہ

غیر اور بغل گیری تری عید اور ہمسے بھاگنا
ہم بار یوں یوں غمزدہ خوش ہوں ہیں اغیار اسقدر

طاقت نہیں ہے بات کی کہتا تھا نعرہ مار کر
کیا جانتا تھا میر ہو جاویگا بیمار اسقدر

قیامت تھا سماں اوس خشمگیں پہ
کہ تلواریں چلیں ابرو کی چیں پر

نہ دیکھا آخر اوس آئینہ رو کو
نظر سے بھی نگاہ واپسیں پر

گئے دن عجز و نالی کے کہ اب ہے
دماغ نالہ چرخ ہفتمیں پر

ہوا ہے ہاتھ گلدستہ ہمارا
کہ داغ خون بہت ہے آستیں پر

ہر سحر لگ چلی تو ہے تو نسیم
شاخ شانے نے ہزار نکلینگے

ای سیہ مست ناز ٹک ہشیار
جو گیا اوسکی زلف کا اک تار

قطعہ

واجب القتل اسقدر تو ہون
یہ تو آیا نہ سامنے میر کے

کہ مجھے دیکھکر کہے ہی پکار
لاؤ میری میان سپر تلوار

قطعہ

آ زیارت کو قبر عاشق پہ
نکلی ہے میری خاک سے نرگس

اک طرح کا ہے یان بھی جوش بہار
یعنی ابتک ہی حسرت دیدار

قطعہ

میر صاحب زمانہ نازک ہے
سہل سی زندگی پہ کام کی تئین
چارزن کا ہے مجملہ یہ سب
کوئی ایسا گناہ اور نہین

دونون ہاتھون سے تھامئی دستار
اپنے اوپر نکیجیے دشوار
سب سے رکھیے سلوک ہی ناچار
یہ کہ کیجیے ستم کسی پہ یار

قطعہ

وان جہان خاک کی برابر ہے
قدر ہفت آسمان ظلم شعار

یارب رہ طلب مین کوئی کب تک پھرا کرے
تسکین دے کہ بیٹھ رہون پاؤن گاڑ کر

منظور ہو نہ پاس ہمارا تو حیف ہے
آئے ہین آج دور سے ہم تجھکو تاڑ کر

غالب کہ دیوے قوت دل اس ضعیف کو
تنکے کو جو دکھاوے ہے پلمین پہاڑ کر

نکلینگے کام دل کے کچھ اہل ریش سے
کچھ ڈھیر کر چلین ہین سیے آگے اکھاڑ کر

اس فن کے پہلوانون سے کشتی رہی ہے میر
بہتون کو ہمنے زیر کیا ہے پچھاڑ کر

مرتے ہین تیری نرگس بیمار دیکھکر
جاتے ہین جی سے کسقدر آزار دیکھکر

افسوس ہے کہ منتظر اک عمر تک رہے
پھر مر گئے ترے تئین یکبار دیکھکر

ناخواندہ خط شوق لگے چاک کرنے تو
قاصد تو کہیو ٹک کہ جفا کار دیکھکر

کوئی جو دم رہا ہے سو آنکھون سے ہے بہ آب
کریو ٹک ایک وعدۂ دیدار دیکھکر

دیکھین جدہر وہ رشک پری پیش چشم ہے
حیران رہ گئے ہین یہ اسرار دیکھکر

جاتا ہے آسمان لئے کوچہ سے یار کے
آتا ہے جی بھرا در و دیوار دیکھکر

تیری خرام ناز پہ جاتے ہین جی سے چلے
رکھہ ٹک قدم زمین پہ ستمگار دیکھکر

طالع نے چشم پوشی کی یان تک کہ ہمنشین
چھپتا ہے مجھسکو دور سے اب یار دیکھکر

جی مین تھا اوس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر

قطعه

ایکونکی کماں کھینچی ایکون کو دار کھینچا	اسرار عاشقی کا بچاوے یار کھاکر
طاعت کوئی کرے ہی جب ابر و زجہو سے	گر ہو سکے تو زاہد اسوقت مین گنہ کر

کیون تونے آخر آخر اسوقت منہ دکھایا
دی جان میر نے جو حسرت سے اک نگہ کر

شیخی کا اب کمال ہے کچھ اور	حال ہی اور قال سے ہے کچھ اور
وعدے برسون کے کتنے دیکھے ہین	دم مین عاشق کا حال ہی کچھ اور
سہل مت بوجھ یہ طلسم جہان	ہر جگہ یان خیال سے ہے کچھ اور
تو رگ جان سمجھتے ہو گی نسیم	اوسکے گیسو کا بال ہی کچھ اور
نہ ملین گو کہ ہجر مین مر جائین	عاشقون کا وصال ہی کچھ اور
کوزہ پشتی پہ شیخ کی مت جا	اوسپہ بھی احتمال ہی کچھ اور
اسمین او سمین بڑی تفاوت ہے	کبک کی چال ڈہال ہی کچھ اور

میر تلوار چلتی ہے تو چلے
خوش خرامونکی چال ہی کچھ اور

جو دل اپنا ہوا تھا زخمی چور	ضبط گریہ سے پڑ گئے ناسور
صبح اوس سرد مہر کی آگے	قرص خورشید ہو گیا کافور

مشت خاک اپنی جو پامال ہے یان سے بچا چشم وا دیکھ کر اس باغ مین کیجو نرگس	سر کو کھینچے گا فلک تک یہ غبار آخر کار آنکھون سے جاتی رہیگی یہ بہار آخر کار

اول کار محبت تو بہت سہل ہے میر
جی سے جاتا ہے ولی صبر و قرار آخر کار

خط مین ہے کیا سماں پسینے پر کوئی ہوتا ہے دل طپش سے برا دل سے میری شکستین الجھی ہین چاک سینے سے کھل گئے ٹانکے	موتی گویا جڑے ہین سینے پر ایک دم کے لہو نہ سپنے پر سنگ باران ہے آبگینے پر کیا رفو کم ہوا ہے سینے پر

جور دلبر سے کیا ہون آزردہ
میر اس چار دن کے جینے پر

ہم بھی پھرتے ہین یک حشم لیکر دست کش نالہ پیش رو گریہ مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے اوسکی اوپر کہ دل سے تھا نزدیک بارہا صید گہ سے اوسکے گئے	دستۂ داغ و فوج غم لیکر آہ چلتی ہے یان علم لیکر یعنی آگے چلینگے دم لیکر غم دوری چلے ہین ہم لیکر داغ یاس آہوے حرم لیکر

جھگڑے دکھا کی باعث ہنگامہ ہی رہا کیے
پر گھر سے در پہ آئی نہ تم بات ہان کر

کہتے نہ تھے کہ جان سے جاتی رہینگے ہم
اچھا نہیں ہے آنہ ہمین امتحان کر

کم گو جو ہم ہوئے تو ستم کچھ نہو گیا
اچھی نہیں یہ بات مت اتنی زبان کر

ہم وے ہین جنکے خون سے تری راہ سب ہے گل
مت کر خراب ہمکو تو اورون مین سان کر

تا کشتۂ وفا مجھے جانے تمام خلق
تربت پہ میری خون سے میری نشان کر

ناز و عتاب و خشم کہا تک اوٹھائیے
یارب کبھو تو ہم سے اوسے مہربان کر

افسانے یاد حسن کی سنین میر کب تلک
چل اب کہ سو رہین منہ پہ دوپٹے کو تان کر

آزار دیکھے کیا کیا ان پلکون سے اٹک کر
جی لگ گئے ہین کانٹے دل مین کھٹک کھٹک کر

سرو و تذرو دونون پھر آپ مین نہ آئے
گلزار مین چلا تھا وہ شوخ ٹک لٹک کر

کب آنکھ کھول دیکھا تیری تئین سرہانے
ناچار مر گئے ہم سر کو پٹک پٹک کر

حاصل بجز کدورت اس خاکدان سے کیا ہے
خوش وہ کہ اوٹھ گئے ہین دامان جھٹک جھٹک کر

یہ مشت خاک یعنی انسان ہے ہرو کش
ورنہ اوٹھائی کن نے اس آسمان کی ٹک کر

دل کام چاہتا ہے اوسکی گیسو نسے
وان مر گئے ہین کتنے برسون اٹک اٹک کر

ٹک منہ سے اوسکو دی شب صبح سر گیا تھا
جاتی رہی نظر سے مہتاب سی چھٹک کر

ردیف زای معجمہ

[illegible]

خط کا [illegible] صفا ہنوز
ہونی نہیں بہار کی [illegible] صفا ہنوز
غنچہ چمن چمن [illegible] ہوا ہنوز
دل ہی [illegible] کیا ہنوز
احوال نامہ [illegible] ہنوز

کچھ نہ پوچھ دل ہے کسی مجھ سے زار کا
کھلتا نہیں ہے جو سبھی سے تری صبا ہنوز
توڑا تھا کس کا شیشۂ دل تو نے سنگدل
ہے دل خراش کوچے مین تیری صدا ہنوز
چلتے مین اوسکے میر الہو تھا سو لی چکا
اوڑتا نہیں ہے طائر رنگ حنا ہنوز
بے بال و پر اسیر ہون کنج قفس مین میر
جاتی نہیں ہے سر سے چمن کی ہوا ہنوز

[illegible] پارہ پارہ ہنوز
آتش دل نہیں بجھی [illegible] شرارہ ہنوز
قطرۂ اشک [illegible] ستارہ ہنوز
لب پہ آئی ہے جان کب کی [illegible] اشارہ ہنوز
دردون کا [illegible] چارہ ہنوز

مر گیا مین پہ سر و باقی ہین آثار ہنوز
تر ہین سب سر کی لہو سے در و دیوار ہنوز

دل بھی پر داغ چمن ہو پر اسے کیا کیجیے
ہی سماتی ہی نہین حسرت دیدار ہنوز

بہ گئی عمر ہوئے ابر بہاری گو ولے
لہو برسا رہے ہین دیدۂ خونبار ہنوز

بدتر لیجا ئیو پوچھو ن ہو ان تجھی سے یہ طبیب
نہ ہوا کوئی بھی اس درد کا بیمار ہنوز

بارہا چل چکی تلوار تری چال یہ شوخ
تو نہین چھوڑتا اس طرز کی رفتار ہنوز

ایکدن بال فشان ٹک ہوتے تھے خوش ہو کر
ہین غم دل کی اسیری مین گرفتار ہنوز

کوئی تو آبلہ پا دشت جنون سے گذرا
ڈوبا ہی جای ہی لہو مین سر خار ہنوز

منتظر قتل کی وعدے کا ہون اپنے یعنی
جیتا مرنے کو رہا ہی یہ گنہگار ہنوز

اڑ گئی خاک ہو کتنی ہی تری کوچے سے
باز آتی نہین پر تیری ہوا دار ہنوز

قطعہ

ایک بھی زخم کی جا جسکے نہو تن پہ کہین
کوئی دیتا ہی ستا ویسی کو آزار ہنوز

ٹک تو انصاف کر اے دشمن جان عاشق
میان سے نکلی پڑی ہی تری تلوار ہنوز

قطعہ

میر کو ضعف مین مین دیکھ کہا کچھ ہی
ہی تجھی کوئی گھڑی قوت گفتار ہنوز

ابھی اک دم مین زبان چلتی ہی رہ جاتی ہی
درد دل کیون نہین کرتا ہی تو اظہار ہنوز

بعد مرنے کے بھی آرام نہین میر مجھے
اوسکے کوچے مین ہی پامال مری خاک ہنوز

پھر نظر دیکھنے پاتا نہین مین ترے تئین بھی
دامن دیدۂ گریان ہی مرا ابر بہاری ہنوز

اشک کی نوبت [illegible] ہوچکی ختم [illegible] ہنوز

آنکھو مین آن رہی ہی جو نکلتا ہی نہین
[illegible] حسرت دیدار ہنوز

ہو چکا خون جگر رونا نہین پر کم ہنوز
ہین مژہ دستور سابق ہی سے میری نم ہنوز

دل جلون پر رکھتی ہین جلوے پہ سوز جگر
شمع رکھتی ہی ہماری گور پر ماتم ہنوز

وضع یکسان اس زمانے مین نہین رہتی ہنوز
قد ترا چوگان رہا ہی کس طرح سے خم ہنوز

۶۴

ردیف سین مہملہ

[illegible]

حیران ہون میر نزع مین اب کیا کرون بھلا
احوال دل بہت ہی مجھو فرصت ہی کی نفس

کیونکی نکلا جای بحر غم سی مجھ بیدل کی پاس
آکی ڈوبی جاتی ہی کشتی مری ساحل کی پاس

ہی پریشان دشت مین کس کا غبار ناتوان
گرد کچھ گستاخ آتی ہی چلی محمل کی پاس

گرم ہوگا حشر کو ہنگامہ دعوی بہت
کاشکی مجھکو نہ لی جاوین تہ قاتل کی پاس

دور اس سی جون ہوا دل پر بلا ہی مضطرب
اس طرح تڑپا نہین جاتا کسو بسمل کی پاس

بوی خون آتی ہی باد صبح گاہی سی مجھے
نکلی ہی بیدرد شاید ہو کسی گھایل کی پاس

آہ نالی مت کیا کر اس قدر بیتاب ہو
ای ستمکش میر ظالم ہی جگر بھی دلکی پاس

مر گیا مین ملا نہ یار افسوس
ہای افسوس صد ہزار افسوس

ہم تو ملتے تھے جب اہا ہا ہا
زیادہ وہ بھی روزگار افسوس

یون گنواتا ہی دل کوئی مجھکو
یہی آتا ہے بار بار افسوس

قتل گر تو ہمین کرے گا خوشی
یہ توقع تھی تجھ سے یار افسوس

رخصت سیر باغ تک نہوئے
یون ہی جاتی رہی بہار افسوس

خوب بد عہد تو نہ مل لیکن
میر تیرے تہا یہ قرار افسوس

شیخ ہو و شمن رن رقاص ۔ | کیون نہ انقاص کا ہجت انقاص
سال مین ایک بہاری تجہسی اک بار ہی ہو فیض | چشم نم دیدہ سی عاشق کی سدا جاری ہی فیض

سب آئینہ نمط رکہتی ہین خوبان اختلاط | ہوتی ہین لیکن یہ کب کتنی پریشان اختلاط
تنگ آیا ہو نہین شک تنگ پوشی سی ترے | اس تن نازک سی یہ جامی کو چسپان اختلاط

غیر مجہکو جو کہتی ہین محظوظ | تجہ سی ملتی ہین یا رہتی ہین محظوظ

سب پہ روشن ہی کہ شب مجلس مین جب آتی ہی شمع | اوس بہبہو کی سی کو بیٹہا دیکھہ جل جاتی ہی شمع

شیخ سچ خوب ہی بہشت کا باغ | جا بہینگی گر وفا کرے گا داغ
ہم اور تیری گلی سی سفر دروغ دروغ | کہان دماغ ہمین اسقدر دروغ دروغ
تم اور ہمسی محبت تمہین خلاف خلاف | ہم اور الفت خوب دگر دروغ دروغ
غلط غلط کہ رہین تمسے ہم تنک غافل | تم اور پوچہو ہماری خبر دروغ دروغ
فروغ کچہ نہین دعوی کو صبح صادق کی | شب فراق کو کب ہی سحر دروغ دروغ

کسو کی کہنی سی مت بدگمان ہو میر سی تو
وہ اور اوسکو کسو پر نظر دروغ دروغ

ردیف فا

اجکل کاہیکو بتلاتی ہو گستاخی معاف | راستی یہ ہی کہ وعدی ہین تمہارے سب خلاف

۶۶

نہ سمجھا گیا ابر کیا دیکھ کر
ہوا تمہاری چشم ترکیطرف

ٹپکتا ہے پلکون سے خون متصل
نہین دیکھتے ہم جگر کیطرف

مناسب نہین حال عاشق سے صبر
رکھے ہے یہ دار و ضرر کیطرف

کسی منزل دلکش [illegible] ہین
نہین میل خاطر سفر کیطرف

رگ جان کب آتی ہے آنکھون نہین میر
گئے ہین مزاج اوس کمر کی طرف

ردیف قاف

درد سے ہے جو رسے ہے بلا ہے عشق
شیخ کیا جانے تو کہ کیا ہے عشق

تو نہو وسے تو نظم کل اوٹھ جاوے
سچے ہین شاعران خدا ہے عشق

ردیف کاف تازی

بی چین مجھکو چاہتا ہر دم ہے زیر خاک
چھاتی پہ بعد مرگ بھی دل جم ہے زیر خاک

آسودگی جو چاہے تو مرنے پہ دل کو رکھ
آشفتگی طبع بہت کم ہے زیر خاک

تنہا تو اپنی گور مین رہنے پہ بعد مرگ
مت اضطراب کر تو کہ عالم ہے زیر خاک

رویا تہا نزع مین مین اوسے یاد کر بہت
ابتک مری ہر ایک مژہ نم ہے زیر خاک

کیا آسمان پہ کھینچے کوئی میر آپ کو
جانا جہان سے سب کو مسلم ہے زیر خاک

مقدور تک شراب سے رکھ انکھڑیوں نین رنگ
ہے چشمک سے پیالہ ہے ساقی ہوای گل

یہ دیکھ سینہ زاغ سے رشک چمن ہے یان
بلبل ستم ہوا نہ جو تو نے بھی کھای گل

بلبل ہزار جی سے خریدار اس کی ہے
اے گلفروش گر یو سمجھ کر بہای گل

نکلا ہے ایسی خاک سے کس سادہ رو کی بیخ
قابل درود بھیجنے کے ہے صفای گل

بارے سے رشک سرخ کی داغوں سے انکو
بستر بنا نہ سوتے تھے بھی ہم بچھای گل

اے عندلیب صلح کریں جنگ ہو چکی
ای زبان دراز تو سب کچھ سوای دل

گلچین سمجھ کے چنیو کہ گلشنین میر کے
لخت جگر پڑے ہیں نہیں برگہای گل

گل کی جفا بھی جانی دیکھی وفای بلبل
یکمشت پر پڑے ہیں گلشن میں جای بلبل

کرسیر جذب الفت گلچین نے کل چمن میں
توڑا تھا شاخ گل کو نکلی صدای بلبل

کھینچے ہیں خار ہو کر ہر شب یہ آل چمن میں
آتی ہے لب و دہن پر یہ نالہ ہای بلبل

یکبر گیوں کی راہیں طے کر کے مرگیا ہے
گل میں رنگین نہیں ہیں یہ ہیں نقش پای بلبل

آئی بہار و گلشن گل سے بھرا ہے لیکن
ہر گوشہ چمن میں خالی ہے جای بلبل

پیغام ابر غرض ہے سنتے نہیں ہیں خوبان
پہونچی نہ گوش گل تک آخر دعای بلبل

یہ دل خراش نالے ہر شب کی میر تیری
کر دینگے بی نمک ہی شور نوای بلبل

ہر چند شکستہ سیر ابھی لطف بہی نہین ہے	ایک آدہ رات کو تو یان بہی سحر کرو تم
تھی چشم داشت مجھکو ای دلبران یہ تمسے	دل کو مری اوڑا کر آنکھو نمین گھر کرو تم
اوس بزم خوش کی محرم نا آشنا ہین سارے	کسکو کہون کہ وان تک میری خبر کرو تم
ہر ہیچ پا راز بس راہ وصال و ہجران	ان دو ہی منزلون مین برسون سفر کرو تم
یہ ظلم ہے تو ہم بہی اس زندگی سی گذری	سوگند ہی تمہین اب جو درگذر کرو تم
روی سخن کہان تک غیرونکی اور آخر	ہم بہی تو آدمی ہین ٹک منہ ادہر کرو تم

قطعہ

ہو عاشقو نمین اوسکی تو آؤ میر صاحب — گردن کو اپنی موسی باریک تر کرو تم

کیا لطف ہے وگرنہ جبدم وہ تیغ کہینچی — سینہ سپر کرین ہم قطع نظر کرو تم

جانا کہ شغل رکہتی ہو تیر و کمان سی تم	پر مل چلا کرو بہی کسو خستہ جان سی تم
ہم اپنی جا کہ جیب کو سی رہتی ہی یا نہین	ہاڑی مین پانون دینی کو آئی کہان سی تم
اب دیکہتی ہین خوب تو وہ بات ہی نہین	کیا کیا وگرنہ کہتی تھے اپنی زبان سی تم
تنگی بہی تم ٹھہر کہین دیکہتی ہین تنگ	چشم وفا رکھو نہ خسان جہان سی تم
جاؤ نہ دل سی نظر تن مین ہی جا سہی	پچہتاؤ گی اوٹھو گی اگر اس مکان سی تم

کب آگے کوئی مرتا تھا کسی پر
تھارت کیا رہا اہل چمن سے

نہانین رکھہ گئے رسم وفا ہم
ہوئے اک عمر کے پیچھے رہا ہم

ہوا جسکے سبب اوسکو نہ دیکھا
نہ سمجھے میر کا کچھہ مدعا ہم

اگر راہ مین اوسکے رکھا ہی گام
سے گئے گذرے خضر علیہ السلام

دہن یار کا دیکھہ چپ لگ گئی
سخن یان ہوا ختم حاصل کلام

مجھے دیکھہ منہ پر پریشان کی زلف
غرض یہ کہ جا تو ہوئی اب تو شام

سر شام سے رہتی ہین ہمنشین
ہمین شوق اوس ماہ کا ہی تمام

قطعہ

قیامت ہی یان چشم و دل سے رہی
چلے بس تو وان جا کے کیجے قیام

نہ دیکھے جہان کوئی آنکھون کی اور
نہ لیوے کوئی جس جگہہ دل کا نام

جہان میر زیر و زبر ہو گیا
خرابان ہوا تھا وہ عشرت تمام

اگرچہ آوارہ جون صبا ہین ہم
لیک لگ چلنے مین بلا ہین ہم

کام کیا آتے ہین گے معلومات
یہ تو سمجھے ہی نہ کہ کیا ہین ہم

۷۳

ردیف نون

بیکلی بیخودی کچھ آج نہیں
ایک مدت سے وہ مزاج نہیں

درد اگر یہ ہے تو مجھے بس ہے
اب دوا کی کچھ احتیاج نہیں

ہمنے اپنی سی کی بہت لیکن
مرض عشق کا علاج نہیں

شہر خوبی کو خوب دیکھا میر
جنس دل کا کہیں رواج نہیں

وحشت میں ہوں بلا گر وادی پہ اپنی آؤں
مجنوں کی محنتیں سب میں خاک میں ملاؤں

ہنسکر کبھو بلایا تو برسوں تک رلایا
اوسکی ستم ظریفی کیسکے تئیں دکھاؤں

فرہادی ہوں تو ٹکڑے کوہ مری زباں سے
نالے کو بلبلوں کے خاطر میں بھی نہ لاؤں

پوچھو نہ دل کے غم کو ایسا نہو کہ یاراں
مانند روضہ خواں کے مجلس کے تئیں رلاؤں

یکدم تو چونک بھی پڑ شور و فغاں سے میرے
ای بخت خفتہ کبتک تیرے تئیں جگاؤں

از خویش رفتہ ہر دم فکر وصال میں ہوں
کتنا میں کھویا جاؤں یارب کہ تجھکو پاؤں

عریاں تنی کی شوخی وحشت میں کیا بلا تھی
تہ گرد کی نہ بیٹھی تا تن کے تئیں چھپاؤں

اگلے خطوں نے میرے مطلق اثر نہ بخشا
قاصد کی بدلے اب کی جا در مگر چلاؤں

دل تفتگی نے مارا مجھکو کہاں مژہ دی
اک قطرہ آب تا میں اس آگ کو بجھاؤں

کہیو قاصد جو وہ پوچھے ہمین کیا کرتے ہین
جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہین

عشق آتش بھی جو دیوے تو نہ دم ماریں ہم
شمع تصویر ہین خاموش جلا کرتے ہین

جائے ہے نہ مرض دل تو نہین اسکا علاج
اپنے مقدور تلک ہم تو دوا کرتے ہین

اوسکے کوچے مین نہ کر شور قیامت کا ذکر
شیخ یان ایسے تو ہنگامے ہوا کرتے ہین

بیبسی سے تو تری بزم مین ہم بہرے بنے
نیک و بد کوئی کہے بیٹھے سنا کرتے ہین

رخصت جنبش لب عشق کی حیرت سے نہین
مدتین گذری کہ ہم چپ ہی رہا کرتے ہین

تو پری شیشے سے نازک ہے نہ کر دعوی مہر
دل ہین پتھر کے اونہون کے جو وفا کرتے ہین

تجھسے لگ جاکے یہ یون جاتے رہین مجھکو حیف
دیدہ و دل نے سنجانا کہ دغا کرتے ہین

فرصت خواب نہین ذکر بتان مین ہمکو
رات دن رام کہانی سی کہا کرتے ہین

مجلس حال مین موزون حرکت شیخ کی دیکھ
غیر شرعی بھی دم رقص مزا کرتے ہین

یہ زمانہ نہین ایسا کہ کوئی زیست کرے
چاہتے ہین جو برا اپنا بھلا کرتے ہین

محض ناکارہ بھی مت جان ہمین تو کہ کہین
ایسے ناکام بھی بیکار پھرا کرتے ہین

تجھ بن اس جان مصیبت زدہ غمدیدہ پہ ہم
کچھ نہین کرتے تو افسوس کیا کرتے ہین

کیا کہین میر جی ہم تمسے معاش اپنی غرض
غم کو کھایا کرے ہین لوہو پیا کرتے ہین

مین سوختہ بھی منتظر روز جزا ہون
کو طاقت و آرام و خور و خواب گئے سب
بارے یہ غنیمت ہے کہ جیتا تو رہا ہون
معلوم نہین خوب مجھے
جون شمع سر شام سے تا صبح جلا ہون

ماتم کی ہوں زمین پہ جز من تو کیا عجب
ہوتا ہے نیل چرخ کی اس سبز کشت میں

سرمست ہم ہیں آنکھوں کی دیکھی سے یار کی
کب یہ نشہ ہے دختر رز تجہ پلیشت میں

ناصح کو چاک کر کہ کرے نامہ بر کو قتل
کیا یہ لکھا تھا میر مری سر نوشت میں

درد و اندوہ میں ٹھہرا جو رہا میں ہی ہوں
رنگ رو جسکے کبھی منہ نہ چڑھا میں ہی ہوں

بد کہا میں نے رقیبوں کو تو تقصیر ہوئی
کیوں نہ بخشو بھی بھلا سب میں برا میں ہی ہوں

اپنے کوچے میں فغاں جسکی سنو ہو ہر رات
وہ جگر سوختہ و سینہ جلا میں ہی ہوں

خار کو جن نے لڑی موتی کی کر دکھلایا
اس بیابان میں وہ آبلہ پا میں ہی ہوں

لطف آنے کا ہے کیا بس نہیں اب تاب جفا
اتنا عالم ہے میں جاؤ نہ کیا میں ہی ہوں

قطعہ

اس ادا کو تو ٹک اک سیر کر انصاف کرو
وہ برا ہے گا بھلا دوستو یا میں ہی ہوں

میں یہ کہتا تھا کہ دل جن نے لیا کون ہے وہ
یکبیک بول اوٹھا اس طرف آ میں ہی ہوں

جب کہا میں نے کہ تو ہی ہے تو پھر کہنے لگا
کیا کریگا تو مرا دیکھوں تو جا میں ہی ہوں

سنتے ہی ہنس کی ٹک اک سوچ کیا تو ہی تھا
جن نے شب رو کے سب احوال کہا میں ہی ہوں

میر آوارۂ عالم جو سنا ہے تو نے
خاک آلودہ وہ اے باد صبا میں ہی ہوں

قطعہ

غم کھینچنے کو کچھ تو توانائی چاہیے
سو یاں نہ دل میں تاب نہ طاقت ہے جان میں

غافل نہ رہیو ہمسے کہ ہم وے نہیں رہے
ہوتا ہے اب تو حال عجب ایک آن میں

دو دن گئے کہ آتش غم دل میں تھی نہاں
سوزش رہی ہے اب تو ہر اک استخوان میں

کہاں کی شمع و پروانے سے گئے مر
کہاں عاجز سخن قادر سخن ہوں

بہت آتش بجاں تھے اس چمن میں
ہمیں ہی شبہہ یاروں کی سخن میں

گداز عشق میں یہ بھی گیا میر
یہی دھوکا سا ہے اب پیرہن میں

جسکے لیے اپنی تو یوں جان نکلتی ہیں
کیا تیر ستم اوسکے سینے میں بھی ٹوٹے تھے
مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
کسکا ہے قماش ایسا گودڑ بھرے ہیں سارے

اس راہ میں وے جیسے انجان نکلتے ہیں
جس زخم کی چیرون ہوں پیکان نکلتے ہیں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں
دیکھو نہ جو لوگوں کے دیوان نکلتے ہیں

قطعہ

گہ لوہو ٹپکتا ہے گہ لخت دل آنکھوں سے
کرتے تو گلہ کس سے جیسی تھی ہمیں خواہش

یا ٹکڑے جگر ہی کے ہر آن نکلتے ہیں
اب دل سے ہی یہ اپنے ارمان نکلتے ہیں

قطعہ

جاگہ سے بھی جاتے ہو منہ سے بھی خشن ہو کر
سو کا ہیکو اپنی تو جوگی کی سی پھیری ہے

وے حرف نہیں ہیں جو شایان نکلتے ہیں
برسوں میں کبھو ایدہر ہم آن نکلتے ہیں

ان آئینہ رویوں کے کیا میر بھی عاشق ہیں

ہنگامۂ قیامت تازہ نہین جو ہوگا
رنگ پریدہ قاصد باد سحر کبوتر
تنکا نہین رہا ہی کیا اب نثار کیجئے

ہم اسطرح کی کتنے آشوب کر چکی ہین
کس کس کی ہم حوالی مکتوب کر چکی ہین
آگی ہی ہم تو گھر کو جاروب کر چکی ہین

کیا جانیے کیا ہے ای میر وجہ ضد کی
سو بار ہم تو اوسکو محجوب کر چکی ہین

جو حیدری نہین وسر ایمان ہی نہین
وہ ترک صید پیشہ مرا قصد کیا کرے
خال و خط ایسے فتنے لگا ہین یہ آفتین
ہین جزو خاک ہم تو غبار ضعیف سے
دیکھی ہو جسنے صورت دلکش وہ ایک آن
خورشید و ماہ و گل سبھی اودھر رہی ہین دیکھ
یکسان ہی تیری آگی جو دل اور آرسی
سجدہ اوس آستان کا نہ جسکی ہوا نصیب

ہوگو شریف مکہ مسلمان ہی نہین
دل بی پڑی سر تن مین مری جان ہی نہین
کچھ اک با وہ زلف پریشان ہی نہین
سر کھینچے کا ہم کنی سامان ہی نہین
پھر صبر اوس سی ہو سکی امکان ہی نہین
اوس چہرے کا اک آئینہ حیران ہی نہین
کیا خوب و زشت کی تجھی پہچان ہی نہین
وہ اہل اعتقاد مین انسان ہی نہین

کیا تجھکو بھی جنون تھا کہ جامے مین تیرے میر
سب کچھ بجا ہی ایک گریبان ہی نہین

کچھ کچھ کہونگا روز یہ کہتا تھا دل مین ہین — آشفتہ طبع میر کو پایا اگر کہین

سو کل ملا مجھے وہ بیابان کی سمت کو — جاتا تھا اضطراب زدہ سا ادھر کہین

لگ چل کی مین برنگِ صبا یہ اوسکو کہا — کیا خان ومان خراب ترا بھی ہی گھر کہین

آشفتہ جا بجا جو پھری ہی تو دشت مین — جا گہ نہین ہی شہر مین تجھکو مگر کہین

خون بستہ اپنی کھول مژہ پوچھتا بھی گر — رکھ ٹک تو اپنی حال کو مدِ نظر کہین

آسودگی سی جنس کو کرتا ہی کون سوخت — جاتی ہی نفع کوئی بھی جی کا ضرر کہین

موتی سی تیرے اشک ہین غلطان کسو طرف — یاقوت کی سے ٹکڑے ہین لختِ جگر کہین

تا کی یہ دشت گردی کہانتک یہ خستگی — اس زندگی سی کچھ تجھے حاصل بھی مر کہین

کہنے لگا وہ ہوکی پرآشفتہ یکبیک — مسکن کرے ہی دہر مین مجھسا بشر کہین

آوارہ گون کا ننگ ہی سننا نصیحتین — مت کہیو ایسی بات تو بارِ دگر کہین

تعیین جا کو بھول گیا ہون پہ ہی یاد — کہتا تھا ایک روز یہ اہلِ نظر کہین

بیٹھے اگرچہ نقش ترا تو بھی دل اٹھا — کرتا ہی جا یِ باش کوئی رہگذر کہین

کتنی ہی آئے لیگئے سر پر خیال میر
ایسے گئے کہ کچھ نہین اونکا اثر کہین

اب کچھ ہمارے حال پہ تم کو نظر نہین — یعنی تمہاری ہمسی دے آنکھین نہین ہین

نہ تنگ کر اسی ای فکر روزگار کہ مین
پھر اختیار ہی آگی ترا یہ ہی مجبور
یہ جا جو میری گلے کا ہی ہار تو ہی کی

دل اوس ستم کی لیے ستعار لایا ہون
کہ دل کو تجہ تئین بی اختیار لایا ہون
تری گلے کی لیے مین یہ ہار لایا ہون

چلا نہ اٹھکے وہین چپکے چپکے پھر تو میر
ابہی تو اوسکی گلی سے پکار لایا ہون

جفائین دیکھ لیان بیوفائیان دیکھین
تری گلی سی سدا ای کشندۂ عالم
گیا نظر سی جو وہ گرم طفل آتش باز
تری وصال کی ہم شوق مین ہو آوارہ
ہمیشہ مائل آئینہ ہے تجھے یا یا
شہانکہ کہل جواہر تہے خاک پا جنکی

بہلا ہوا کہ تری سب برائیان دیکھین
ہزارون آتی ہوئی چار پائیان دیکھین
ہم اپنی چہرون پہ اوڑتی ہوائیان دیکھین
عزیز و دوست سبہون کی جدائیان دیکھین
جو دیکھین ہمنی ہی تو خود نمائیان دیکھین
او نہین کی آنکھون مین پھر سلائیان دیکھین

بنی نہ اپنی تو اوس جنگجو سی ہرگز میر
لڑائین جب سی ہم آنکھین لڑائیان دیکھین

خوش قدان جب سوار ہوتی ہین
سرو قمری شکار ہوتے ہین
تیرے بالون کی وصف مین میرے
شعر سب پیچدار ہوتے ہین

ریزۂ الماس یا مشتِ نمک ہی کیا بُرا
گرچہ کس گنتی میں ہو پر ایکدم مجھ تلک تو آ
بس بہت سوا ہوا میں اب نہیں مقدور کچھ

جو میں ایسی زخمِ سینہ کو مرہم کرون
یا ادھر ہوں یا اودھر کبتلک شمارِ دم کرون
وہ طرح ڈھونڈھوں جس میں ہاتھ کچھ کم کرون

گو دھوان اُٹھنے لگا دل سے مرے پیچ و تاب
میر اس سے قطع ربط زلف خم در خم کرون

کیا میں نے رو کر فشارِ گریبان
کہیں مست چالاک ناخن نہ لاگے
نشان اشکِ خونی کے اُڑتے چلے ہیں
جنون تیری منت ہے مجھ پر کہ تو نے
زیارت کرون دل سے خستہ جگر کی
کہیں جائے یہ دور دامن بھی جلدی

رگ ابر تھا تار تارِ گریبان
کہ سینہ ہے قربِ جوارِ گریبان
خزان ہو چلی ہے بہارِ گریبان
نہ رکھا مرے سر پہ بارِ گریبان
کہاں ہوگی یارب مزارِ گریبان
کہ آخر ہوا روزگارِ گریبان

پھرون میر عریان نہ دامن کا غم ہو
نہ باقی رہے خارِ خارِ گریبان

بارہا وعدون کی راتیں آگئیان
عشق میں ایذائیں سب سے پائیان

طالعون نے صبح کر دکھلائیان
رہ گئے آنسو تو آنکھیں آئیان

چل چمن میں یہ بھی ہے کوئی روش
نازتا کی چند بے پروائیان
شوق قامت میں ترے اے نونہال
گل کی شاخیں لیتی ہیں انگڑائیان
پاس مجھکو بھی نہیں ہے میر اب
دور پہنچی ہیں مری رسوائیان

۸۳

لایا ہے مرا شوق مجھے پردے سے باہر
میں ورنہ وہی خلوتی راز نہاں ہوں

جلوہ ہے مجھی سے لب دریای سخن پر
صد رنگ مری موج ہی میں طبع رواں ہوں

پنجہ ہے مرا پنجۂ خورشید میں ہر صبح
میں شانہ صفت سایہ رو زلف بتاں ہوں

دیکھا ہے مجھے جن نے سو دیوانہ ہے میرا
میں باعث آشفتگی طبع جہاں ہوں

تکلیف نکر آہ مجھے جنبش لب کی
میں صد سخن آغشتہ بخون زیر زباں ہوں

ہوں زرد غم تازہ نہالان چمن سے
اس باغ خزاں دیدہ میں میں برگ خزاں ہوں

رکھتی ہے مجھے خواہش دل بسکہ پریشاں
در پی نہوا اس وقت خدا جانے کہاں ہوں

اک وہم نہیں بیش مری ہستی موہوم
اس پر بھی تری خاطر نازک پہ گراں ہوں

خوش باشی و تنزیہ و تقدس تھی مجھے میر
اسباب پڑے یوں کہ کئی روز یہاں ہوں

اب آنکھوں میں خوں دمبدم دیکھتے ہیں
نہ پوچھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہیں

جو بے اختیاری یہی ہے تو قاصد
ہمیں آکے اوسکے قدم دیکھتے ہیں

گہے داغ رہتا ہے دل گہ جگر خوں
ان آنکھوں سے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں

اگر جان آنکھوں میں اوس بن ہے یہ ہم
ابھی اور بھی کوئی دم دیکھتے ہیں

لکھیں حال کیا اوسکو حیرت سے ہم تو
گہے کاغذ و گہ قلم دیکھتے ہیں

گالی سوا کہ مجھسے سخن مت کیا کرو — اچھی لگی ہین مجھکو تری بد زبانیان

غیرون ہی کی سخن کیطرف گوش یار ہے — اوس حرف ناشنو نی ہماری نمانیان

یہ بیقراریان نہ کبھو اونے دیکھیان — جانکاہیان ہماری بہت سہل جانیان

مارا مجھی بھی سانکی غیرونہین اونے میر — کیا خاک مین ملائین مری جانفشانیان

تا ہو سکی نہ خرقہ طامات کی تئین — حسن قبول کیا ہو مناجات کی تئین

کیفیتین اوٹھی ہین یہ کب خانقاہ مین — بد نام کر رکھا ہی خرابات کی تئین

اور یہ خرام ناز سہی خوبانکی ہمنشین — ٹھوکر سے یہ اوٹھاتی ہین آفات کی تئین

ہم جانتی ہین یا کہ دل آشنا زدہ — کہیئے سو کس سے عشق کی حالات کی تئین

خوبی کو اوسکی ساعد سیمین کی دیکھکر — صورت گرون نے کھینچ رکھا ہاتھ کی تئین

اتنی بھی حرف ناشنوی غیر کی لیے — رکھ کان ٹک سنا بھی کرو بات کی تئین

سید ہو یا چمار ہو اسجا وفا ہی شرط — کب عاشقی مین پوچھتے ہین ذات کی تئین

آخر کی یہ سلوک کہ ہم اب تیری دیکھکر — کرتی ہین یاد پہلی ملاقات کی تئین

آنکھون نے میر صاحب و قبلہ ورم کیا — حضرت بکا کیا نکرو رات کی تئین

شکوہ کرون ہون بخت کا اتنے غضب نہو بتان
مجھکو خدا نخواستہ تمسے تو کچھ گلا نہین

نالے کیا نکر سنا نوحے مرے پہ عندلیب
بات مین بات عیب ہے مین نے تجھے کہا نہین

چشم سفید و اشک سرخ آہ دل حزین ہے یان
شیشہ نہین ہے مے نہین ابر نہین ہوا نہین

ایک فقط ہے سادگی تسپہ بلاے جان ہے تو
عشوہ کرشمہ کچھ نہین آن نہین ادا نہین

آب و ہواے ملک عشق تجربہ کی ہے مین بہت
کر کے دواے درد دل کوئی بھی پھر جیا نہین

ہووے زمانہ کچھ سے کچھ چھوٹے ہے دل لگا مرا
شوخ کسی ہی آن مین تجھسے تو مین جدا نہین

ناز بتان اوٹھا چکا دیر کو میر ترک کر
کعبے مین جا کے بیٹھ میان تیرے مگر خدا نہین

تجھ عشق مین تو مرنے کو طیار بہت ہین
یہ جرم ہے تو ایسے گنہگار بہت ہین

اک زخم کو مین ریزۂ الماس سے چیرا
دل پر ابھی جراحت نوکار بہت ہین

کچھ انکہ عیان ہین انکی نہین اک بلا کہ بس
دل زینہار دیکھ خبردار بہت ہین

بیگانہ خو قریب سے وسواس کچھ نہ کر
فریادی ترے زبان سے تو ہر بار بہت ہین

کوئی تو زمزمہ کرے میر آسا دلخراش
یون تو قفس مین اور گرفتار بہت ہین

خوبرو سب کی جان ہوتے ہین
آرزوے جہان ہوتے ہین

۸۷

وہ گنہگار ہمین ہین کہ جنہین کہتے ہین / عاشق زار چمن مرغ گرفتار چمن

خون ٹپکا ہی مژہ انوک سی ہر یک کی ہنوز / کس ستمدیدہ کی مژگان ہین تہ خار چمن

باغبان ہمسی خشونت سی نہ پیش آیا کر / عاقبت نالہ کشان بھی تو ہین دربار چمن

کم نہین ہی دل پرداغ بھی ای مرغ اسیر / گل ہین کیا ہی جو ہوا ہی تو طلبگار چمن

گل پہ ایسی تو پڑی وسخ امین کہ نسیم / سرو بھی ہو گئی وان گرمی بازار چمن

کیا جبا ٹھہرتی ہی دیکھی کل حشر کو میر
داغ ہر ایک مری دل پہ ہی خوندار چمن

بزم مین جو ترا ظہور نہین / شمع روشن کے منہ پہ نور نہین

کتنی باتین بنا کی لاؤن ایک / یاد رہتی تری حضور نہین

قطعہ

فکر مت کر ہمارے جینے کا / تیرے نزدیک کچھ یہ دور نہین

پھر جیئنگے جو تجھ سا ہو جان بخش / ایسا جینا ہمین ضرور نہین

عام ہے یار کی تجلی میر
خاص موسی و کوہ طور نہین

دامن پہ تیری گرد کا کیونکر اثر نہین / ہم دلجلونکی خاک جہانمین کدھر نہین

عجب ہوتے ہین شاعر بہی مین اس فرقے کا عاشق ہون
کہ بے دہڑک بہری مجلس مین یہ اسرار کہتے ہین

سخن ہرا ونکا اوڑا لیکن یہ سمجہین تو بہتر ہے
کہ خوبان بہی بہت اپنے تئین عیار کہتے ہین

سگ کو میر ہین اوس شیر حق کا ہون کہ جسکو سب
نبی کا خویش و بہائی حیدر کرار کہتے ہین

ایک پرواز کو بہی رخصت صیاد نہین
ورنہ یہ کنج قفس بیضۂ فولاد نہین

شیخ عزلت تو یہ ہے خاک بہی پہنچے گی ہم
مفت ہے سیر کہ یہ عالم ایجاد نہین

وادی چہوڑ نہین صیاد سے اپنے لیکن
ضعف سے میرے تئین طاقت فریاد نہین

کیون ہے معذور بہی کہہ یو تو سمجہ لے مین شیخ
یہ قدح خوار مرے قابل ارشاد نہین

کیا کہون میر فراموش کیا اون نے تجہے
مین تو تقریب بہی کی پر تو اوسے یاد نہین

آجاتے ہین ہم نظر جو کوئی دم بہت ہے یان
مہلت ہمین بسان شرر کم بہت ہے یان

یک لحظہ سینہ کوبی سے فرصت ہمین نہین
یعنی کہ دل کے جانے کا ماتم بہت ہے یان

حاصل ہے کیا سوائے ترائی کے دہر مین
اوٹھہ آسمان تلے سے کہ شبنم بہت ہے یان

مائل بغیر ہونا تجہ ابرو کا عیب ہے
تہی زور یہ کمان ولے خم بہت ہے یان

ہم رہروان راہ فنا دیر رہ چکے
وقفہ بسان صبح کوئی دم بہت ہے یان

مجلس مین تیرے دیکہو کب غیر خوش لگی ہی
بیطاقتی نے ہمکو چارون طرف سے کہویا

منصور کی حقیقت تمنے سنی ہی ہوگی
شکوہ کرون تو کس سے کیا شیخ و کیا برہمن

ہم ہیچ اونکی او سکی دیوار کہینچتے ہین
تصدیع گہر مین بیٹھے ناچار کہینچتے ہین

حق جو کہی ہی او سکو یان دار کہینچتے ہین
تا زاوس بلای جان کے سب یار کہینچتے ہین

ناوک سے میر اوسکے دل بستگی تہی مجہکو
پیکان جگر سے میری دشوار کہینچتے ہین

سمجہا تہنک نے اپنی تو سود و زیان کے بین
مانا کیا خدا کیطرح ان بتان کو مین

لاوین اوٹہا کے بعد مرے میری لاش کو
پہر کہہ رکہا ہی اپنی ہر اک مہربان سے مین

گردش فلک کی کیا ہی جو رہ قدح مین ہے
دیتا رہونگا چرخ مدام آسمان کو مین

جی جاوی تو قبول ترا غم بچا ئیو
رکہتا نہیں عزیز ہون اس میہمان کو مین

عاشق ہی یا مریض ہی پوچہو تو میر سے
پاتا ہون زرد روز بروز اس جوان کو مین

گر نالہ کشی کب تئین اوقات گذارین
فریاد کرین کس سے کہان جا کے پکارین

ہر دم کا بگڑنا تو کچہہ اب چہوٹا ہی آو
شاید کسی ناکام کا بہی کام سنوارین

دل مین جو کبہو جوش غم اوٹہتا ہی تو تا دیر
آنکہون سی چلی جاتی ہین دریا کی سی دہارین

بالین پہ سر اک عمر سے ہے دوست طلب کا
جو ہے سو گرا کس کے تئین جا ہاتہ پسارین
ان لوگون کو تو گر و نہ پہر سب یہین پیاسی
سو گز ہی جو یہ پہاڑ ہین تو اک گز ہی نہ دارین
ناچار ہوا رخصت جو منگا بہیجا تو بولا
مین کیا کرون جو میر ہی جاتی ہین سر بازار
یون ہی حیران و خفا جون غنچہ تصویر ہون
عمر گذری پر نجانا مین کہ کیون دلگیر ہون

۹۰

بڑا کہنا بھی میرا خوش نہ آیا اوسکو تو نہ
مری اوستاد کو فردوس اعلےٰ مین ملی جاگہہ
نگاہ چشم پرخشم بتان پر مت نظر کہنا
شراب خون بن یون سیر دل لبریز رہنا ہے

تسلی یہ دل ناشاد ہوتا ایک گالی مین
پڑا پایا کچھ نہ غیر از عشق مجھکو شعر سالی مین
ملا ہی زہر اے دل اس شراب پرتگالی مین
بھری ہین سنگریزی مین نی اس پیالی خالی مین

خلاف ان اور خوبان کی سدا یہ جی مین رہتا ہی
یہی تو میر اک خوبی ہی معشوق خیالی مین

آہ اور اشک ہی سدا ہی یہان
جس جگہہ ہو زمین تقتہ سمجہہ
گو کدورت سے وہ نہ دیوے رخ
رند مفلس جگر مین آہ نہین

روز برسات کے ہوا ہی یہان
کہ کوئی دل جلا گڑا ہے یہان
آرسی کے طرح صفا ہے یہان
جان محزون ہی اور کیا ہی یہان

قطعہ

کیسے کیسے مکان ہین ستھرے
اک سسکتا ہی ایک مرتا ہے
صد تمنا شہید ہین یک جا
دیدنی ہی غرض یہ صحبت شوخ

ایک ازان جملہ کربلا ہی یہان
ہر طرف ظلم ہو رہا ہی یہان
سینہ کوبی ہی تعزیا ہی یہان
روز و شب طرفہ ماجرا ہی یہان

کبتک اس تنگنا مین کھینچے رنج ترک سبزان شہر کرین اب	یان سے یارب ہی تو نکال ہمین بس بہت کر چکے نہال ہمین

وجہ کیا ہے کہ میر منہ پہ ترے
نظر آتا ہے کچہ ملال ہمین

نہ کیونکہ شیخ توکل کو اختیار کرین	زمانہ ہو وے مساعد تو روزگار کرین
گیا وہ زمزمۂ صبح فصل گل بلبل	دعا نہ ہو تجھے جمین تک ہم اب ہزار کرین
تمام صید سر تیر جمع ہین لیکن	نصیب اوسکے کہ جسکو ترا شکار کرین
تسلی تو ہو دل بیقرار خوبان سے	یہ کاش ملنے نہ ملنے کا کچہ قرار کرین
ہمین تو نزع مین شرمندہ آکے تمنے کیا	رہا ہی ایک رمق جی سو کیا نثار کرین
رہی سہی بہی گئی عمر ترے پیچھے یار	یہ کہہ کہ آہ ترا کب تک انتظار کرین
کرین ہین حادثے ہر روز وار آخر تو	سنان آہ دل شب کی ہم بہی پار کرین
یہ قتل غیر ہی کیا کام ہمنشینان آج	جو دشمنی نکرے وہ تو اوس کو یار کرین

ہوا ہون خاک رہ اسواسطے کہ خوبان میر
گزار گور پہ میری بہی ایک بار کرین

یہ غلط کہ مین پیا ہو قدح شراب تجھ بن	نہ گلا سی میری اوترا کبہو قطرہ آب تجھ بن

کہاں تک یہ تکلیف مالا یطاق ۔ ہوئی مدتوں ناز برداریاں

خط و کاکل و زلف و انداز ناز ۔ ہوئیں دام رہ صد گرفتاریاں

کیا درد و غم نے مجھے ناامید ۔ کہ مجنوں کو بھی تھیں بیماریاں

تری آشنائی سے ہی حد ہوئی ۔ بہت کی تھیں دنیا میں ہم یاریاں

نہ بھائی ہماری تو قدرت نہیں

کھنچیں میرؔ تجھسے ہی یہ خواریاں

دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں ۔ وقت ملنے کا مگر داخل ایام نہیں

مثل عنقا مجھے تم دور سے سنلو ورنہ ۔ ننگ ہستی ہوں مری جائے بجز نام نہیں

خطر راہ و خرابلک بہت دور کھنچا ۔ عمر گذری کہ بہم نامہ و پیغام نہیں

رازپوشی محبت کے تئیں چاہیے ضبط ۔ سو تو بیتابی دل بن مجھے آرام نہیں

بیقراری جو کوئی دیکھے ہے سو کہتا ہے

کچھ تو ہی میرؔ کہ اک دم تجھے آرام نہیں

کیا ظلم کیا تعدی کیا جور کیا جفائیں ۔ اس چرخ نیلی کیاں میں ہم سے بہت ادائیں

دیکھا کہاں وہ نسخہ اک روگ میں بسا ہا ۔ جی بھر کبھی نہ پینا بہتری کی دوائیں

اک رنگ گل کے ترہا یاں کے یہ نہیں کیا ہے ۔ اس گلشن جہاں میں ہیں مختلف ہوائیں

۹۳

بجھ نہ پہوکے آتش غم سے
جگر و دل کباب ہین دونون
سو جگہہ اوسکی آنکھین پڑتی ہین
جیسے مست شراب ہین دونون
پاؤن مین وہ نشہ طلب کا نہین
اب تو سرمست خواب ہین دونون
ایک سب آگ ایک سب پانی
دیدہ و دل عذاب ہین دونون

کرون کیون کہ انکار عشق آہ مین
یہ رونا بہلا کیا ہی گر کچہ نہین

کمر اوسکی رشک رگ جان ہی میر
غرض اوسسی باریک تر کچہ نہین

نالہ قید قفس سی چہوٹ اب یکدم نہین
گوش گل سی لگتی تہی جا کی سو وہ موسم نہین
ہم پہ کہینچی تیغ تو غیرون کو لگ لگتی ہے
وی اگر ہوونگے اسکے درمیان تو ہم نہین

بت برہمن کو کوئی نا محرم نہین اللہ کا
ہی حرم مین شیخ لیکن میر وہ محرم نہین

تری ابرو و تیغ وتیز تو ہمدم ہین یہ دونون
نہ کچہ کاغذ مین ہی نے قلم کو ورد نالونکا
لہو آنکہو نسی بہتی وقت رکہہ لیتا ہون ہاتہو کو
کسی چشمہ پہ دریا کی دیا اوپر نظر رکہیے
لب جانبخش اوسکی مار ہی رکہتی ہین عاشق کو
نہین ایسی وہ مرہ ناٹل جہلک رہی ہی تیغ بہی اندر
کہلے سینہ کی داغ نیز ٹہہرتے ہین کچہ آنسو
کبہو دل رنج لگتا ہی جگر گاہی تڑپتا ہے

ہوی ہین دل جگر بہی سامنی رستم ہین دونون
لکہون کیا عشق کی حالات نامحرم ہین دونون
جراحت ہین اگر وی دونون تو مرہم ہین دونون
ہماری دیدہ نمدیدہ کیا کچہ کم ہین دونون
اگرچہ آبحیوان ہین ولیکن سم ہین دونون
ہماری کشتہ خون مین متفق باہم ہین دونون
چمن مین ہر دو زری کی گل و شبنم ہین دونون
غم ہجران مین جدائی کی ہماری جم ہین یہ دونون

ردیف واو

ہوا گی ابر مین گر مین نہین جو تو نہو ساقی — دم افسردہ کردی منجمد رشحات باران کو

جلین مین کب کر مژگان آنسو ونکی گرجوشی سی — اس آب چشم کی جوشش لگا آتش دی نیستانکو

غرور ناز سی آنکھین ملکہو لین اُس جفا جو نی — ملا یا پاؤن تلی جبتک نہ چشم صد غزالان کو

نہ سی چشم طمع خوان فلک پر خام دیتی ہی — کہ جام خون دیتی ہی ہر سحر اپنی مہمان کو

لبِ ناواقفِ شادی اگرہم بزم عشرت مین — زبان زخم دل سمجھی جو دیکھا روی خندانکو

نہین رنگ رفتن مجنونکی دلکی بیقراری نی — کیا ہی مضطرب ہر ذرہ گرد بیابان کو

کیکی واسطی رسوائی عالم ہو پہ جی مین رکھ — کہ مارا جا دی جو ظاہر کری اس راز پنہانکو

گری پڑتی ہی بجلی ہی تبھی سی خرمن گل پر — تمک اک ہنس سی روئی پر کہہ دیکھی تیری دندانکو

غرور ناز قاتل کو لیی جاتا ہی کوئی پوچھی — چلا تو سونپ کر کسکی تئین اس صید بیجانکو

وہ تخم سوختہ تھی ہم کہ سرسبزی نکی حاصل — ملایا خاک مین دانہ نمط حسرت سی دہقانکو

ہوا ہون غنچہ پژمردہ آخر فصل کا تجہ بن — ندی برباد حسرت کشتہ سرور گریبان کو

غم و اندوہ بیتابی الم بیطاقتی حرمان — کہوں ای ہمنشین تا چند غمہای فراوان کو

بہت روئی جو ہم یہ آستین رکھ منہ پہ ای بجلی — نہ چشم کم سی دیکھہ اس یادگار چشم گریانکو

مزاج اس وقت ہی اک مطلع تازہ پہ کہہ مائل
کہ ہی فکر سخن دیتی نہین ہرگز سخندان کو

بیہوشی سے آتی ہے تجھے اوسکی گلی مین
گر ہو سکے اے میر تو اوس راہ نجا تو

خط لکھ کے کوئی سادہ نہ اسکو ملول ہو
ہم تو ہون بدگمان جو قاصد رسول ہو

چاہون تو بھر کے کوئی اٹھا لون ابھی تمہین
کیسے ہی بھاری ہو مرے آگے تو پھول ہو

سرمہ جو نور بخش ہے آنکھونکو خلق کی
شاید کہ راہ یار کی ہے خاک دھول ہو

جاوین نثار ہوئی کو ہم کس بساط پر
اک نیم جان رکھتے ہین سو وہ جب قبول ہو

ہم ان نونین لگ نہین پڑتے ہین صبح و شام
ورنہ دعا کرین تو جو چاہین حصول ہو

دل لیکے لونڈے دلی کی کب کا پچا گئے
اب ان سے کہائی پی ہوئی شے کیا وصول ہو

ناکام اس لیے ہو کہ چاہو ہو سب کچھ آج
تم بھی تو میر صاحب قبلہ عجول ہو

کہتے ہو اتحاد ہے ہم کو
ہان کہو اعتماد ہے ہم کو

شوق ہی شوق ہے نہین معلوم
اوس سے کیا دل نہاد ہے ہم کو

خط سے نکلے ہے بیوفائی حسن
اس قدر تو سواد ہے ہم کو

آہ کس ڈھب سے روئیے کم کم
شوق حد سے زیادہ ہے ہم کو

شیخ پیر مغان کی خدمت مین
دل سے اک اعتقاد ہے ہم کو

کبتک گرہ رہی کا سینے مین دل لگی مانند
ہم دور ماندگان کی منزل رسان مگر اب

مسند نشین ہو گر عرصہ ہی تنگ اوس پر
تا چند کوچہ گردی جیسے صبا زمین پر

گر ذوق سیر ہی تو آوارہ اس چمن مین
یہ جان تو کہ ہر ایک آوارہ دشت دل

کیا ہو حباب سان پان آکر دیکھے اپنی آنکھون
از خویش رفتہ ہر دم رہتے ہین ہم جو اوس بن

تیہر سے توڑ ڈالون آئینے کو ابہی مین
اوس تیغ زن سے کہیو قاصد مری طرف سے

ہمسایہ اوس چمن کی کتنے شکستہ پا ہین

اے اشک شوق یکدم رخسار پر روان ہو
یا ہو صدا جرس کی یا گرد کاروان ہو

آسودہ وہ کسو کا خاک آستان ہو
اے آہ صبحگاہی آشوب آسمان ہو

مانند عندلیب گم کردہ آشیان ہو
خاک چمن کی اوپر برگ خزان جہان ہو

گر ہیر ہن مین میری میرا تجہے گمان ہو
کہتے ہین لوگ اکثر اس وقت تم کہان ہو

گر روی خوبصورت تیر انہ درمیان ہو
ابتک بہی نیم جان ہون گر قصد امتحان ہو

اتنے لیے کہ شاید اک باد گلفشان ہو

میر و سکو جان کر تو بے شبہ بلیو رہ پر
صحرا مین جو نمو ہو بیٹہا کوئی جوان ہو

گرچہ کب دیکھتے ہو پر دیکھو
عشق کیا کیا ہمین دکھاتا ہے

آرزو ہے کہ تم ادہر دیکھو
آہ تم بہی تو اک نظر دیکھو

گر ساتھ لی گرد تو دل مضطرب تو میر
آرام کر چکا ترے مشت غبار کو

اچھی لگی ہے تجھ بن گل گشت باغ کسکو
صحبت رکھی گلوں سے اتنا دماغ کسکو

ہے سوز داغ دل پہ گر یہی جلی بجا ہے
اچھا لگی ہے اپنا گھر بے چراغ کسکو

صد چشم داغ و آہ جن دل پر یری میں وہ ہوں
دکھلا رہا ہے لالہ تو اپنا داغ کسکو

گلچین عیش ہوتے ہم بھی چمن مین جا کر
آہ و فغان سے اپنی لیکن فراغ کسکو

اوسکی بلا سے جو ہم اے میر گم بھی ہو وین
ہمسے غریب کا ہو فکر سراغ کسکو

دن گذرتا ہے مجھے فکر ہی مین تا کیا ہو
رات جاتی ہے اسی غم مین کہ فردا کیا ہو

سب ہین دیدار کے مشتاق پر ایسے غافل
حشر برپا ہو کہ فتنہ اوٹھے آیا کیا ہو

خاک حسرت زدگان پر تو گذر بے وسواس
ان ستم کشتوں سے اب عرض تمنا کیا ہو

گر بہشت آوے تو آنکھوں مین مری پھیکی لگے
جنے دیکھا ہو تجھے محو تماشا کیا ہو

شوق جاتا ہے ہمین یار کے کوچے کو لیے
جائے معلوم ہو کیا جانیے اوس جا کیا ہو

ایک رونا ہے نہین آہ و غم و نالہ و درد
ہجر مین زندگی کرنے کے تئین کیا کیا ہو

خاک مین لوٹوں کہ لوہو مین نہاؤں نہیں میر

نزدیک سوز سینے کی رکھہ اپنے قلب کو
وہ دل ہی کیمیا ہی جو گرم گداز ہو

ہی فرق ہی مین خیر نکر آرزوی وصل
مل بیٹھے جو اوس سے تو شکوہ دراز ہو

جون تو نکی اوسکی چاہ کا پردا کیا ہی مین
ای چشم گریہ ناک نہ افشای راز ہو

جون چشم بسملی نہ مندی آوی گی نظر
جو آنکھہ میری خونی کی چہری پہ باز ہو

ہمسے نہ غیر عجز کبھو کچہ بنا نہ میر
خوش حال وہ فقیر کہ جو بے نیاز ہو

نالہ اگر مرا سبب شور و شر نہو
پھر مر بھی جائی تو کسو کو خبر نہو

دل پہ ہوا سو آہ کے صدمی سی ہو چکا
ڈرتا ہون یہ کہ اب کہین ٹکڑے جگر نہو

برچھی سی پار عرش کی گذری نہ عاقبت
آہ سحر مین میری کہانتک اثر نہو

سمجھا ہون تیری آنکھہ چھپانی سی خوش نگاہ
مد نظر یہ ہے کہ کسیکی نظر نہو

قطعہ

کھنچے ہی دلکو زلف سی گاہی نگہ سی گاہ
حیران نہووی کوئی تو ایسن طرز پر نہو

سود لسی بھی نہ کام چلی اوسکی عشق مین
اک دل رکھون مین تو کدہر ہو کدہر نہو

قطعہ

جس راہ ہو کی آج مین پہونچا ہون تجہ تلک
کافر کا بھی گذار الٰہی ادہر نہو

وہی جانے جو حیا کشتۂ وفا رکھتا ہو	اور رسوائی کا اندیشہ جدا رکھتا ہو
کام لے یار سے جو جذب رسا رکھتا ہو	یا کوئی آئینہ سا دست دعا رکھتا ہو
عشق کو نفع نہ بیتابی کرے ہے نہ شکیب	کرے تدبیر جو یہ درد دوا رکھتا ہو
مین نے آئینہ صفت ورنہ کیا بند غرض	اوسکو مشکل ہے جو آنکھون مین حیا رکھتا ہو
ہائے اس زخمی شمشیر محبت کا جگر	درد کو اپنے جو ناچار چھپا رکھتا ہو
اوسے تشبیہ تو دیتے ہین یہ شاعر لیکن	سیب کچھ اوس ذقن آ کے جو مزا رکھتا ہو
آہ ہے پہلے قدم سر ہی کا جانا درپیش	دیکھتا ہو جو رہ عشق مین پا رکھتا ہو
اسیر تو حال کے کہنے سے ہے بہلی خاموشی	کیئے اوس سے جو کوئی اپنا کہا رکھتا ہو
کیا کرے وصل سے مایوس دل آزردہ جو	زخم ہے یار کا حیاتی لگا رکھتا ہو

قطعہ

کب تلک اسکی اسیران بلا خانہ خراب	ظلم کی تازہ جو ہر روز بنا رکھتا ہو
ایکدم کھولکے زلفونکی کمندونکی تہین	مدتون تک دل عاشق کو لگا رکھتا ہو

گل ہو مہتاب ہو آئینہ ہو خورشید ہو میر
اپنا محبوب وہی ہے جو ادا رکھتا ہو

ست ہو جو کچھ اپنی باتین کہئے تو تمکو ندامت ہے	قد قامت یہ کچھ ہے تمہارا لیکن قہر قیامت ہے

صورت تو تیری صفحۂ خاطر پہ نقش ہے / ظاہر مین اب ہزار تو مستور کیون نہو

صافی شست سے ہے غرض مشق تیر سے / سینہ کسو کا خانۂ زنبور کیون نہو

مجنون جو دشت گرد تھا ہم شہر گرد ہین / آوارگی ہماری بھی مذکور کیون نہو

تلوار کھینچتا ہے وہ اکثر نشے کے بیچ / زخمی جو اسکے ہاتھ کا ہو چور کیون نہو

خالی نہین بغل کوئی جلوان سے مرے / افسانہ عشق کا ہے یہ مشہور کیون نہو

ہمکو تو یہ قبول ہوا عشق مین کہ میر
پاس اسکے جب گیا تو کہا دور کیون نہو

ہر دم وہ شوخ دست بشمشیر کیون نہو / کچھ ہمنے کی ہے ایسی ہی تقصیر کیون نہو

اپنو جگر کو ہمنے بلا کا ہدف کیا / انداز اس نگاہ کا پھر تیر کیون نہو

جاتا تو ہے کہین کو تو اے کاروان مصر / کنعان ہی کی طرف کو یہ شبگیر کیون نہو

حیران ہین اسقدر کہ اگر اب کے جائیے / پھر منہ ترا انہو دیکھیے تصویر کیون نہو

تو نے تو رفتہ رفتہ کیا ہمکو ننگ خلق / وحشت دلا کہان تئین زنجیر کیون نہو

جون گل کسو شگفتہ طبیعت کا ہے نشان / غنچہ بھی کوئی خاطر دلگیر کیون نہو

ہو وے ہزار وحشت اسے تو بھی یار ہی
اغیار تیرے ساتھ جو ہون میر کیون نہو

قید حیات قید کوئی سخت ہی کہ روز
مر رہتے ہین گے اوسکی گرفتار ایک دو

کس کس پہ اسکو ہو وی نظر یان ہر ایک شب
جی دیتے ہین اسکی چشم کے بیمار ایک دو

تو تو دو چار ہو گی گیا کب کا یان ہنوز
گذرین ہین اپنی جان سے ناچار ایک دو

ابروسے تیغ زن کی تمہاری تو کیا چلی
کر دی ہی جس کا لاگتی ہی وار ایک دو

مک چشم مین بھی سرمی کا دنبالہ کھینچئے
اس مست کی بھی ہاتھہ مین تلوار ایک دو

کیا کیا عزیز دوست ملی میر خاک مین
کچہ اس گلی مین ہم ہی نہین خوار ایک دو

حال دل میر کا اہل وفا مت پوچھو
اس ستم کشتہ پہ جو گذری جفا مت پوچھو

صبح سے اور ہی پاتا ہون اوسی شام کو تشنہ
کام کرتی ہی جو کچہ میری دعا مت پوچھو

استخوان توڑی مری اوسکی گلی کی سگ نے
جس خرابی سے مین ان ات ہا مت پوچھو

ہوش و صبر و خرد و دین مع حواس و دل و تاب
اوسکے آنے مین کیا کیا نگیا مت پوچھو

اشتعالک کی محبت نے کہ در پیش ہے تنکا
شہروں کیا کہوں کس طور جلا مت پوچھو

وقت قتل آرزوی دل جو لگی پوچھنے تو
مین اشارت کی و وہ سہرون نگہا مت پوچھو

خواہ مارا انہین نے میر کو خواہ آپ موا
جانے دو یارو جو ہونا تھا ہوا مت پوچھو

قطعہ

۱۰۳

لب پہ شیون فترہ پیضون نگہ میں اک یاس	دن گیا ہجر کا جس ڈہنگ سی شب مت پوچہو

میر صاحب نتی یہ طرز ہوا اسکی تو کہون
موجب آزردگی کا وجہ غضب مت پوچہو

ردیف بای ہوز

فرصت نہیں تنک بہی کہیں اضطراب کو — کیا آفت آگئی مرے اس دل کی تاب کو
میری ہی چشم ترکی کرامات ہی یہہ سب — پہرتا تہا ورنہ ابر تو محتاج آب کو
گذری ہی شب خیال میں خوبان کی جاگتی — آنکہیں لگا کی اونسی میں تیسون ہون خواب کو
خط آگیا پہ اوسکا تغافل نہ کم ہوا — قاصد مرا خراب پہری ہے جواب کو
تیور میں جب سی دیکہی ہین ساقی خمار کی — پیتا ہون کہہ کی آنکہوں سے جام شراب کو
اب تو نقاب منہ پہ لی ظالم کہ شب ہوئی — شرمندہ سارے دن تو کیا آفتاب کو

کہنی سی میر اور بہی ہوتا ہے مضطرب
سمجہاؤن کب تلک اس دل خانہ خراب کو

کیا ہی اگر بدنامی وحالت تباہی ہی نہو — عشق کیسا جسمین اتنی روسیاہی ہی نہو
لطف کیا آزردہ ہوکر آپسے ملنے کے بیچ — تک تری جانب سے جب تک عذر خواہی ہی نہو
چاہتا ہی جی کہ ہم تو ایک جا تنہا ملین — ناز بیجا ہی نہو وے کم نگاہی ہی نہو
مجمع ترکان ہر کوئی دیکہیو جا کر کہین — جس کا میں کشتہ ہون وسمین سپاہی ہی نہو

جو تو گھر سے کبھو نکلے تو رکھیو پانو آہستہ	تری کوچے مین یکسر عاشقون کی خاک تر گانین
بھلا مین روؤن دریا تبسم کر تو یک پستہ	مرے آگے نہین ہنستا تو آ اک صلح کرتا ہون
سراپا دل کی صورت جسکی ہو وہ کیا ہو وارستہ	تعجب ہے مجھے یہ سرو کو آزاد کہتے ہین
پر طاؤس سینہ ہے تمامی دست گلدستہ	تری گلگشت کی خاطر بنا ہے باغ و نخوت سے

بجا ہے گر فلک پر فخر سی پہنے کلاہ اپنی
کہی جو اس زمین مین میر یک مصراع برجستہ

وہ نمک چھڑکے ہے مزا ہے یہ	ہم مین مجبور ماجرا ہے یہ
اب جو ہین خاک انتہا ہے یہ	آگ تھی ابتدائے عشق مین ہم
ایک دو دم مین پھر ہوا ہے یہ	بود آدم نمود شبنم ہے
دل سے اپنے ہمین گلا ہے یہ	شکر اوسکی جفا کا ہو نہ سکا
یون نہین جانتا کہ کیا ہے یہ	شور سے اپنے حشر ہے پردہ
ہر گھڑی ہمسے کیا ادا ہے یہ	بس ہوا ناز ہو چکا اغماض
آن بیٹھو تو خوشنما ہے یہ	نعشین اٹھتی ہین آج یارون کی
ہے تو مردا سا پر بلا ہے یہ	دیکھ بیمار دم سب لگا کہنے
کیا کہون ریجھنے کی جا ہے یہ	مین تو چپ ہون وہ ہونٹھ چاٹے ہے

قطعہ

قطعہ

نام مین خستہ و آوارہ و بدنام مری
طرفہ صحبت ہے کہ سنتا نہین تو ایک مری
حسرت وصل و غم ہجر و خیال رخ دوست
درد دل زخم جگر کلفت غم داغ فراق
چشم نمناک و دل پر جگر صد پارہ
تجھکو بنی نگہ غمی سحر زمانی کی کہ یان

ایک عالم نے غرض مجھکو کہا کیا کیا کچھہ
واسطے تیرے سنا مین نے سنا کیا کیا کچھہ
مرگیا مین پہ مری جی مین رہا کیا کیا کچھہ
آہ عالم سے مری ساتھہ چلا کیا کیا کچھہ
دولت عشق سے ہم پاس ہی تھا کیا کیا کچھہ
خاک گن گن کی ہوئی صرف بتا کیا کیا کچھہ

قطعہ

قبلہ و کعبہ خداوند و ملاذ و مشفق
پر کہون کیا رقم شوق کی اپنی تاثیر

مضطرب ہوکے اوسی مین نے لکھا کیا کیا کچھہ
ہر سر حرف پہ وہ کہنے لگا کیا کیا کچھہ

ایک محروم چلے میر ہمین عالم سے
ورنہ عالم کو زمانی نے دیا کیا کیا کچھہ

جی چاہے مل کسو سے یا سب سے تو جدا رہ
کل بے تکلفی مین لطف اوس بدن کا دیکھا
عاشق غیور جی دی وراوس طرف نہ دیکھے

پر ہو سکے تو پیارے ٹک دل کا آشنا رہ
نکلا نہ پر قبا سے ای گل بس اب بہارا
وہ آنکھہ جب چھپاوے تو تو بھی ٹک کنارہ

بیکلی اسکی نہ ظاہر تھی جو تو اے بلبل
دم کش میر ہوئی اس لب گفتار کے ساتھ

کہتے ہین ار بھی گئی جل کی پر پروانہ — کچھ سنی سوختگان تم خبر پروانہ
سعی آتش یہ ضروری ہے اوٹھی بزم سلگ — ای جگر تفتگی بی اثر پروانہ
کس گنہ کا ہے بس از مرگ یہ عذر بجا سنو — پاؤن پہ شمع کے رکھتے ہین سر پروانہ
آپڑا آگ مین اے شمع بسین سے تو سمجھ — کس قدر داغ ہوا تھا جگر پروانہ

بزم دنیا کی تو دلسوزی سنی ہوگی میر
کسطرح شام ہوئی یان سحر پروانہ

ردیف یای تحتانی

دل کو تسکین نہین اشک دمادم سی بھی — اس زمانی مین گئی ہے برکت غم سی بھی
ہمنشین کیا کہون اس رشک مہ تابان بن — صبح عید اپنی ہے بدتر شب ماتم سی بھی
کاش اے جان المناک نکل جاوی تو — اتنبو دیکھا نہین جاتا یہ ستم ہم سی بھی
آخر کار محبت مین نہ نکلا کچہ کام — سینہ چاک و دل پژمردہ و درہم سی بھی
آہ ہر غیر سے تا چند کہون جیکی بات — عشق کا راز تو کہتے نہین محرم سی بھی
دور تھی کوچہ مین اس غیرت خورشید کے — کام گذرا ہے مرا گریۂ آدم سی بھی

کہان تھیہ قیامت دلکش کہان پاکیزگی ایسے | ملے ہین ہم بہت گلزار کی نازک نہالون سے
ہدف اسکا ہوئی مدت ہوئی سینے کو تنگ اپنا | گتھا نکلی ہی لخت دل مرا تیرون کے بھالون سے
ہوا ہے پیرانہ سر عاشق ہوا ہے مضحکہ سب کا | کسو سالی مین ملتا ہی کوئی بھی خورد سالون سے

رگ گل کوئی کہتا ہی کوئی ای میر مو اسکو
کمتر اس شوخ کی نہ ہتی نہین ان خوش نہالون سے

گئی جی سی چہوٹی بتون کی جفا سے | یہی بات ہم چاہتے تہی خدا سے
وہ اپنی ہی خوبی سے ہتا ہے نازان | مرو یا جیو کوئی اسکی بلا سے
کوئی ہمسے کہلتے ہین بند اس قبا کی | یہ عقدے کہلینگے کسو کی دعا سے
پشیمان توبہ سے ہوگا عدم مین | کہ غافل چلا شیخ لطف ہوا سے
نہ رکہی مری خاک بہی اس گلی مین | کدورت مجہے ہے نہایت صبا سے
جگر سوئی مژگان کہنچا چاہی ہے کچہ | مگر دیدۂ تر ہین لوہو کے پیاسے
اگر چشم ہے تو وہی عین حق ہے | تعصب تجہے ہے عجب ما سوا سے
طبیب سبک عقل ہرگز نہ سمجہا | ہوا درد عشق آہ دونا دوا سے
ٹک اے مدعی چشم انصاف وا کر | کہ بیٹہے ہین یہ قافیے کس ادا سے

نہ شکوہ شکایت نہ حرف حکایت

111

شکست و شوکا اوسکی یان پانی جمع ہوکر بنا
اور رشتہ دہونی کی چھینٹون سے ستاری دیکھے

رہ گئے سوتی کرتے کارواں جاتا رہا
ہم تو میر اس رہ کی خوابیدہ مین ہاری دیکھیے

یہ چشم آئینہ دار رو تھی کسو کی
نظر اس طرف بھی کبھو تھی کسو کے

سحر پای گل بیخودی ہمکو آئی
کہ اوس سست پیمان مین بو بھی کسو کے

یہ سرگشتہ جبتک رہا اس چمن مین
برنگ صبا جستجو تھی کسو کی

نہ ٹھہری ٹک اک جان برلب رسیدہ
ہمین مدعا گفتگو تھی کسو کی

جلایا شب اک شعلۂ دل نے ہم کو
کہ اوس تندسر کش مین خو تھی کسو کی

نہ تھے تجھسے نازک میانان گلشن
مبت تو کمر جیسے مو تھی کسو کی

دم مرگ دشوار دی جان اوئی
مگر میر کو آرزو تھی کسو کی

کس طور ہمین کوئی فریبندہ لبھائے
آخر ہین تری آنکھون کے دیکھنے والے

سو ظلم اوٹھاتی تو کبھو دور سے دیکھا
ہرگز نہوا یہ کہ ہمین پاس بلالے

اس شوخ کی سر تیز پلک ہین کہ وہ کانٹا
گڑ جاتی اگر آنکھہ مین سر دل سے نکالے

عشق آنکھہ ہے جو یار کو اپنی دم رفتن
کرتی نہین غیرت سے خدا کی بھی حوالے

جہان سے تو رخت اقامت کو باندھ — یہہ منزل نہین بے خبر راہ ہے

نہ شرمندہ کر اپنے منہ سے مجھے — کہا مین نے کب یہہ کہ تو ماہ ہے

یہہ وہ کاروان گاہ دلکش ہے میر
کہ پھر یان سے حسرت ہی ہمراہ ہے

وے سب ہین تیری سے باغ مین گل کے — بو گئی کچھ دماغ مین گل کے

جای روغن و باکرے ہی عشق — خون بلبل چراغ مین گل کے

دل تسلی نہین صبا ورنہ — جلوہ سب ہینگے داغ مین گل کے

اس حدیقے کے عیش پر مت جا — مے نہین ہی ایاغ مین گل کے

سیر کر میر اس چمن کی شتاب
ہی خزان بھی سراغ مین گل کے

عشق مین نے خوف و خطر چاہیے — جان کے دینے کو جگر چاہیے

قابل آغوش ستمدیدگان — اشک سا پاکیزہ گہر چاہیے

حال یہہ پہنچا ہے کہ اب ضعف سے — اوٹھتے پلک ایک پہر چاہیے

کم ہے شناسائے زر داغ دل — اوسکے پرکھنے کو نظر چاہیے

عشق کے آثار ہے ای بو الہوس — داغ بدل دست بسر چاہیے

گریہ ہر وقت کا نہین بے ہیچ
خاک تھی موج زن جہان مین اور
ہم قفس زاد قیدی ہین ورنہ
اوسکی شمشیر تیز سے ہمدم
غم و رنج و الم نکو یان سے

دل مین کوئی غم نہانی ہے
ہمکو وہ ہوکا یہ تہا کہ پانی ہے
تا چمن ایک پر فشانی ہے
مر رہینگے جو زندگانی ہے
سب تمہاری ہی مہربانی ہے

یان ہوئی میر تم برابر خاک
وان وہی ناز و سرگرانی ہے

قیامت ہین یہ چسپان جامی والے
وہ کالا چور ہے خال رخ یار
نہین اوٹھتا دل محزون کا ماتم
کہان تک دور بیٹھے بیٹھے کہتے
دلا بازی نکر اون گیسوون سے
ملیش نے دل جگر کی مار ڈالا
مگر بو ہوئی گل لگتے کاش یکچند
کسے قید قفس مین یاد گل کی

نگاہون مین سب جنکے خاطر خرقی مر آئے
کہ سو آنکھون مین ل ہو تو چرا لے
خدا ہی اس مصیبت سے نکالے
کبھو تو پاس ہمکو بھی بلا لے
نہین آسان کہلانی سانپ کا لے
بغل مین دشمن اپنی ہمنے پالے
ابھی زخم جگر ساری ہین آلے
پڑے ہین اتنو جلینے ہی کے لالے

جیتے ہیں جب تلک ہم آنکھیں ہی ار میتاں ہیں
آنکھیں تجھ سے خوبان کب تک دوچار رکھینگے

اب چاند بھی لگا ہے تیری سی جلوہ گری کرنے
شبہا ما چندی تجھکو چھپا رکھینگے

مژگان و چشم و ابرو سب ہیں ستم کے مائل
ان آفتوں سے دل ہم کیونکر بچا رکھینگے

دیوان میر صاحب ہر یک کے ہی بغل میں
دو چار شعر انکے ہم بھی لکھا رکھینگے

تجھ سے دوچار ہوگا جو کوئی راہ جاتے
پھر عمر چاہئیگی اوسکو بحال آتے

گر دل کی بیقراری ہوتی بھی جواب ہے
تو ہم ستم رسیدہ کاہیکو جینے پاتے

وے دن گئے کہ اوٹھ کر جاتی تھی اوس گلی تک
اب سعی چاہئی ہے بالین سے سر اوٹھاتے

کب تھی ہمیں تمنا اے ضعف یہ کہ تجکو
ہے زیر تیغ اسکی ہم تک تو سر ہلاتے

گر جانتے کہ یون ہی برباد جائینگے تو
کاہیکو خاک میں ہم اپنے تئیں ملاتے

شاید کہ خون دلکا پہونچا ہے وقت آخر
تھم جاتی ہیں کچھ آنسو اتو نکو آتے آتے

اس سمت کو پلٹتی تیری نگہ تو ساقی
حال خراب مجلس ہم شیخ کو دکھاتے

جی دینا دلدہی سے بہتر تھا صد مراتب
اے کاش جان دیتے ہم بھی نہ دل لگاتے

شب کوتہ اور قصہ انکا دراز ورنہ
احوال میر صاحب ہم تجھکو سب سناتے

سیر سے اب یار ہوا چاہیئے — منتجی ناچار ہوا چاہیئے

جسکے تئین ہو نظر ہو نہ سب مین ہئے — کسکے طلب گار ہوا چاہیئے

تا کہ وہ ٹک ان کے پوچھے کچھو — اسلیئے بیمار ہوا چاہیئے

زلف کسی کی ہو کہ ہو خال خط — دل کو گرفتار ہوا چاہیئے

تیغ بلند اوسکی ہوئی بوالہوس — مرنے کو طیار ہوا چاہیئے

مصطبۂ بیخودی ہے یہ جہان — جلد خبردار ہوا چاہیئے

مول ہے بازار کا ہستی کے یہ — دل سے خریدار ہوا چاہیئے

کچھ نہین خورشید صفت سرکشی — سایۂ دیوار ہوا چاہیئے

گر نہ تعلق کہ یہ منزل نہین — آہ سبکبار ہوا چاہیئے

گو سفری اب نہین ظاہر مین میر
عاقبت کار ہوا چاہیئے

یان سرکشان جو صاحب تاج و لوا ہوئے — پامال ہو گئے تو یہ جانا کہ کیا ہوئے

دیکھے نہ ایک چشمک گل بھی چمن مین آہ — ہم آخر بہار قفس سے رہا ہوئے

پچھتاؤ گے بہت جو گئے ہم جہان سے — آدم کی قدر ہوتی ہے ظاہر جدا ہوئے

تجھ بن دماغ صحبت اہل چمن نہ تھا — گل وا ہوئے ہزار ولے ہم نہ وا ہوئے

کہاں ہیں آدمی عالم میں پیدا / خدائی صدقے کی انسان پر سے

تفنگ اسکی چلی آواز پر لیک
گئی ہے میر کولی کان پر سے

خوب ہے اے ابر یک شب آؤ باہم روئیے / پر نہ اتنا بھی کہ ڈوبے شہر کم کم روئیے

وقت خوش دیکھا نہ اک دم سے زیادہ دہر میں / خندۂ صبح چمن پر مثل شبنم روئیے

شادی و غم میں جہاں کی ایک سے دس کا ہے فرق / عید کے دن ہنسیے تو دس دن محرم روئیے

دیکھا ماتم خانۂ عالم کو ہم مانند ابر / ہر جگہ پر جی میں یوں آیا دمادم روئیے

ہو جدا فردوس سے یعنے گلی سے یار کے / مدتوں تک کھینچیے غم مثل آدم روئیے

اب سے یوں کریں مقرر اٹھی جب کہسار سے / وادی مجنوں پہ بھی جا ای ابر اک دم روئیے

عشق میں تقریب یہ گو نہیں درکار میر
ایک مدت صبر ہی کا رکیئے ماتم روئیے

نیلا نہیں سپہر تجھے اشتباہ ہے / دود جگر سے میری یہ چھت سب سیاہ ہے

ابر و بہار و بادہ سبھو نہیں ہے اتفاق / ساقی جو تو بھی مل چلے تو واہ واہ ہے

سرمے سے ایسی آنکھیں تمہاری نہیں لگیں / احوال پر ہمارے تمہیں کب نگاہ ہے

کس کس طرح سے ہاتھ نچاتا ہے غلط میں / دیکھا جو شیخ شہر عجب دست گاہ ہے

گئے دست و پا گم جو میر آ گیا
وفا پیشہ مجلس اوسے پا گئی

یکسو کشادہ روئے پہ چین نہین جبین بہی
ہم چہوڑین مہر اوسکی کاش اوسکو ہووے کین بہی

آنسو تو تیرے دامن پونچہے ہے وقت گریہ
ہمنے نہ رکہی منہ پہ ای آہ آستین بہی

کرتا نہین عبث تو پارہ گلو فغان سے
گذری ہے پار دل کی اک نالۂ حزین بہی

ہون اختصار مین مین آئینہ روشتاب
جاتا ہے ورنہ غافل پہر دم تو واپسین بہی

سینے سی تیر اوسکا جی کو تو لینا نکلا
پر ساتہون ساتہ اوسکی نکلی یک آفرین بہی

ہر شب تمہی سی گلی مین عالم کی جان جا ہے
آگے ہوا ہے اب تک ایسا ستم کہین بہی

شوخی جلوہ اسکی تسکین کیونکی بخشے
آئینون مین دلونکے جو ہی بہی پہر نہین بہی

گیسو سے کچہہ نہین ہے سنبل کے آفت اسکا
ہین برق خرمن گل رخسار آتشین بہی

تکلیف نالہ مت کر ای درد دل کہ ہونگے
رنجیدہ راہ چلتی آزردہ ہمنشین بہی

کس کس کا داغ دیکہین یارب غم بتا مین
رخصت طلب ہے جان بہی ایمان اور دین بہی

زیر فلک جہان تلک آسودہ میر ہو
ایسا نظر نہ آیا یک قطعۂ زمین بہی

گئی چہانون اوس تیغ کی سر سے جبکی
جلی دہوپ مین یان تلک ہم کہ تبکی

جنبش دل سے ہم ویسے گریاں ہوئے
کتنے ایک اشک ہوئے جمع کہ طوفاں ہوئے

کیلئے جسین شہر محبت میں تری خانہ خراب
گھر سے گھر انکے ہیں اس بستی میں ویران ہوئے

کسنے لی رخصت پرواز پس از مرگ نسیم
مشت پر باغ میں آتے ہی پریشان ہوئے

سبزہ و لالہ و گل ابر و ہوا ہے مے دے
ساقی ہم توبہ کی کرنے سے پشیمان ہوئے

دعوئی خوش دہنی گرچہ اسے تھا لیکن
دیکھکر منہ کو تری گل کی تئیں کان ہوئے

جام خون بن نہیں ملتا ہے ہمیں صبح کو آب
جب سے اس چرخ سیہ کاسہ کے مہمان ہوئے

اپنے جی ہی نے نچاہا کہ پئیں آب حیات
یوں تو ہم میر اسی چشمے پہ بیجان ہوئے

خبر نہ تھی تجھے کیا میری دل شکستگی کی
نگاہ چشم ادھر تو نے کی قیامت کی

انہوں نے جو کہ تری محو صحبت تھے ہیں
نہیں ہے قدر ہزاروں برس کے طاعت کی

اٹھا ہی رنگ سمجھ تم نے بات کی کتنے
وفا و مہر جو تھی رسم ایک مدت کی

رکھیں امید رہائی اسیر کاکل و زلف
مری تو باتیں ہیں زنجیر حرف الفت کی

رہی ہی کوئی خرابات چھوڑ مسجد میں
ہوا منائی اگر شیخ نے کرامت کی

سوال میں نے جو انجام زندگی سے کیا
قد خمیدہ نے سوئے زمیں اشارت کی

نہ میر قدر کی اوس سنگدل نے میری کبھو

ممناع ہین سب خوار ازانجملہ ہو نہین ہی	ہے عیب بڑا اوسمین جسے کچہ ہنر آوے

قطعہ

ای وہ کہ تو بیٹہا ہے سر راہ پہ زنہار	کہیو جو کبہو میر بلاکش ادہر آوے

مت دشت محبت مین قدم رکہہ کہ خضر کو
ہر گام پہ اس رہ مین سفر سے حذر آوے

کرون جو آہ زمین و زمان جل جاوے	سپہر نیلی کا یہ سائبان جل جاوے
دی آگ دلکو محبت نے جب سمجہتا ہون	مین جسطرح کسو کا خانما جل جاوے
دوا پذیر نہین اے طبیب تپ غم کی	بدن مین تک ہے تو استخوان جل جاوے
نہ آوے سوز جگر منہ پہ شمع سان ایک بیش	بیان کرنے سے آگے زبان جل جاوے
ہمارے نالی ہی آتش ہی نالی ہین پر نالی	سنے تو بلبل نالان کی جان جل جاوے
ہزار حیف کہ دل خار خس سے باندہے کوئی	خزان مین برق گرے آشیان جل جاوے
نہ پوچہ کچہ لب ترسا بچی کی کیفیت	کہون تو دختر رز کی دکان جل جاوے
متاع سینہ سب آتش ہے قاید کسکا	خیال یہ ہے مبادا دکان جل جاوے

نہ بول میر سے مظلوم عشق ہے وہ غریب
مبادا آہ کرے سب جہان جل جاوے

اپنا شمار پوچھو تو مہربان ج فا ہے | پر اسکے جی مین ہمسے کیا جانئے کیا ہے

بالین پہ میرے اگر ٹک دیکھے شوق دیدار | سارے بدن کا جی اب آنکھون مین آ رہا ہے

بی اسکے رک کے مرتی گرمی عشق مین تو | کرتی ہے مین آہ جبتک تب تک سے کچھ ہوا ہے

شکوہ ہے روینکا یہ بیگانگی سے میری | مژگان تر ہو گرنہ آنکھون مین آشنا ہے

مت کر زمین دل مین تخم امید ضایع | بوٹا جو یان اوگا ہے سو اگتے ہی جلا ہے

شرمندہ ہوتے ہین سے خورشید و ماہ دونون | خوبی نے منہ کی تیرے عالم قربان کیا ہے

اے شمع بزم عاشق روشن ہے یہ کہ تجہ بن | آنکھون مین میری عالم تاریک ہو گیا ہے

جبتک ہے جی تنک مین سارے ہی علاقے سو تو | عاشق ترا مجرد فارغ ہی ہو چکا ہے

صد سحر دیکھے قیمہ خط میسر جی کا دیکھا
قاصد نہین چلا ہے جا دو مگر چلا ہے

اٹھ سے یان تبئین مین مشق ناتوانی کی | کہ میری جان نے تن پر مری گرانی کی

چمن کا نام سنا تھا ولے نہ دیکھا ہائے | جہا نین ہمنے قفس ہی مین زندگانی کی

ملا کی خوب مری خون خاک بسمل گاہ | یہ تھوڑی منتین ہین مجھ پہ سخت جانی کی

بتنگ ہو نہین تیری اختلاط سے میری | قسم ہے اپنی مجھے اس کئی جوانی کی

چلا ہے کہینچنے تصویر میری بت کی آج | خدا کی واسطے صورت تو دیکھو مانی کی

ہر اشک مرا ہی در شہوار سے بہتر
ہر لخت جگر رشک عقیق یمنی ہے

بکھری ہی پٹ میں مژہ کے تمیش اور جگر میں
شاید کہ مرے جی ہی پر اب آن بنی ہے

اب کرکے فراموش تو ناشاد کروگے
پر ہم جو نہونگے تو بہت یاد کروگے

زنہار اگر خستہ دلان بیستون جاؤ
ٹک پاس ہنر مندی فرہاد کروگے

غیروں پہ اگر کھینچوگی شمشیر تو خوبان
اک ور مری جان پہ بیداد کروگے

قطعہ

جا گہہ نہیں یان ویسے جسپر نہ کہڑی ہو
کچہہ شور ہی شہر پہ تو مجھے یاد کروگے

اس دشت میں اے راہ روان ہر قدم اوپر
مانند جرس نالہ و فریاد کروگے

گر دیکھوگے تم طرز کلام اوسکے نظر کر
اے اہل سخن میر کو اوستاد کروگے

خوش سر انجام تھے وہی جلد جو ہشیار ہوگئے
ہم تو اے ہمنفسان دیر خبردار ہوئے

جنس دل دو تون جہان جسکی بہا تھی اوسکا
یک نگاہ مول ہوا تم نہ خریدار ہوئے

عشق وہ ہے کہ جو تھی جلوتی منزل قدس
وہی ہی سوائی سر کوچہ و بازار ہوئے

سیر گلزار مبارک ہو صبا کو ہم تو
ایک پرواز نکی تھی کہ گرفتار ہوئے

ایک دم ہی نمود بود اپنی
یا سفیدی کی یا اخیر ہوئے

یعنے مانند صبح دنیا مین
ہم جو پیدا ہوئے سو پیر ہوئے

مت مل اہل دول کے لڑکون سے
میر جی ان سے مل فقیر ہوئے

تو ہے تیری ای حیرت مری آنکھون پہ کیا گم
جو مین ہر ایک قطرہ دیکھون کہ تر ہے کہ نہ نم

گری ہے سو پریشان غم و فاتو نغریہ تونی
حیا کر حق صحبت کی کہ اس بیکس کا ماتم ہے

دور نگی دہر کی پیدا ہی یان دل اٹھا اپنا
کسو کی گھر مین شادی ہے کہین ہنگامۂ غم ہے

کہین آشفتگان سے میر مقصد ہووے ہے حاصل
جو زلفین اسکی درہم ہین مرا بھی کام برہم ہے

جب کہ پہلو سے یار اوٹھتا ہے
درد بے اختیار اوٹھتا ہے

اب تلک بھی مزار مجنون سے
ناتوان اک غبار اوٹھتا ہے

ہے بگولا غبار کسکا میر
کہ جو ہو بیقرار اوٹھتا ہے

کیا مری سرو رہ وا انکا کوئی مائل ایک ہی
سیکڑون ہم خون گرفتہ ہین ج قاتل ایک ہی

راہ سبکو ہے خدا سی جان اگر پہونچا ہے تو
ہو طریقے مختلف کتنے ہی منزل ایک ہے

لاعلاجی ہی جو رہتی ہے مجھے آوارگی
کیجئے کیا میر صاحب بندگی بیچارگی

کیسی کیسی صحبتیں آنکھوں کے آگے سے گئیں
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا یکبارگی

روی گل پر روز و شب کس شوق سے رہتا ہی باز
رخنۂ دیوار ہے گی یا دیدۂ نظارگی

اشک خونین آنکھ مین ہر لاکے پی جاتا ہون
محتسب کہتا ہی مجھ پر تہمت میخوارگی

مت غریبانہ دگی کہ ان سیہ چشمون کا میر
انکی آنکھون سے ٹپکتی ہے پڑی عیارگی

مشکل ہے ہونا روکش رخسار کی جھلک کے
ہم تو بشر ہین اس جا پر جلتے ہین ملک کی

مرتا ہے کیون تو ناحق یاری برادری پر
دنیا کے سارے ناتے ہین جیتے جی تلک کی

کہتے ہین گور مین بھی ہین موذ ہر باری
جاوے کدھر الٰہی ماری ہوئی فلک کی

لاتی نہین نظر مین غلطانی گہر کو
ہم معتقد ہین اپنی آنسو ہی کی ٹپک کی

کل اک قطرہ نچوڑی طوفان نوح آیا
فکر فشار مین ہون میر آج ہر پلک کی

گیسو سی وسکی مین نے کیون آنکھ جا لگائی
جو اپنی اچھی جی کو ایسی بلا لگائی

تھا دل جو پہلا پہلو ٹرا ایسا رہئی الم سی
دکھتا گیا دو چندان جون جون دوا لگائی

ذوق جراحت اسکا کسکو نہین ہے لیکن
بخت اسکی جسکی ان نے تیغ جفا لگائی

کیا خراب تغافل نے اوسکی ورنہ میر
ہر ایک بات پہ دشنام وسنگ تہا آگی

تجھ بن خراب وخستہ زبون خوار ہوگئے
کیا آرزو تھی ہمکو کہ بیمار ہوگئے

خوبی بخت دیکھیہ کہ جو بان بی وفا
بی ہیچ میرے در پی آزار ہوگئے

ہمنے بہی سیر کی تہی چمن کی پر اے نسیم
اوٹھتے ہی آشیان سے گرفتار ہوگئے

وہ تو گلے لگا ہوا سوتا تھا خواب مین
بخت اپنی سو گئی کہ جو بیدار ہوگئے

اپنی یگانگی ہی کیا کرتے ہین بیان
اغیار رو سیاہ بہت یار ہوگئے

لائے تہے شبخون پر ہی خرابی تری نگاہ
بیطالعی سی اپنی وہی ہشیار ہوگئے

کیسے ہین وے کہ جیتی ہین صد سال ہمتو میر
اس چار روز کی زیست مین بیزار ہوگئے

تنگ آگئی ہین اس جی سے اٹھا بیٹھینگے
ہو کہون مرتی مین کہ اب یار ہی کیا بیٹھینگے

ایکی بگڑیگی اگر اون سے تو اس شہر سی جا
کسو ویرانی مین تکیہ ہی بنا بیٹھینگے

معرکہ گرم تو ٹک ہوتی وہ خونریزی کا
پہلی تلوار کے نیچے ہمین جا بیٹھینگے

ہوگا ایسا بھی کوئی روز کہ مجلس سے کبھو
ہمتو ایک آدہ گھڑی اوٹھہ کی جدا بیٹھینگے

جانہ اظہار محبت پہ ہوسناکون کی
وقت کی وقت لی سب منہ کو چھپا بیٹھینگے

١٢٧

واشد تجہہ آگے آہ سے ہوتی ہی دلکی تنگی
اقلیم عاشقی کی ہوا اب بگڑ گئی

گرمی نہ دو لگے ہجر مین اوسکے جلاو ہا
شاید کہ احتیاط سے یہ تپ بگڑ گئی

خط نے نکل کے نقش دلون کے اوٹھا دئیے
صورت تبونکی اچھی جو تہی سب بگڑ گئی

باہم سلوک تھا تو اوٹھاتی تھی بزم گرم
کاہی کو میر کوئی دبی جب بگڑ گئی

جب ونہی بیٹھتا ہون تب کیا کسر رہی ہے
سو حال ہو دو دون تک جان بر رہی ہے

آہ سحر کی میری برچھی کے وسوسی سے
خورشید کی منہ اوپر اکثر سپر رہی ہے

آگہ تو رہیے اوسکی طرز رہ و روش سے
آنے مین اوسکے لیکن کسکو خبر رہی ہے

ان روزون اتنی غفلت اچھی نہین ادہر سے
اب اضطراب ہمکو دو دو پہر رہی ہے

آب حیات کی سے ساری روش ہے اوسکی
پہر جب وہ اوٹھ چلی ہے ایک دم مری ہے

تلوار اب لگا ہی بیٹھو وا یاس کب تئین
خون آج کل کسو کا وہ شوخ کر رہی ہے

ورسی کبہو جو آتی دیکہا ہے مینے اوسکو
تپ سے ادہر ہے اکثر میری نظر رہی ہے

آخر کہان تلک ہم اک روز ہو چکین گے
برسون سے وعدۂ شب ہر صبح پر رہی ہے

میر اب بہار آئی صحرا مین چل جنون کر
کوئی بہی فصل گل مین نادان گہر رہی ہے

تیری گلی سے جو کہ کیون ہر و نہ نکلیں | ہر کوئی جانتا ہی اس راہ مین خطر ہے

وے دن گئے کہ آنسو روتی تھے میر اب تو
آنکھون مین لخت دل ہے یا پارہ جگر ہے

شب شمع پر پتنگ کی آنے کو عشق ہے | اس دل جلے کی تاب کے لانیکو عشق ہے
سر مار مار سنگ سے مردانہ جی دیا | فرہاد کی جہان سے جانیکو عشق ہے
اٹھیو سمجھ کے جا سے کہ مانند گردباد | آوارگی سے تیرے زمانیکو عشق ہے
بس اے سپہر سعی سے تیری تو روز و شب | یان غم ستانیکو ہے جلانیکو عشق ہے
بیٹھے جو تیغ یار تو سب تجکو کہہ گئے | اے سینہ تیری زخم اوٹھانیکو عشق ہے
اک دم مین تو نے پھونک دیا دو جہان کو | اے عشق تیری آگ لگانیکو عشق ہے

سودا ہو تب ہو میر کو تو کیجیے کچھ علاج
اس تیرے دیکھنے کی دوانیکو عشق ہے

کچھ موج ہوا پیچان اے میر نظر آئی | شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی
دلی کی نہ تھے کوچے اوراق مصور تھے | جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی
مغرور بہت تھی ہم آنسو کی سرایت پر | سو صبح کے ہونے کو تاثیر نظر آئی
گل بار کرے ہیگا اسباب سفر شاید | غنچہ کی طرح بلبل دلگیر نظر آئی

اب جان جسم خاک سے تنگ آگئی بہت
کب تک اس ایک ٹوکری مٹی کو ڈھوئیے

آلودہ اوس گلی کی جو ہوں خاک سی تو میر
آب حیات سی بھی نہ وے پانو دھوئیے

شب گئی تھی باغ مین ہم ظلم کے مارے ہوئے
جان کو اپنی گل مہتاب انگارے ہوئے

گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا
خاک مین مجھکو ملاکر مہربان بارے ہوئے

آستینین رکھتے رکھتے دیدۂ خونبار پر
حلق بسمل کی طرح لوہو کے فوارے ہوئے

وعدے ہین سارے خلاف حرف ہین یکسر فریب
تم لڑکپن مین کہان سے ایسے عیارے ہوئے

پھر تو پھرنی عاقبت آنکھین ہماری مند گئین
سو گئے بیہوش تھے ہم راہ کے ہارے ہوئے

پیار کرنے کا جو خوبان ہم پہ رکھتے ہین گناہ
اون سے بھی تو پوچھتے تم اتنے کیون پیارے ہوئے

تم جو ہمسے مل چلے یک رشک سب کرنے لگے
مہربان جتنے تھے اپنے مدعی سارے ہوئے

آج میرے خون پر اصرار ہر دم ہے تمہین
آئے ہو کیا جانیے تم کسکے سنکارے ہوئے

لیتے کروٹ ہل گئی جو کان کے موتی تیرے
شرم سے سر در گریبان صبح کے تارے ہوئے

استخوان ہاے رہ گئی تھی یان دم خونریز میر
دانتے پڑ کر نیمچے اس شوخ کی آرے ہوئے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے
زمین سخت ہے آسمان دور ہے

۱۳۰

کہان تک ناز برداری کرون شام غریبان کی
جنون ان شورشون پر ہاتھہ کی چالاکیان سمجھے

کہین گرد سفر سے جلد ہی صبح وطن نکلے
مین ضامن ہون اگر ثابت بدن سے پیرہن نکلے

حرم مین میر جتنا بت پرستی پر ہے تو مائل
خدا ہی ہو تو اتنا بت کدے مین برہمن نکلے

قصد گر امتحان ہے پیارے
اب تلک ہم جہان ہی پیارے

سجدہ کرنی مین سر گئی ہی جہان
سو ترا آستان ہے پیارے

گفتگو ریختی مین ہمسے نہ کر
یہ ہماری زبان ہے پیارے

کام مین قتل کی مری تن دے
ابتلک مجھہ مین جان ہے پیارے

چھوڑ جاتی ہین دل کو تیری پاس
یہ ہمارا نشان ہے پیارے

شکلین کیا کیا کیان ہین گئی جان
یہ وہی آسمان ہے پیارے

قطعہ

جا چکا دل تو یہ یقینی ہے
کیا اب اسکا بیان ہے پیارے

پر تبسم کی کرنے سے تیرے
گنج لب پر گمان ہے پیارے

میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

۱۳۱

١٣٢

گوشۂ چشم بتان یا کنج لب اسوقت مین
سیکڑے غیرونکی ہان چھپ چھپ کے علم ہیر بہی
رفتہ رفتہ قاصدونکو رفتگی اس سے ہوئی
کلی ہے آنکھون سے تو گرد کدورت جا اشک

جا کہین ہو تو دل اپنے کا ٹھکانا کیجے
سارے عالم مین ہمارے تئین نشانا کیجے
جی مین ہے اگلے مقرر اپنا جانا کیجے
تا کجا تیری گلی مین خاک چھانا کیجے

آبشار آنے لگے آنسو کی پلکونسے تو میر
کب تلک یہ آب چادر منہ پہ تانا کیجے

مہوشان بیٹھے ہین ملک ہجر اندیش مر جایئے
کام دل کا کچھ ٹھکانا نہین ہین کیونکر نبی
مضطرب اس آستان سے اٹھ کے پاینده کر
بعد طوف قیس ہو جی زایر فرہاد بھی

اب کہو اس شہر نا پرسان سے کیدہر جایئے
آیئے تا چند نا امید یہ کر جایئے
منہ رہا ہے کیا جو پھر اب اسکی در پر جایئے
دشت سے اٹھیئے تو کوہون مین مقرر جایئے

شوق تھا جو یار کے کوچے ہمین لایا تھا میر
پانون مین طاقت کہان اتنی کہ اب گھر جایئے

غالب کہ یہ دل خستہ شب ہجر مین مر جائے
ہے طرفہ مقتل نگہہ اس آئینہ رو کی
نہ بتکدہ ہے منزل مقصود نہ کعبہ

یہ رات نہین وہ جو کہانی مین گذر جائے
اک پلک ہین کہ سیکڑون خون ان ور نگہ بجائے
جو کوئی تلاشی ہو تو را آہ کدہر جائے

تو ہی بیچارہ گدا میر ترا کیا مذکور
مل گئی خاک مین یان صاحب افسر کتنی

تو گلے ملتا نہین ہمسی تو کیسی خرمی
جی بھرا رہتا ہی اب آٹھون پہر مانند ابر

حشر کو زیر و زبر ہو گا جہان آتش ہی دلی
تجھ سوا محبوب آتش طبع ای ساقی نہین

سامنے ہو جائین ای ظالم تو دونون ہین یکی
اوس قیامت جلوہ سی بہتیری ہمسی جی اوڑی

عید آئی یان ہماری بر مین جامہ ماتمی
سیکڑون طوفان بغل مین ہی یہ مژگان ماتمی

ہی قیامت شیخ جی اوس کارگہ کی برہمی
ہو پرستار و نہین تیرے گر پری ہو آدمی

وہ دم شمشیر تیرا یہ ہماری بیدمی
مرگئی تو مرگئی ہم اوسکی کیا ہوگی کمی

کچھ پریشانی سی ہی سنبل کی جو الجھی ہی میر
یک جہان برہم کری زلفونکی اسکی درہمی

آہ جسوقت سر اوٹھاتی ہی
ناز بردار لب ہی جان جبسے
ای شب ہجر راست کہہ تجھکو

عرش پہ برچھیان چلاتی ہی
تیری خط کی خبر کو پاتی ہی
بات کچھ صبح کی بھی آتی ہی

چشم بد در چشم ترا اسے میر
آنکھین طوفان کو دکھاتی ہے

۱۳۳

رات گذری ہی مجھی نزع مین روتی روتی — آنکھیں پھر جائینگی اب صبح کی ہوتی ہوتی

کھولکر آنکھہ اوڑا دید جہان کا غافل — خواب ہوجائیگا پھر جاگنا سوتی سوتی

جم گیا خون کف قاتل پہ ترا میر زبس

اون نی رو رو دیا کل ہاتہ کو دہوتی دہوتی

قطعہ

یعقوب کی نہ کلبۂ احزان تلک گئی — سو کاروان مصر سی کنعان تلک گئی

باری نسیم ضعف سی گل ہم اسیر بھی — سناہی میں جی کی گلستان تلک گئی

رہتی نہ ہینگی دشت مین مجنون کو پہین سی — گر ہم جنون کی مارے بیابان تلک گئی

گو موسم شباب کہان گل کسی فراغ — بلبل وہ چہچہے انہیں یاران تلک گئی

کچھ آبلی دئی تھی رہ آورد عشق نی — سو رفتہ رفتہ خار مغیلان تلک گئی

سہارا تہا جیب ہی کی موسم شوق مین نی میر

سو ہاتہ چاک ٹوٹتی دامان تلک گئی

جن جن کو تہا یہ عشق کا آزار مر گئے — اکثر ہماری ساتہ کے بیمار مر گئے

ہوتا نہیں ہی اوس لب نو خط پہ کوئی سبز — عیسی و خضر کیا سبھی یکبار مر گئے

یون کانون کان گل نی نجانا کہ ہمین آہ — سر کو ٹپک کی ہم پس دیوار مر گئے

صد کاروان وفا ہی کوئی پوچھتا نہیں — گویا متاع دل کی خریدار مر گئے

قطعہ

کہانتک غیر جاسوسی کے لینے کو لگا آوے
الٰہی اس بلائے ناگہان پر بھی بلا آوے

رُکا جاتا ہے جی اندر ہی اندر آج گرمی سے
بلا سے چاک ہی ہو جاوے سینہ ٹک ہوا آوے

ترا آنا ہی اب مرکوز ہے ہمکو دم آخر
یہ جی صدقے گیا تھا پھر نہ آوے تن میں یا آوے

یہ رسم آمد و رفت دیار عشق تازہ ہے
ہنسی وہ جاوے میری اور رونا یوں چلا آوے

اسیری نے چمن سے میری دلگرمی کو دہو ڈالا
وگرنہ برق جا کر آشیان میرا جلا آوے

امید رحم انسے سخت نافہمی ہے عاشق کی
یہ بت سنگین دلی اپنی نچھوڑین گر خدا آوے

یہ فن عشق ہے آوے اسے طینت میں جسکی ہو
تو زاہد پیر نابالغ ہے بے تہ تجھکو کیا آوے

ہمارے دلمین آنے سے تکلف غم کو بیجا ہے
یہ دولت خانہ ہے اسکا وہ جب چاہے چلا آوے

برنگ بوے غنچہ عمر ایک ہی رنگ میں گذری
میسر میر صاحب گر دل بے مدعا آوے

گو ننگ اسکو آوے ہے عاشق کے نام سے
ہے میر کام میرے تئین اپنے کام سے

زرد صفرے ہے خوب تئین جسمین صاف ہے
کیا ہیکشو نکو اول بادہ صیام سے

پڑھتے نہین نماز جنازے کے اوسکے میر
دلمین غبار جسکے ہو خاک امام سے

اچنبھا ہے اگر چپکا رہون مجھ پر عتاب آوے
وگر قصہ کہون اپنا تو سننے اسکو خواب آوے

صید افگنون سے ملنے کی تدبیر کرینگے
اس دل کی تئین پیشکش تیر کرینگے

فریاد اسیران محبت نہیں بے ہیچ
یہ نالی کسو دل مین سہی تاثیر کرینگے

دیوانگی کی شور شین کہلائینگی بلبل
آتی ہی بہار اب ہمین زنجیر کرینگے

وا اس سے حرف تو ہو گو کہ یہ سر جاوی
ہم حلق بریدہ ہی سے تقریر کرینگے

رسوائی عاشق سے تسلی نہیں خوبان
مرجاویگا تو نعش کو تشہیر کرینگے

یارب وہ بہی دن ہویگا جو ہم سے چلکر
کنعان کی طرف قافلہ شبگیر کرینگے

شب دیکہی ہی زلف اسکی بجز دام اسیری
کیا یار اب اس خواب کی تعبیر کرینگے

غصے مین تو ہو ویگی توجہ تری ایدھر
ہر کام مین ہم جانکی تقصیر کرینگے

زنہار نہ منہ جاہیون سے کام کچہ اپنا
اب کوئی خراباتی جوان پیر کرینگے

بازیچہ نہین میر کے احوال کا لکھنا
اس قصے کو ہم کرتی ہی تحریر کرینگے

دل کیطرف کچہ آہ سے دل کا لگاو ہے
ٹک آپ بہی تو آ کو یہان زور باو ہے

اوٹھتا نہیں ہے ہاتہ ترا تیغ جور سے
ناحق کشی کہان تئین یہ کیا سبھاو ہے

باغ نظر ہی چشم کی منظر سب جہان
ٹک ٹھہر و یان تو جا تو کہ کیسا دکھاو ہے

تقریب ہم نے ڈالی ہی اسی جور کہ کی اب
جو بن پڑے ہی ہے ٹک تو ہمارا ہی داو ہے

١٣٧

اس دشت میں اے سیل سنبھل ہی کے قدم رکھ
ہر سمت کو یاں دفن مری تشنہ لبی ہے

رہے حال ایک سا تو جمع کرے کہیں بھلا | سو تو یہ کبھو ہمہ داغ ہے کبھو ہمہ سوز کباب ہے
کہیں کی کہو تمہیں لوگ کیا یہی آرسی ہی تو ہم کا | نہ کسو کی تمکو ہے ٹک حیا نہ ہماری شرم سے حجاب ہے
جلوے سیکڑوں میں بسر کریں کہ رہی ہے کچھ برکت نہیں | لب نان تو وان کا کباب ہے دم آب ان کا شراب ہے
نہیں کھلتیں آنکھیں تمہاری ٹک کہ مآل پر بھی نظر کرو | یہ جو وہم کی سی نمود ہے اسے خوب دیکھو تو خواب ہے
گئے وقت آتے ہیں ہاتھ کب ہوئے ہیں گنوائے کے غم اب سب | تجھے کرنا ہووے سو کر تو اب کہ یہ عمر برق شتاب ہے
کبھو لطف سے نہ سخن کیا کبھو بات کہہ نہ لگا لیا | یہی لحظہ لحظہ خطاب ہے وہی لمحہ لمحہ عتاب ہے
تو جہاں کے بحر عمیق میں سر پر ہوا نہ بلند کر | کہ یہ بحر ذرہ جو بود ہے کسو موج پر کا حباب ہے
رکھو آرزو مئے خام کی کرو گفتگو خط جام کی | کہ سیاہ کاروں سے حشر میں نہ حساب ہے نہ کتاب ہے

میر اشعار سنکے جو لوگوں نے کیا پوچھنا تو کہے ہے کیا
جسے کہتے ہیں ہما جو یہ وہی تو خانہ خراب ہے

سینہ ہے چاک جگر پارہ ہے دل سب خون ہے | تس پہ یہ جان بلب آمدہ بھی محزون ہے
اوسی آنکھوں کو بلا جی میں رکھے کیونکر تاب | چشم اعجاز مژہ سحر نگہ افسون ہے
آہ یہ رسم وفا ہووے بر افتادہ کہیں | اس ستم پر بھی مرا دل اوسی ممنون ہے
کبھو اس دشت سے اوٹھتا ہے جو اک گرد آنگ | گرد نمناک پریشان شدہ مجنون ہے
کیونکہ بن بادہ لب جو یہ چمن میں رہیے | عکس گل آب میں تکلیف مئے گلگون ہے

آوارہ میر شاید وان خاک ہو گیا ہی
یک گرد اوٹھہ چلی ہی گاہ اسکی رہگذر سی

وعدہ وعید پیارے کچہہ تو قرار ہووی
فتراک سی نہ باندہی دیکھو نہ تو تڑپنا
از بس لہو پیا ہی مین تیری غم مین گلرو
مین مست مر گیا ہون کرنا عجب نہ ساقی

دل کی معاملت ہی کیا کوئی خوار ہووی
کس آرزو پہ کوئی تیرا شکار ہووی
تربت سی میری شاید حشر بہار ہووی
گر سنگ شیشہ میرا سنگ مزار ہووی

ای غیر میر تجھکو گر جوتیان نہ مارے
سید نہووی پہر تو کوئی چمار ہووی

رہی نہ پختگی عالم مین دور خامی ہے
نہ اوٹھہ تو گہر سی اگرچہ ہٹا ہی ہون مشہور

ہزار حیف کمینون کا چرخ حامی ہی
نگین جو ہٹیا ہی گرکر تو کیسا نامی ہی

ہوی ہین فکر مین پریشان میر یارون کی
حواس خمسہ کرین جمع سو نظامی ہے

انجام دل غم کش کوئی عشق مین کیا جانی
وان آرسی ہی وہ ہی یان سنگ چہاتی ہی
ناصح کو خبر کو کیا ہی لذت سی غم دل کی

کیا جانیے کیا ہوگا آخر کو خدا جانی
گذری ہی جو کچہہ ہم پر سو اسکی بلا جانی
ہی حق بطرف اسکی چکہی تو مزا جانی

نالہ عجز نقش الفت ہے
رنج و محنت کمال راحت ہی

عشق ہی گریۂ ندامت ہے
ورنہ عاشق کو چشم خفت ہی

تا دم مرگ غم خوشی کا نہین
دل آزردہ گر سلامت ہے

دل مین ناسور پھر جراحت ہی
ہر طرف کوچہ کی جراحت ہے

روناآتا ہی دمبدم شاید
کسو حسرت کی دل سے رخصت ہے

فتنے رہتے ہین اوسکی سائی مین
قد و قامت ترا قیامت ہے

نہ تجھے رحم نے اسی تک صبر
دل پہ میری عجب مصیبت ہی

قطعہ

تو تو نادان ہی نہایت ناصح
کب موثر تری نصیحت ہے

دل پہ جب میر کی آ کے یہ ٹھہرا
کہ تجھے خوش دلی ذمت ہے

رنج و محنت سے باز کیونکی رہون
وقت جاتا رہے تو حسرت ہے

کیا ہی پھر کوئی دم کو کیا جانو
دم غنیمت میان جو فرصت ہے

قطعہ

تیرا شکوہ مجھے نہ میرا تجھے
چاہیے یون جو فی الحقیقت ہے

تجھکو مسجد ہی مجھکو میخانہ
واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

142

میری پرستش تری طبع اگر آوے گی
صورت حال تجھے آپ ہی نظر آوے گی

محو اسکا نہیں ایسا کہ جو جیتے گا شتاب
اسکی بیخودی کی بہت دیر خبر آوے گی

کتنے پیغام چمن کو ہیں سو دل میں ہیں گرہ
کسو دن ہم تئیں بھی باد سحر آوے گی

ابر مست گور غریبان پہ برس غافل آہ
ان دل آزردون کی چمین بھی لہر آوے گی

میر میں جیتے تو نہیں آؤنگا اسی دن جس دن
دل نہ تڑپیگا مرا چشم نہ بھر آوے گی

نار چمن وہی ہے بلبل سے گو خزان ہے
تہمت جو زرد بھی ہے سو شاخ زعفران ہے

گر اس چمن میں وہ بھی اک ہی لب و دہان ہے
لیکن سخن کا تجھ سے غنچے کو منہ کہان ہے

ہنگام جلوہ اوسکی مشکل ہے ٹھہر رہنا
چتون ہے دل کی آفت چشمک بلاے جان ہے

تیہر سے توڑنے کی قابل جا ہے آرسی تو
پر کیا کریں کہ پیارے منہ تیرا درمیان ہے

باغ و بہار ہے وہ مین کشت زعفران ہون
جو لطف اک ادہر ہے تو یان بھی اک سمان ہے

ہر چند ضبط کرئی چھپتا ہے عشق کوئی
گذری ہے دل پہ جو کچھ چہرے ہی سے عیان ہے

اس فن کو کوئی دیتہ کیا ہو مرا معارض
اول تو مین سند ہون پھر میری یہ زبان ہے

عالم مین آب و گل کا ٹھہراؤ کس طرح ہو
گر خاک ہے اوڑے ہے ور آب ہے روان ہے

چرچا رہیگا اس کا تا حشر میکشا نمین
خونریز کی ہماری رنگین داستان ہے

[illegible]

اس رشک آفتاب کو دیکھے تو شرم سے
ماہ فلک نہ شہر میں منہ کو دکھا سکے

قطعہ

کیا دلفریب جا ہے یہ آفاق ہمنشین
دو دن کو یاں جو آئے سو برسوں نجا سکے

مشعر ہے اس پہ مردن دشوار رفتگان
یعنی جہاں سے دل کو نہ آسان اوٹھا سکے

بولونگا اس غزل کے بھی میں قافیے کو میر
پھر فکر کو نہ عہدہ سے اسکے بر آسکے

کیا غم میں ویسی خاک فتادہ سے ہو سکے
دامن پکڑ کے یار کا جو ٹک نہ رو سکے

ہم ساری ساری رات رہے گریہ ناک لیک
مانند شمع داغ جگر کا نہ دہو سکے

رونا تو ابر کا سا نہیں یار جانتے
اتنا تو روئیے کہ جہان کو ڈبو سکے

برسوں ہی منتظر سر راہ پڑے ہیں ہو
اس قسم کا تو صبر کسو سے نہو سکے

رہتی ہے ساری رات مرے دم سے چہل میر
نالہ ہے پھر تو کوئی محلے میں سو سکے

آتش کی شعلہ سر سے ہمارے گذر گئے
بس اے تپ فراق کہ گرمی میں مر گئے

منزل نہ کر جہان کو کہ ہمنے سفر سے آہ
جن کا کیا سراغ سنا وے گذر گئے

نشست نمک سے بھی تو کبھو یاد کر کبھی
اب داغ کھاتی کہاتے فلک جی تو بھر گئے

تلک دادو میری اہل محلہ سے چاہیو
تجھ بن خراب کرتے رہے ہیں یہ سب مجھے

طوفان بجا ہے اشک ٹپکتے ہیں چشم سے
اے ابر تر دماغ تمہارا رونیکا جب مجھے

[illegible] حرف اسکے منہ کے تو لکھ بھیجیو شتاب
[illegible] جو مر چلا ہے چھوڑ کے تو جان بلب مجھے

قطعہ

[illegible]

حال بد گفتنی نہیں میرا / تم نے پوچھا تو مہربانی کی

سب کو جانا ہے یون تو پر اے میر / [illegible] اک تری جوانی کی

تشنہ لب مر گئے ترے عاشق / نہ ملی ایک بوند پانی کی

[illegible] مجھ سے کس کی / [illegible] خوش زبانی کی

[illegible] کتنی نیند میرے قصہ کی / ابتدا پھر وہی کہانی کی

شب خواب کا لباس ہے عریان تنی میں	جب سوئیے تو چادر مہتاب تانیے

قطعہ

اپنا یہ اعتقاد ہے تجھ جستجو میں یار	لی اس سرے سے اس سرے تک خاک چھانیے
پھر یا نصیب ہے یہی ہے طالع کی یاوری	مر جائیں ہم تو اس پہ بھی ہمکو نجانیے

لوٹی ہے خاک و خون میں غیروں کی ساتھ میر
ایسے تو نیم کشتہ کو وان میں نہ سانیے

مرے اس رنگ کی مرجانے سے وہ غافل ہے کیا جانے	گذرنا جان سے آسان بہت مشکل ہے کیا جانے
کوئی سر سنگ سے مارو کسی کا وا کہیں دم ہو	وہ آئینے میں اپنے ناز پر مائل ہے کیا جانے
نظر مطلق نہیں پھر انہیں دو کو حال پر میرے	مرا دل اوسکی غم میں کھو گیا اسکا دل ہے کیا جانے
جنون خبطی دیوانہ سڑا کوئی عشق کو سمجھے	فلاطون سے نہیں یاں بحث وہ غافل ہے کیا جانے
تڑپنا نقش پا کے ناقہ پر جانے ہوا کس مجنون	بیابان میں ججھ لیلی کا کدھر محمل ہے کیا جانے
پڑ ہا یا اوسکو بہتیرا کہ مت اُلار از دل منہ پہ	یہ طفل اشک کو دیکھا تو نا قابل ہے کیا جانے

طرف ہونا مرا مشکل ہے میر اس شعر کے فن میں
یونہیں سودا کبھو ہوتا ہے سو جاہل ہے کیا جانے

کیا کروں شرح خستہ جانی کی	میں نے مر مر کے زندگانی کی

کب تلک جی رکے خفا ہووے / آہ کریے کہ ٹک ہوا ہووے

جی ٹھہر جائے یا ہوا ہووے / دیکھیے ہوتے ہوتے کیا ہووے

کاہش دل کی کیجیے تدبیر / جان میں کچھ بھی جو رہا ہووے

چپ کا باعث ہے بے تمنائی / کہیے کچھ بھی تو مدعا ہووے

بیکلی [illegible] / [illegible] کیا ہووے

[illegible]

عشق [illegible] / [illegible] دل لگا ہووے

[illegible]

دل و دین ہوش و صبر سب ہی گئے	آگے آگے تمہارے آنے کے
کب تو سوتا تھا گھر مرے آکر	جاگے طالع غریب خانے کے

قطعه

تیر و تلوار و سیل یک جا ہین	سارے اسباب مار جانے کے

مژہ ابرو نگہ سے اسکے میر
کشتہ ہین اپنے دل لگانے کے

ملا غیر سے جا جفا کیا نکالی	او گت لیکے آخر ادا کیا نکالی
طبیبون نے تجویز کی مرگ عاشق	مناسب مرض کی دوا کیا نکالی
نہین وس گزرگہ سے آتی ادھر اب	نئی راہ کوئی صبا کیا نکالی
دلا اوسکے گیسو سے کیون لگ چلا تو	یہ اک اپنے جی کی بلا کیا نکالی
رہا ہی دریا داری قدردانی	وفا کی ہماری جزا کیا نکالی
دم صبح جون آفتاب آج ظالم	نکلتے ہی تیغ جفا کیا نکالی

لگے در بدر میر چلاتے پھرنے
گدا تو ہوئے پر صدا کیا نکالی

کم فرصتی گل جو کہین کوئی نہ مانے	ایسے گئے ایام بہاران کہ نہ جانے

غفلت مین گئی آہ مری ساری جوانی
ای عمر گذشتہ مین تری قدر نجانی

تھی آبلہ دل سے ہمین تشنگی مین چشم
پہونچا نہ تو آیا نظر اک بوند بھی پانی

مدت سے ہین اک مشت پر آوارہ چمن مین
نکلی ہے یہ کسکی ہوس بال فشانی

بہاتی ہے مجھے اک طلب بوسہ مین یہ آن
لکنت سے اوطر جاے اسے بات مرآنی

تیرے بن دیکھے مین کمدر ہون / آنکھون پر اب غبار رہتا ہے

جیسے یہ ہر کہ تیری خاطر دل / روز بی اختیار رہتا ہے

دل کو مست بہول جانا میرے معجب / مجھسے یہ یادگار رہتا ہے

دور مین چشم مست کی تیری / فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہے

بسکہ تیرا ہوا بلا گردان / سر کو میری دوار رہتا ہے

ہر گھڑی نخش ایسی باتو نہین / کوئی اخلاص و پیار رہتا ہے

تجھ بن آ گئی ہین تنگ جینے سے / مرنے کا انتظار رہتا ہے

دل کو گویا تھے ہین رکھو اب تم / کوئی یہ بیقرار رہتا ہے

غیر مت کھا فریب خلق اوسکا / کوئی دم مین وہ مار رہتا ہے

دلبرو دل چراتی ہو ہر دم / یون کہین اعتبار رہتا ہے

کیون نہو وے عزیز دلہا میر / کسکے کوسچے مین خوار رہتا ہے

آج کل بیقرار ہین ہم بھی / بیٹھ جا چلنے ہار ہین ہم بھی

آن ہین کچھ یہین آن ہین کچھ ہین / تحفہ روزگار ہین ہم بھی

منع گریہ نکر تو ای ناصح / اسمین بی اختیار ہین ہم بھی

چھوڑ مت نقد وقت نسیہ پر
آج جو کچھ ہو سو کہان کل ہو

بند ہو تجہ سی یہ کھلا نہ کبھو
دل ہی یا خانۂ مقفل ہے

سینہ چاکی بھی کام کرتی ہو
یہی کر جبتلک معطل ہے

قطعہ

انکی ہاتھو نمین شوق کی تیری
دامن باد یہ کا انچل ہے

تنگ گریبانمین سر کو ڈال کر دیکھ
دل بھی کیا لق و دق جنگل ہے

قطعہ

ہجر باعث ہی بدگمانی کا
غیرت عشق ہی تو کب کل ہو

مرگیا کوہکن اسی غم مین
آنکھ او جہل پہاڑ او جہل ہو

جا نگدازا تنی کہان آواز عود و چنگ ہو
دل کی سی نالو نکا ان پردو نمین کچہ آہنگ ہو

روئی و خال و زلف ہین سنبل و سبزہ و گل
آنکھین ہون تو یہ چمن آئینۂ نیرنگ ہے

بیستون کہو دیکر کیا آخر ہوی سب کار عشق
بعد از ان ای کوہکن سر ہی ترا اور سنگ ہو

آہ ان خوش قامتونکو کیونکہ بر مین لائیے
جنکی ہاتھو نسی قیامت پر بھی عرصہ تنگ ہو

عشق مین وہ گھر ہوا اپنا جس سی مجنون ایک
نا خلف سا ر قبیلہ کا ہماری ننگ ہو

فقیرانہ آئے صدا کر چلے | کہ میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم | سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

شفا اپنی تقدیر ہی مین نہ تھی | کہ مقدور تک تو دوا کر چلے

وہ کیا چیز ہے آہ جسکے لیے | ہر اک چیز سے دل اوٹھا کر چلے

کوئی نا امیدانہ کرتے نگاہ | سو تم ہمسے منہ بھی چھپا کر چلے

بہت آرزو تھی گلی کی تری | سو یاں سے لہو مین نہا کر چلے

دکھائی دیئے یون کہ بیخود کیا | ہمین آپ سے بھی جدا کر چلے

قطعہ

جبین سجدہ کرتے ہی کرتے گئی | حق بندگی ہم ادا کر چلے

پرستش کی یان تک کہ اے بت تجھے | نظر مین سبھون کی خدا کر چلے

قطعہ

جھڑے پھول جس رنگ گلبن سے یون | چمن مین جہان کے ہم آ کر چلے

بہر کیف اغم دوستان شکر ہے | ہمین داغ اپنا دکھا کر چلے

قطعہ

گئی عمر در بند فکر غزل | سو اس فن کو ایسا بڑا کر چلے

بعد ایک عمر کہین تمکو جو تنہا پایا
ڈرتی ڈرتی ہی کچھ احوال سنایا ہمنے

یان فقط ریختہ ہی کہنے نہ آئی تھے ہم
چار دن یہ بھی تماشا سا دکھایا ہمنے

باری گل باغ مین جا مرغ چمن سے مل کر
خوب ہے گل کا مزا خوب اڑایا ہمنے

تازگی داغ کی ہر شام کو ہی ہیچ نہین
آہ کیا جانی دیا کس کا بجھایا ہمنے

دشت و کہسار مین سر مارکی چندے تجھ بن
قیس و فرہاد کو پھر یاد دلایا ہمنے

بیکلی سے دل بیتاب کی مرگ زرہی تھی
سو تہ خاک بھی آرام اوٹھایا ہمنے

یہ ستم تازہ ہوا اور کہ پائیز مین میر
دل خس و خار سے ناچار لگایا ہمنے

ظالم کہین تو مل کبھو دار و پئے ہوئی
پھرتی ہین ہم بھی ہاتھ مین سر کو لیے ہوئے

آوگی ہوش مین تو تلک اس سے تجھی جو
اٹھو نشے مین جاتی ہو زخمی کیے ہوئے

جی ڈوبتا ہے اس گہر تر کی یاد مین
پایان کار عشق مین ہم مرجیے ہوئے

اسی جاک دل کہ چشم سے ناصح لہو تھی
ہوتا ہو کیا ہمارے گریبان سیے ہوئے

کافر ہوی تہو نکی محبت مین میر جی
مسجد مین آج آئی تھی قشقہ دیے ہوئے

غم سے یہ راہ مین نے نکالی نجات کی
سجدہ اس آستان کا کیا پہر وفات کی

عرصہ ہے تنگ چال نکلتی نہین ہے اور
جو چال پڑتی ہے سو وہ بازی کی بات کی

اب ہے دلکو آہ کرنی ہے صبح و مسا لگی

جہانکی مسلخ تمام حسرت نہیں ہے تسخیر ہی کی فرصت
نظر پڑی ہی بسان بسمل کہ جو مژہ کانکو وا کروگی

اخیر الفت یہی نہیں ہی کہ جلکی آخر ہوئی دیگر تنکی
ہوا جو یانکی یہی تو یارو غبار ہوکر ہوا کروگی

بلا ہی ایسا طپیدن دل کہ صبر اس پر ہی سخت مشکل
دماغ اتنا کہان رہیگا کہ دست دل پر رکھا کروگی

عدم مین ہمکو یہ غم رہیگا کہ اور وں پر اب ستم ہوئیگا
تمہین تو لت ہی ستانی ہی کی کسو پہ آخر جفا کروگی

اگرچہ اب تو جفا ہو لیکن ہوئی گی کبہو پہ کبہو ہمارے
جو یاد ہمکو کروگی پیارے تو تو ہاتھ اپنی ملا کروگی

سحر کو محراب تیغ قاتل کبہو جو یارو ادہر ہو مائل
تو ایک سجدہ بسان بسمل مری طرف سی ادا کروگی

غم محبت سے میر صاحب بتنگ ہو نہیں فقیر ہو تم
جو وقت ہوگا کبہو مساعد تو میری حق مین دعا کروگی

کسو جتن سے کہون مین اسکی خوش اختری کی
اس ماہرو کی آگی کیا تاب مشتری کی

رکہتا نہ تہا قدم یان جو باد بی تامل
سیر اس جہانکی رہرو ہے تو نی سرسری کی

شبہا بجال سگ مین یک عمر صرف کی ہی
مت پوچہ اون نی مجہسے جو آدمی گری کی

پائی گل اوس چمن مین چہوڑا گیا نہ ہمسی
سر پر ہمارے اسکی منت ہی بی پری کی

ہیشہ تو ایک ہی تہا او سکا ہمارا لیکن
مجنونکی طالعون نی شہرت مین یاوری کی

گرچہ سی داغ سینہ تازی ہوئی ہین سارے
یہ کشت خشک تونی ای چشم ہم ہری کی

یہ درد تو موافق ہوتا نہیں اگر اب
رکہی بنای تازہ اس چرخ چنبری کی

قطعہ

دل جلون کا سراغ نکلی ہی

غافل یہ زندگانی فسانہ ہی خواب ہی

رہ آشنا ہو لطف حقیقت کی بحر کا | ہی رشک زلف و چشم جو موج حباب ہے

آتش ہی سوز سینہ ہمارا مگر کہ میر
نامے سے عاشقوں کی کبوتر کباب ہے

کیا کیا بیٹھے بگڑ بگڑ تم پر ہم تمسے بنائے گئی
اوڑھی نقاب جہانسے یارب جسے تکلیف ہی سیوے
کب کب تم نے سچ نہیں مانی جھوٹی باتیں عذر کی تھی
صبح وہ آفت اُٹھ بیٹھا تھا تم نے نہ دیکھا صد افسوس
اللہ رے یہ دیدہ درائی ہوں نہ سکر کیونکر ہم
آگ میں غم کی ہو کے گداز آن جسم ہوا سیلابی سا
ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بھی حد ایک آخر ہوتی ہے
خضر جو بل جاتا ہے گاہے آپ کو بھولا خوب نہیں

چپکے باتیں اُٹھائی گئی سرکار سے وہ ہیں آئی گئی
جب نکلی اس راہ سے ہو کر تم تم ہمسے چھپائے گئی
تم ہمکو یوں نہیں جلائے گئے وے تکلو وہیں لگائی گئی
کیا کیا فتنے سر جوڑے ہیں پلکوں کے سائے سائے گئی
آنکھیں ہمسے ملائی گئی پھر خاک میں ہمکو ملائی گئی
یعنی بن ان شعلہ خوؤں کے خوب ہی یا ہم بھی تائی گئی
کشتے اسکی تیغ ستم کے گور تئیں کب لائے گئے
کھوئے گئے اس راہ کو ورنہ کاہیکو پھر پائے گئے

مرنے سے کیا میر جی صاحب ہمکو ہوش تھے کیا کرتے
جی سے ہاتھ اُٹھائے گئے پر اسسے دل نہ اُٹھائے گئے

ادھر سے ابر اُٹھ کر جو گیا ہے | ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے
مصائب اور تھے پر دل کا جانا | عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

دل ہے خون کی اک گلابی سے
عمر بھر ہم رہے شرابی سے
جی ڈہہا جائے ہے سحر سے آہ
رات گذرے گی کس خرابی سے
کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اسکی آنکھوں کی نیم خوابی سے
برقع اُٹھتے ہی چاند سا نکلا
داغ ہوں اسکی بے حجابی سے
کام تھے عشق میں بہت پر میر
ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

کیا بعد مرگ یاد کرونگا وفا تجھے
سہتا رہا جفائین مین جب تک جیا کیا

اب وہ جگر طپش سے تڑپتا ہے تشنہ لب
مدت تلک جو میر کا لوہو پیا کیا

بیٹا ہیونکے جور سے مین جبکہ مرگیا
ہو کر فقیر صبر مری گور پر گیا

اے آہ سرد غصہ محشر مین یخ جما
جلتا ہو مین سنون کہ جہنم ٹھٹھر گیا

تیری ہی رہگذر مین یہ جی جارہا ہے شوخ
سنیو کہ میر آج ہی کل مین گذر گیا

کیا خط لکھو مین ورقی سے فرصت نہین کبھی
لکھتا ہون تو پہرے ہے کتابت بہی بہی

سب ہونگی خط لیے پوشیدہ قاصد آج جاتا ہے
چلا ہے یار کی کوچے کو پہر مجھسے چھپاتا ہے

تمام شد دیوان اول میر تقی

دیوان دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر ذری حیات کا ہو سبب جو حیات کا
نکلی ہو جی ہی اسکو لیی کائنات کا

بکھری ہو زلف اس رخ عالم فروز پر
ورنہ بناؤ ہووی نہ دن اور رات کا

در پردہ وہ ہی معنی مفہوم ہوں اگر
صورت نہ بگڑی کام فلک کی ثبات کا

ہو مستحیل خاک سی اجزای نو خطان
کیا سہل ہو زمین سی نکلنا نبات کا

مستہلک اسکی عشق کی جانی ہیں قدر مرگ
عیسی و خضر کو ہو مزا کب وفات کا

اشجار ہوویں خامہ و آب سیہ بحار
لکھنا نہ تو بھی ہو سکی اوسکی صفات کا

قطعہ

رکھنا قدم پہ اونکی قدم کب ملک سے ہو | مخلوق آدمی نہ ہوا ایسی چال کا
تخصیص ایسی کسکی تھی ختم رسل کے بعد | تھا مشورت شریک حق لایزال کا
بوراتیون کو دوش نبی پر قدم کو رکھہ | چھوڑا نہ نام کعبے مین کفر و ضلال کا
راہ خدا مین اونکے دیا اپنی بھی یقین | پھر جو دمنہ تو دیکھو کسو آشنال کا
نسبت نہ بندگی کی ہو جسکی وہ آن دست | رفتا مجھے ہے حشر علی دیکھی ہی چال کا

فکر نجات میر کو کیا مدح خوان ہے وہ
اولاد کا علی کی محمد کی آل کا

قدرت سے نہین خالی جانون کا کہپا جانا | کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا
ہم جاہ و حشم یانکا کیا کہیے کیا جانا | خاتم کو سلیمان کی انگشتر پا جانا
یہ بھی ہے ادا کوئی خورشید نمط پیارے | منہ صبح دکھا جانا پھر شام چھپا جانا
کب بندگی میری سے بندہ کریگا کوئی | جانے ہے خدا اسکو مین تجھکو خدا جانا
تھا ناز بہت ہمکو دانست پر اپنی بھی | آخر وہ برا نکلا ہم جسکو بھلا جانا
گردن کشی کیا حاصل مانند بگولے کے | اس دشت مین سر گاڑے جون سیل چلا جانا
اس گریہ خونین کا ہو ضبط تو بہتر ہے | اچھا نہین چہرے پر لوہو کا بہا جانا
یہ نقش دلون پر سے جانے کا نہین اسکو | عاشق کی حقوق آکر ناحق بھی مٹا جانا

شاید کباب کر کر کہایا کبوتراون نی
وحشی مزاج ازبس مایوس بادیہ ہین
جس ہاتھ مین رہا کی اوسکی کمر ہمیشہ
سب پیچ کی یہ باتین ہین شاعرونکی ورنہ
طرزِ نگاہ اسکی دل لیگئی سبھون کے
تم واقف طریق بیطاقتی نہین ہو
کچھ بہی معاش ہے یہ کی ان نے ذکر عشق تک
بلکہ ترکِ عشق کر کر آخر بہت ہوئی ہم
واعظ کو یہ جلن ہے شاید کہ فربہی ہے

نامہر اور ٹہہر کر ہی اوسکی گلی مین پرسا
ان نے جنون مین جنگل اپنا ہوا ہی گہرسا
اس ہاتھ مارنی کا سر پہ تبر ہا ہی کرسا
باریک اور نازک موکب ہی اس کمرسا
کیا مومن و برہمن کیا گبر اور ترسا
یان راہ دو قدم ہی اب دور کا سفرسا
جب تو نہ ہمارا جی دیکھنے کو ترسا
آدھا نہین رہا ہی اب جسم رنج فرسا
رہتا ہی حوض ہی مین اکثر پڑا مگر سا

انداز سے ہی پیدا سب کچھ خبر ہی اسکو
گو میر بی سر و پا ظاہر ہی بیخبر سا

تیغ ستم سے اسکے مرا سر جدا ہوا
قاصد کو دیکے خط نہین کچھ پہنچنا ضرور
وہ تو نہین کہ اشک تھمی ہی نہ آنکھ سے
حیران رنگ باغ جہان تہا بہت رکا

شکر خدا کہ حق محبت ادا ہوا
جاتا ہی اب تو جی ہی ہمارا چلا ہوا
نکلی ہی کوئی لخت دل اب سو جلا ہوا
تصویر کی کلی کی طرح دل نہ وا ہوا

خط سے وہ زور صفائی حسن اب کم ہو گیا
چاہ یوسف تھا ذقن سو چاہ رستم ہو گیا

سینہ کوبی سنگ سے دل خون ہونے مین رہی
حق بجانب تھا ہمارے سخت ماتم ہو گیا

ایک سا عالم نہیں رہتا ہے اس عالم کے بیچ
اب جہان کوئی نہ تھا یان ایک عالم ہو گیا

آنکھ کے لڑتے ترے آشوب سا برپا ہوا
زلف کی درہمی ہوئے اک جہان برہم ہو گیا

کرتی ہی نہیں ترک بتان طور جفا کا
شاید ہمیں دکھلاوینگے دیدار خدا کا

ہے ابر کی چادر شفقی جوش سے گل کی
میخانے کی ہان دیکھیے یہ رنگ ہوا کا

بہتیری گرد جس کلا لونگی پڑی ہے
کیا ذکر ہے واعظ کی مصلیٰ ردا کا

مر جائیگا باتو نہیں کوئی غمزدہ یون ہی
ہر لحظہ نہو ممتحن ارباب وفا کا

تدبیر تھی تسکین کی لیہ لوگونکی ورنہ
معلوم تھا مدت سے ہمیں نفع دوا کا

ہاتھ آئینہ رویون سے اٹھا بیٹھیں نہ کیونکر
بالعکس اثر پاتے تھے ہم اپنی دعا کا

آنکھ اسکی نہیں آئینہ کے سامنے ہوتی
حیرت زدہ ہون یار کی مین شرم و حیا کا

برسون سے تو یون ہی کہ گھٹا جب امنڈ آئی
تب دیدۂ تر سے بھی ہوا ایک جھڑا کا

آنکھ اوس سے نہیں اٹھتی کی صاحب نظرانکی
جس خاک پہ ہو گا اثر اسکی کف پا کا

تلوار کے سائے ہی مین کاٹے ہے تو اے میر
کس دل زدہ کو ہوئی ہے یہ ذوق فنا کا

رہتا ہے پڑا یون سے مرے جو ہما لگا
کچھ درد عاشقی کا اسے بھی مزا لگا

غافل نہ سوز عشق سے رہ پھر کباب ہے
گر لا سکے اس آگ کا تک دلکو جا لگا

دیکھا ہمین جہان وہ تہان آگ ہو گیا
بھڑکا رکھا ہے لوگون نے اوسکو لگا لگا

مہلت تنک بھی ہو تو سخن کچھ اثر کرے
مین اوٹھ گیا کہ غیر ترے کانون آ لگا

طرفہ آتش خیز گلستان ہے دل
مقتبس یان سے ہے شعلہ طور کا

قطعہ

مرگئے پر خاک سے سب کبر و ناز
ٹہیکرے کو قدر ہے اسکو نہین
مت جہکو سر کو کسو مغرور کا
ٹوٹے جب کاسہ سر فغفور کا

قطعہ

ہو کہڑا وہ تو پری سی ہے کہڑی
دیکہہ اوسے کیونکر ملک ہیچک نہو
مُنہ کہلے تو جیسے چہرا حور کا
آنکہہ کے آگے یہ ٹکڑا نور کا

چشم بہنی سے کبہو رہتی نہین
کچہ علاج اے میر اس ناسور کا

نظر مین طور رکہہ اوس کم نما کا
بہروسا کیا ہے عمر بیوفا کا
گلو نکم پیرہن ہین چاک سارے
کہلا تہا کیا کہین بند اوس قبا کا
پرستش اب اسی بت کی ہے ہر سو
رہا ہوگا کوئی بندہ خدا کا
بلا ہین قادر انداز اسکو آنکہین
گیا یکہ جنازہ جسکو تاکا
بجا ہے عمر سے اب ایک حسرت
گیا وہ شور سر کا زور پا کا
مداوا خاطرون سے تہا وگرنہ
ہدایت مرتبہ تہا انتہا کا

قطعہ

مجنون میر کیون ایسا ہے چپکا
نمونہ ہے یہ آشوب و بلا کا
گروہون بیچ رخصت ورنہ شکیبکا
دم سونے دیکھا شور اس بینوا کا

دم تک مست کسو کی خبر نہین رکھتا
کہ مین شکار زبون ہون جگہ نہین رکھتا
یہ آنکہہ جو پڑتی ہے اسکی دن جاکہہ
ہمارا حال تو مد نظر نہین رکھتے

ہوئے آخر کو ساری کام ضایع ناشکیبی سے
کبھو دن اور تاب ہجر دل لاتا تو کیا ہوتا

دم بسمل تماری زیر لب کچھ کچھ کہا سب نے
جو وہ بے رحم بھی کچھ منہ سے فرماتا تو کیا ہوتا

کبھی غیر کو وہ تو جو بیٹھا وہیں یاروں سے
لیے جاتا اگر ٹک چاہ کا ناتا تو کیا ہوتا

کبھو سرگرم بازی ہمد موسیٰ یان بھی آجاتا
ہمیں بیکچند اگر وہ اور بہلاتا تو کیا ہوتا

گئے اے میر کو کل قتل کرنے اسکے در پر سے
جو وہ بھی گھر سے باہر اپنے ٹک آتا تو کیا ہوتا

میں غش کیا جو خط لے ادھر نامہ بر چلا
یعنی کہ فرط شوق سے جی بھی ادھر چلا

سدہ اے گئی تری بھی کوئی زلف مشکبو
گیسوی پیچدار جو منہ پر بکھر چلا

لڑکا ہی تھا نہ قاتل ناکردہ خون ہنوز
کپڑے گلے کے سارے مرے خون میں بھر چلا

اے مایہ حیات گیا جس کنے سے تو
آفت رسیدہ پھر وہ کوئی دم میں مر چلا

ملیا بھی آج رات کہیں رہنے کی سی ہے
کس خانمان خراب کی اے مہ تو گھر چلا

دیکھو گے کوئی گوشہ نشین ہو چکا غریب
تیر مژہ اوس ابرو کمان کا اگر چلا

پی مے رہا بہار میں سارے ہزار حیف
لطف ہوا میں شیخ بہت بے خبر چلا

قطعہ

تجھسے تکلف اسکا چلا جائے ہے وہی
کل راہ میں ملا تھا سو منہ ڈھانپ کر چلا

ہیں لو ہوا یا یا گل بہو لو نکلی دو کان پر
اس مرغ کی بھی جیسے کیا شوق چمن کا تھا

بیدون قدم تیرا پڑتا تھا اڑ کہین مین
رونا ہمین اول ہی اس تیری چمن کا تھا

مرغان قفس ساری تسبیح مین تھی گل کی
ہر چند کہ ہر اک کا ڈہلکا ہوا انکا تھا

سب سطح ہی پانی کا آئینہ کا ساتختہ
دریا مین کہین شاید عکس اسکی بدنکا تھا

خوگر نہین ہم یون ہی کچہ ریختہ کہنے سے
معشوق جو اپنا تھا باشندہ دکن کا تھا

بہون تئین تم جسدم سج نکلتی تھی اک تنہا
اوس دن ہی تمہین دیکھا تھا مرتھکا تھا

رہ میر ہی عزیبانہ جاتا تھا چلا روتا
ہرگام گلا لب پر یاران وطن کا تھا

یہ روش ہی دلبرونکی نہ کسو سی ساز کرنا
کوئی خاک سی ہو یکسان وہی انکو ناز کرنا

کوئی عاشق تباکی کری نقل کیا معیشت
انہین ناز کرتی رہنا و نہین جی نیاز کرنا

رہین بند میری آنکہین شب و روز ضعف سی جو
نہوا مجھے میسر کبہو چشم باز کرنا

یہ بہی طرفہ ماجرا ہی کہ اوسی کو چاہتا ہون
مجھے چاہیئے ہی جس سے بہت احتراز کرنا

نہین کچہ رہا تو اسکا تجہی پر ضرور ہی ان
ہوس اور عاشقی مین ٹک اک امتیاز کرنا

کوئی عاشقونکی ہیبت کہنون اوٹھ گئے سبھی سی
انہین بات ہو جو تہوڑی اسی بھی دراز کرنا

یہی میر کہینچی قشقہ در و دیر پر تھی ساجد
نہین اعتماد قابل انہونکا نماز کرنا

تسکین دل ہو تب کہ کبہو آ گیا ہو ہو
اس نقش رخ کو بہولی مجہو مدتین ہوئین

رہتی تو تہے مکان پہ ولی آپ مین نہ تہے
اب چہیڑ یہ رکھی ہی کہ پوچہیے ہی بار بار

اک دم مین یہ عجب کہ مری سر پہ پہر گیا

برسون سی اسکا آنا ہی صبح پہ رہا
لیکن مرا نہ گریہ یہ شام و سحر رہا

اس بن ہمین ہمیشہ وطن مین سفر رہا
کچہ وجہ بہی کہ آپ کا منہ ادہر اودہر رہا

جو آب تیغ برسون تری تاکمر رہا

کاہیکو مین نی میر کو چہیڑا کہ اون نی آج
یہ درد دل کہا کہ مجہے درد سر رہا

دل دفعتہً جنون کا مہیا سا ہو گیا
تک جوش سا اوٹہا تہا مری دیدۂ تر رات کو

بی رونقی باغ ہی جنگل سی بہی پری
جلوہ ترا تہا جب تئین باغ و بہار تہا

دیکہی کہان وہ زلف کہ سودا سا ہو گیا
دیکہا تو ایک پل ہی مین دریا سا ہو گیا

گل سو کہہ تیری ہجران کا کانٹا سا ہو گیا
اب ہم کو دیکہتے ہین تو صحرا سا ہو گیا

کل تک تو ہم وی ہنستے چلے آئے تہے یہین
مرنا بہی میر جی کا تماشا سا ہو گیا

دل کی راشد کی لیے گل باغ مین ٹک گیا
عشق کی سوزش نے دل مین کچہ نہ چہوڑا کیا ہوا

سن گلہ بلبل سی گل کا اور بہی جی رک گیا
لگ اوٹہی یہ آگ ناگاہی کہ گہر سب پہک گیا

بالفعل تو ہی قاصد محروس خط و میسو
تابوت پہ بھی میری تہہ تڑی لیجاتے
سے حق اطرف اسکی یون جسکا گیا ہے تو
کیا کہیے تہ پہر دسہ بار تے ہم گزری
صنعت گریبان ہنی کیں سنگہ دن یارینہ

تاب علیمی ہم وچہین کیا بی خبر آیا
اس محل مین ماتم کی کیا خوب بشر آیا
سچ ایسی تری دیکھی پہلو بھی خطر آیا
یون آنیا زمانا تو بن یار بسر آیا
جیتے کبہو وہ ملتا ایسا نہ ہنر آیا

در ہی کی تئین تکتے تہہ پر گئین آنکہین تو
وہ ظالم سنگین دل کب میر کی گہر آیا

یار رہتے ہیر کا نگر گمی سا
یان کوئی انہی جان دو دشوار
دود دل کو ہماری ٹک دیکہو
شوق ان اسکے لکھنے بابونکا
کب تہی جرات رقیب کی اتنی
اک نگہہ ایک چشمک ایک سخن
بارہی مستون نی ہوشیار رکھی
شرم آتی ہی بہہ کہتے ادہر تار

کہ سحر نالہ کش ہی بلبل سا
دان وہی ہی سو ہی تساہل سا
یہ بھی پیچ اب ہی کا کل سا
یان چلا جاتی ہی تسلسل سا
تم نی بھی کچہ کیا تغافل سا
اسمین بھی تہا دہی تامل سا
دی کی کچہ محتسب کا منہ تہہ لسا
خط ہوا شوق ہی ترسل سا

کبہو بھی ادہر سکو توا دا سے نہ پایا
فریب تہا وہ کوئی دن جو ہمسے یار رہا
بہت دنون تئین دروں مین اضطراب سا تہا
جگر تمام ہوا خون تب قرار رہوا
شکیب میر جو کرتا تو دو سرا رہوا
ادہر کو جاکے عبث ہے سبب خوار ہوا
آکے دل کو ہزار داغ
اندرونی مین جیسے باغ

ہم نہ جانا اختلاط اس نااہل ناری کتور کا
کیا کرون ناچار ہون ہر یکو بے اطبا رہین

جی کوئی لگتا ہی اسکی اوٹہہ گئی بر باغ مین
ہو گئی تحلیل سب اعضا مری یا گر گزار

گرم بازی گیا تو ہم کو بہی بہلا گیا
دل لگی روز و شب کی بیتابی سی جی گہبرا گیا

گل نی بہتیرا کہا ہم سے نہ ٹک ٹہہرا گیا
رفتہ رفتہ ہجر کا اندوہ مجہکو کہا گیا

یون نہین کہتا تہا کوئی دیسی کو باندہی ہی دستگلے
پر وہ پہندنا سا جو آیا میر بہی پہندلا گیا

دل عشق مین جون دیکہا آنکہونکو گیا دیکہا
مجروح ہی سب سینہ تسیر ہی نمک نا سہا

یکبار ہی آنکہ اپنی او سیر نہ پڑی مرتی
کاہش کا مری اب کیا سمجہا کہ تعجب ہے

آنکہین گئین پہر تجہہ بن کیا کیا نہ عزیزونکی
جی دیتی ہین مرنی پر سب شہر محبت مین

پیغمبر کنعان نے دیکہا نہ کہ کیا دیکہا
آنکہونکی لڑائی کا ہم خوب مزا دیکہا

سو مرتبہ بالین سی ہم سر کو اوٹہا دیکہا
بیمار ئی زلف والا کوئی بہی بہلا دیکہا

پر تیری سرفرستہ آنکہونکو نہ جا دیکہا
کچہ ساری خدائی سی یہ شور نیا دیکہا

کہہ دلکو گنوا آیا ہے یا رنج اوٹہا یا ہی
ای میر تجہے ہمنے کچہ آج خفا دیکہا

ناگہہ جو وہ سنم ستم ایجاد آ گیا
دیکہے سے طور جسکے خدا یاد آ گیا

۱۶۹

دل کی خون ہو عشق خوبان میں گیا بد رنگ ہو
چہرہ انکو غازہ ہوا ہونٹھونکا رنگ پان ہوا

تم جو نکلے اس رہ نکلی برق سی ہنستے گئے
ابر کو دیکھو کہ جب آیا ادھر گریان ہوا

جی سے جانا بن گیا اوس بن ہمین مشکل رہا
کام تو مشکل نظر آتا تھا پر آسان ہوا

جب سے ناموس جنون گردن بندھا ہے تب سے میر
جیب جان وابستہ زنجیر تا دامان ہوا

آیا ہے ابر جب کا قبلہ سے تیرا تیرا
مستی کی ذوق مین ہین آنکھین بہت سی خیرا

خجلت سے اون لبونکی پانی ہو بہ چلے ہین
قند و نبات کا بھی نکلا ہے خوب شیرا

مجنون نے حوصلے سے دیوانگی نہین کی
جا گہہ سے اپنے جانا اپنا نہین وتیرا

اس راہزن سے ملکر دل کیونکہ کھو نہ بیٹھین
انداز و ناز اوسکے غمزہ اوٹھائی گیرا

کیا کم ہے ہولناکی صحرای عاشقی کی
شیرونکو اس جگہہ پر ہوتا ہے قشعریرا

آئینے کو بھی دیکھو پر ٹک ادہر بھی دیکھو
حیران چشم عاشق دیکھے ہے جیسے ہیرا

نیت یہ سب بنا ہے یان مسجد اک بڑی تھی
پیر مغان موا سوا سکا بنا خطیرا

ہمراہ خون تلک ہو ٹک پاؤنکی چھوٹی سے
ایسا گناہ مجھسے وہ کیا ہوا کبیرا

غیرت سے میر صاحب سب جذب ہو گئے تھے
نکلا نہ بوند لوہو سینہ جو انکا چیرا

۱۷۰

وہ اتو کش کا جبھی پر کیا ہے سرگرم جفا
باری تلوار دی کر ان نی بہتونکو اتو کیا

ہاتھ پر رکھے ہاتھ اب وہ دو قدم چلتا نہیں
جن نی بالش خواب کا برسون اُبازو کیا

پہول نرگس کا لیے بہو جیک کھڑا تہا راہ مین
کسکی چشم پر فسون نی میر کو جادو کیا

عاشق تری لاکھون ہوے مجھ سا نہ پیدا ہوا
تجھ پر کوئی اے کام جان دیکھا نہ یون تابہوا

مدت ہوئی الفت گئی برسون ہوئی طاقت گئی
دل مضطرب بیسانہ تھا کیا جانیے اب کیا ہوا

کل صبح سیر باغ مین دل در میر اُڑ گیا
بلبل نے بولا منہ سے کچھ گل ٹک نہ مجھ سے وا ہوا

دیدن گئے جو یان کبھو ڈھہتا تہا در سے جوش سما
اب لگ گئی رونی جہان پل ٹک رتی دریا ہوا

کتنونکو دل بیجان ہوے کتنے نجانا کیا ہوکر
چلنے مین اسکی دو قدم ہنگامہ اک برپا ہوا

مستی مین لغزش ہو گئی معذور رکھا چاہیے
اے اہل مسجد اس طرف آیا ہو نہین بہکا ہوا

جون حسن ہی اک فتنہ گر تون عشق بھی ہے پردہ دور
وہ شہرہ عالم ہوا مین خلق مین رسوا ہوا

فرہاد و مجنون رو گئے ہم اور وا ہو یون چلے
اس عارضے سے چاہ کی وہ کونسا اچھا ہوا

یا صرف خط ہے درمیان یا گیسوون کا ہے بیان
کیا میر صاحب کے تئین پھر اندنون سودا ہوا

تمام رو دو جو کل مین ہی شراب بھرا
لبسان جام لیے دیدہ پر آب بھرا

دل نہ رہا پاس آدمی مین دل نہ رہا
عشق کو بیچ مین یارب تو نہ لایا ہوتا
موجود نہ تہا تو تو کہان نام و نشان تہا
کو میر جہان مین کنہون نے نہ جانا
مجنون کو عشق ... کہان تہا

اجڑے ہوئے اس بستی کو پہر تو نے بسایا ہوتا
عزت اسلام کی کچھ رکھ لی خدا نے ورنہ
زلف سے تیری نور تا رنیر ہا یا ہوتا
گہر کے آگے کو زنی نقش کفی عاشق کر
اپنے دروازہ تلک تو بہی تو آیا ہوتا
جو ہم سو بچو رفتار سے تم آ ہی تو
اس روش سے نہ قدم تو نے اٹہایا ہوتا

اوس کا مرو جان دل نے عالم کا جان مارا
زلفون کی ورہمی سی برہم جہان مارا

بلبل کا آشیان تم نے لکوا گا ہماری
ایسا کنہون نے جیسے جو باقی مین جان مارا

خون کچہ نہ تہا ہمارا مرگوز خاطر اوسکو
للہ اک ہمین بہی یون مہربان مارا

چشمہ حسن کا وہ آیا نظر نہ مجہکو
اس راہ زن نے غافل کیا کاروان مارا

صبر و حواس و دانش سب عشق کر زبون ہین
مین کاوش مژہ سی عالم کو جہان مارا

کیا خون کا مزا ہی عشق تجہکو لازم
ایک ایک دم مین تو نی سو سو جوان مارا

ہم عاجزون پر آکر یون کود غم گرا ہی
جیسے زمین کو اوپر ایک آسمان مارا

کب جی بچی ہی یار و خوش رو و دبتان سی
گر شام بچ گیا تو پہر صبح آن مارا

کہتے نہ تہے کہ صاحب تنا کڑہا نکر سب
اس غم نی میر تمکو جی سے نِدان مارا

یہ میر ستم کشتہ کسو وقت جوان تہا
انداز سخن کا سبب شور و فغان تہا

جادو کی پری پرچہ ابیات تہا اوسکا
منہ تکیے غزل پڑہتی عجب سحر بیان تہا

جس راہ سے وہ دل زدہ دلی مین نکلتا
ساتہ اوسکے قیامت کا سا ہنگامہ روان تہا

افسردہ نہ تہا ایسا کہ جون آب زدہ خاک
آندہی تہی بلا تہا کوئی آشوب جہان تہا

کس مرتبہ تہی حسرت دیدار مری ساتہ
جو پہول مری خاک سی نکلا نگران تہا

کیا کہون بیتابی شب کے تئین ناچار اس بغیر
کیا ہمین کو یار کی تیغی نے کہا کر دم لیا
دو قدم ساتھ اس جفا جو کی چلا جاتا ہے جی
آنکہہ کچہہ اپنی ہی زا سکے سامنے ہوتی نہین

دل مرے سینے مین دو دو ہاتھ اوچہل کر رہ گیا
ایسے بہتیرے نکوئی اثر ور نگل کر رہ گیا
بوالہوس عیار تہا دیکہا نہ ٹل کر رہ گیا
جن نے وہ خونخوار دیکہا دیکہی دہل کر رہ گیا

ایک ڈہیری راکہہ کی ہی صبح جائے میر پر
برسون سے جلتا تہا شاید رات جل کر رہ گیا

طریق خوب ہے آپسمین آشنائی کا
ہوا ہے کنج قفس ہی کی بی پہری مین خواب
یہین ہین دیر و حرم اب تو یہ حقیقت ہے
نہ پوچہہ مہندی لگانی کی خوبیان اپنی
نہین جہان مین کسطرف گفتگو ویسی
کسو بہار مین جون کوہکن سراب بارین
بچار ہا نہ دل شیخ شور محشر سے
رکہا ہے باز ہمین در بدر کی پہرنی سے
ملا کہین تو دکہاوینگے عشق کا جنگل

نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا
کرے کی سال تلک لطف تہا رہائی کا
دماغ کسکو ہے ہر در کی جبہہ سائی کا
جگر ہی خستہ تری پنجۂ حنائی کا
یہ ایک قطرۂ خون ہے طرف خدائی کا
خیال ہمکو بہی ہے بخت آزمائی کا
جگر بہی چاہیے کچہہ تہا منا ادائی کا
سرون پہ اپنے ہے احسان شکستہ پائی کا
بہت ہے خضر کو غرہ ہی رہنمائی کا

١٧٣

تہا لطف کسیت جسسے وی اب نہین سیر
مدت ہوئی کہ ہمنے جنیسے ہاتھ اوٹھایا

مہندی لگی تہی تیرے یاد نہین کیا یار سے
ہنگام خون عاشق سر پر جو تو نہ آیا

چہرے پری کسو کا ہیکو ہو سکے ہی
رکھتا ہے داغ ہمکو قامت کا اسکی سیایا

دیکہی نہ ہمنشین جاتی ہرگز خرد وری مین
دانستہ باؤلا ہم اپنے تئین بنایا

رہتی تہی بید ماغی اک شور تہا مین ہین
آنکہون کے مندے گئی پر آرام سا تو پایا

گل پہول سے بھی تو جو لیتا ہے منہ کو پہیری
مکہڑے سے کسکے تو نے ای میر دل لگایا

نکتہ مشتاق و یار سے اپنا
شاعری تو شعار سے اپنا

بیخودی لیگئی کہان ہمکو
دیر سے انتظار سے اپنا

روتے پہرتے ہین ساری ساری رات
اب یہی روزگار سے اپنا

دیکے دل ہم جو ہو گئے مجبور
اس مین کیا اختیار سے اپنا

کچہ نہین ہم مثال عنقا ایک
شہر شہر اشتہار سے اپنا

جسکو تم آسمان کہتے ہو
سو دلون کا غبار سے اپنا

صرفہ آزار میر مین نکرو
خستہ اپنا سے زار سے اپنا

ہمسے کہ تجھی کو جانتے ہین		جاتا نہین احتراز تیرا
مل جنسے شراب تو پیے ہے		کہدیتے ہین وو ہے راز تیرا
کچہ عشق وہوس مین فرق بھی کر		کیدھر ہے وہ امتیاز تیرا

کہتے نہ تھے میر مت کڑھا کر
دل ہو نہ گیا گداز تیرا

منہ لگا ہی کرے ہے جس تس کا		حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا
شام سے کچہ بجھا سا رہتا ہون		دل ہوا ہے چراغ مفلس کا
تھے برے مغبچے کے تیور لیک		شیخ میخانے سے بھلا کھسکا
داغ آنکھین سے کھل رہین ہین سب		ہاتھہ دستہ ہوا ہے نرگس کا

قطعہ

بحر کم ظرف ہے بسان حباب		کاسہ لیس اب ہوا ہے تو جس کا
فیض ای ابر چشم تر سے اوٹھا		آج دامن وسیع ہے اس کا

تاب کسکو جو حال میر سنے
حال ہی اور کچہ ہے مجلس کا

آنسو مری آنکھون مین ہر دم جو نہ آجاتا		تو کام مرا اچھا پردے مین چلا جاتا

وان سے تو نامہ بر کو یہی ہے کہا جواب صاف
ٹپکا کرے ہے زہر ہی حرف و سخن نگاہ سے

مین سادگی سے لاگو ہوں خط کی جواب کا
وہ چشم گھر ہے غصہ ناز و عتاب کا

لایق تمہارے کہنے ہی سے مصرع قد یار
مین معتقد ہون میر ترے انتخاب کا

خندۂ دندان نما کرتا جو وہ کافر گیا
کیا گذر کوئی محبت مین ہنسی ہی کھیل ہے
کیا کوئی زیر فلک اونچا کرے ہے فرق غرور
نیزہ بازان مژہ مین دل کی حالت کیا کہون
بعد مدت اسطرف لایا تھا اسکو جذب عشق
تیز دست اُتنا نہین وہ ظلم مین اب فرق ہے

گوہر تر جون سرشک آنکھون سی سب کی گر گیا
پاؤن رکھا جسنے تک اودھر سے اوسکا پھر گیا
ایک پتھر حادثی کا آ لگا سر چر گیا
ایک ناکسبے سپاہی کہنیو مین گھر گیا
بخت کی برگشتگی سے آتے آتے پھر گیا
یعنی بو ہا تھا کرا تیغ ستم کا کر گیا

سخت ہمکو میر کے مرجانیکا افسوس ہے
تمنے دل پتھر کیا وہ جان سے آخر گیا

اس بدزبان نے حرف سخن آہ کب کیا
طاقت سے میری دل کی خبر تجھکو کیا تھی
یکسان کیا نہین ہے ہمین خاک رہ سے آج

چپکے ہی چپکے اون نے ہمین جان بلب کیا
ظالم نگاہ چشم ادھر کی غضب کیا
ایسا ہی کچھ سلوک کیا اون نے جب کیا

جب بات سر پٹکنے نے تاثیر کچھ نکی
ناچار میر منہ کو کری سی مار سو رہا

لعل پر کب دل مرا مایل ہوا
اوس لب خاموش کا قایل ہوا

لڑ گئین آنکھین اوسی شہالی دل نے چوٹ
یہ تماشائی عبث گھایل ہوا

ناشکیبی سے گئی ناموس فقر
عاقبت بوسے کا مین سایل ہوا

ایک تھی ہم وے نہوتی ہست اگر
اپنا ہونا بیچ مین حایل ہوا

میر ہم کس ذیل مین دیکھ اوسکی آنکھ
ہوش اہل قدس کا زایل ہوا

کوئی فقیر یہ ای کاشکی دعا کرتا
کہ مجھکو اوسکے گلی کا خدا گدا کرتا

کبھو جو آن کی ہمسے بھی تو ملا کرتا
تو تیرے جی مین مخالف نہ اتنی جا کرتا

چمن مین پھول گل ابکی ہزار رنگ کھلی
دماغ کاشکے اپنا بھی ٹک وفا کرتا

فقیر بستی مین تھا تو ترا زیان کیا تھا
کبھو جو آن نکلتا کوئی صدا کرتا

علاج عشق نے ایسا کیا نہ تھا اسکا
جو کوئی اور بھی مجنون کی کچھ دوا کرتا

قدم کے چھوڑنے سے استادگی مجھے ہی نی کر
کبھو وہ یان تو مری ہاتھ بھی لگا کرتا

بدی تھیر ہے نیکی کا اس زمانے مین
بھلا کسو سے جو کرتا تو تو برا کرتا

179

کیا کم تھا شعلہ شوق کا شعلے سے طور کر | پھر بھی وان کی جل گئی جا کر جہان گرا

ڈوبا خیال چاہ زنخدان مین اسکے میر
دانستہ کیون کوئیں مین بھلا یہ جوان گرا

آئی ہی آئی تیری یہ ناکام ہو چکا | وان کام ہی رہا تجھے یان کام ہو چکا
موسم گیا وہ ترک محبت کا ناصحا | مین اب تو خاص و عام مین بدنام ہو چکا
یا خط چلی ہی آتی تھی یا حرف ہی نہین | شاید کہ سادگی کا وہ ہنگام ہو چکا
نا آشنا ہی حرف تھا وہ شوخ جب تھا | ہے سے تو ترک نامہ و پیغام ہو چکا

تڑپھی ہی جب کہ سینے مین اچھلے ہی درد و ہاتھ
گر دل یہی ہی میر تو آرام ہو چکا

سنبل تمہاری گیسوؤن کی غم مین لٹ گیا | ابرو کی تیغ دیکھہ مہ عید کٹ گیا
عالم مین جان کی مجھکو تنزہ تھا سو مین | آلودگی جسم سے ہاتھی مین آٹ گیا
ظلم و جفا و جور پہ اصرار اس قدر | ہٹ دیکھہ دیکھہ تیری اِل اپنا بھی ہٹ گیا
اب وہ سمان نہین ہے کہ وہ کام جان خلق | مغموم ہو کو دیکھہ کی زور ڑا لپٹ گیا
دشوار ہے بینگے جو بیٹھ ہے بہٹی ہی جیب | بیطور یون سے اسکی دل اپنا تو پھٹ گیا
داماں و جیب دو نون ہوئی ٹکڑے ہی ایک جا | ابکی یہ کام ہاتھ سے میر سمٹ گیا

کچھ زرد و زرد چہرہ کچھ لاغری بدن میں
کیا عشق میں ہوا ہے ای میر حال تیرا

فرو آتا نہیں سر ناز سے اُنکی امیرون کا
تبسم سحر ہے جب پان سے لب سرخ ہوں اُسکے
سر کنار اسکے دربان پس سے ہے شکوہ بھی مشکل
گئی کہنتوں کی سر لڑکوں نے جو پانی میں ہوں باندھے
قفس کے چاک سے دیکھوں ہوں تو تنگ آتا ہوں
ہمارے دیکھتے زیر نگین تھا ملک سب جن کے

اگرچہ آسمان تک شور جاوے ہم فقیرون کا
دلوں میں کام کر جاتا ہے یاں جادو کی تیرون کا
سر زنجیر زیر سر رکھے ہے ہم اسیرون کا
شہید کو میں نہیں ان ہاتھ مہندی کی سرخ چیرون کا
چمن میں غنچہ ہوا آنا گلوں پر ہم صفیرون کا
کوئی اب نام بھی لیتا نہیں ان ملک گیرون کا

دل پر کو تو ان پلکوں ہی نے سب جہان مارا تھا
کیا میر اون نے خالی یونہی ترکش اپنے تیرون کا

ہوئیں رسوائیاں جسکی لئے چھوڑا دیار اپنا
خدا جانے ہمیں اس بیخودی نے کس طرف ہانکا
ذلیل اسکی گلی میں ہو رہے ہیں تو ہوا آنا کیسے
اگرچہ خاک اڑائی دیدہ تر نے بیابان کے
کیا بد وضع لوگوں نے جو دیکھا رات کو ملتے

ہوا وہ بے مروت بیوفا ہرگز نہ یار اپنا
کہ مدت ہو گئی ہم کھینچتے ہیں انتظار اپنا
کہ رنجش اس جگہ ہو وے جہاں ہو اعتبار اپنا
ولی نکلا نہ خاطر خواہ رونے سے غبار اپنا
ہوا صحبت میں ان لڑکوں کی ضائع روزگار اپنا

اتفاق ایسی پڑے ہم تو منافق ٹہرے
ایسے آزار اٹہائے کہ ہمین کب تہا دماغ
جی ہی جاتی سنے ہین عشق کی مشہور ہے
دیکہی اس ماہ کو جو کتنے مہینے گذرے
نالۂ بلبل بیدل سے پریشان بہت

چرخ ناساز نے غیرون سے اسے یار کیا
کو وقت نے دل لگی تو جینے سے بہی بیزار کیا
کیا کیا ہم نے کہ اس راز کو اظہار کیا
بڑ گئی کاہش دل ایسی کہ بیمار کیا
موسم گل نے مگر رخت سفر بار کیا

میر اے کاش زبان بند رکہا کرتے ہم
صبح کے بولنے نے ہمکو گرفتار کیا

شب خفتہ مین اوسکے در پر گیا
شکستہ دل عشق کی جان گیا
ہوئے یار کیا کیا خراب اوس بغیر
کشندہ تمہارا کہا ہے ناکردہ خون

سگ یار آدم گری کر گیا
نظر پہیری تو نے تو وہ مر گیا
وہ کس خانہ آباد کے گہر گیا
مجہے دیکہکر مختصر ڈر گیا

بہت رفتہ رہتے ہو تم اسکے اب
مزاج آپ کا میر کیدہر گیا

بے طاقتی مین تو تو اے میر مر رہیگا
کیا ہے جو راہ دل کی طے کرتے مر گئے ہم

ایسی طپش سے دل کو کوئی جگر رہیگا
جون نقش پا ہمارا تادیر اثر رہیگا

۱۸۱

سپکتے پلکون سے رومال جس گھڑی سر کا | طرف ہوا نہ کبھو ابر دیدۂ تر کا

کبھو تو دیر مین ہو نہین کبھو ہون کعبہ مین | کہان کہان لیے پھرتا ہے شوق اس در کا

غم فراق سے پھر سوکھ کر ہوا کانٹا | بچھا جو پھول اٹھا کوئی اسکی بستر کا

اسیر جر گر مین ہو جاوُن مین قفس ہو جاوُن | وگرنہ قصد ہو کسکو شکار لاغر کا

ہمین کہ جلنے سے خوگر ہین آگ مین ہین شیر | محیط مین تو تلف ہوتا ہے سمندر کا

قریب خط کا نکلنا ہوا سو خط ہو خون | غبار رو ہو کس طور سے دلبر کا

بتا کہ کعبے کا رستا اوسے بھلاوُن راہ | نشان جو پوچھے کوئی مجھ سے یار کے گھر کا

کسو سے مل چلے ٹک وہ تو ہے بہت ورنہ | سلوک کا ہیکو شیوہ ہے اوس ستمگر کا

شکستہ بالی و لب بستگی ہے اپنی نجات | چمن مین شور مرا تبلک بھی ہے پر کا

تلاش دل نہین کام آتی اس زنخ مین گئے | کہ چاہ مین تو ہے مرنا پڑا شناور کا

پھری ہے خاک ملی منہ پہ یا ندے پہنے | یہ آئینہ سے نظر کردہ کس قلندر کا

نہ ترک عشق جو کرتا تو میر کیا کرتا
جفا کشی نہین ہے کام نازپرور کا

حلقہ ہوئی وہ زلف کمان کو چپار کہا | طاق بلند پر اسے سب نے اٹھار کہا

اس مہر سے دلکی لاگ وہی متصل رہی | گو چرخ نے بصورت ظاہر جدا رکہا

بہی جنس دل کی گران قدر تہی — ولے جب تنگ تو خریدار تہا
بہت روئی ہم شبنم وگل کو دیکہہ — کہ جیسان ہمین بہی کہین پیار تہا
مجہے ای دل چاک کیا شانہ سا — کسو زلف سے کچہہ سروکار تہا

گیا میر یان سے کروسکے جو یاد
کہوگے کہ مشکین عجب یار تہا

دل گیا مفت اور دکہہ پایا — ہوگے عاشق بہت مین پچتایا
مرگیا تیشہ سنگسار کیا — نخل ماتم مرا یہ پہل پایا
یہ شب ہجر سر کری ہے پری — ہو سفیدی کا جس جگہہ سایا

صحن مین میر اسے گل مہتاب
کیون شگوفہ تو کہلنے کا لایا

چاک کر سینہ دل مین پہینک دیا — کہینچے ایذا ہمیشہ کسکی بلا
تمکو جیتا رکہے خدا ای بتان — مرگئے ہمتو کرتے کرتے وفا
سب گئی ہوش وصبر وتاب وتوان — دل سے اک داغ ہی جدا نہوا

اوٹہہ گیا میر دہ جو بالین سے
پہر بری جان مجہ مین کچہ نہ رہا

دم گنتی گنتی اپنی کوسے جان کیون نہ دو
وہ پاس آن بیٹھے کسو کی حساب کیا
سو بار اس کے کوچے تک جا کر ہین چلے
دل ہی اگر بجا تو یہ ہے اضطراب کیا
بس اب نہ منہ کہلاؤ ہمارا دہنا رہو
محشر کو ہم سوال کرین تو جواب کیا
دوزخ سو عاشقون کو تو دوزخ نہین رہی

جادو گری ہین اک نگاہ کی ہیچ	ہائے رے چشم دلبران کی ادا
بات کہنے مین گالیان دی ہین	سنتے ہو میری بزبانکی ادا
دل چلے جاتے ہین خرام کے ساتھ	دیکھی چلتے مین ان بتان کی ادا

خاک مین ملکے میر ہم سمجھے
بد ادائی تھی آسمان کی ادا

رہا مین تو عزت کا اعزاز کرتا	چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا
نہوتا مین حسرت مین محتاج گریہ	جو کچہ آنسوون کو بس انداز کرتا
نہ ٹھہرا مرے پاس دل ورنہ اب تک	اوسے ایسا ہی مین تو جانباز کرتا
جو جانو کہ درپئے ہے ایسا وہ دشمن	تو کاہیکو الفت سے مین ساز کرتا
تو تمکین سے کچہ نہ بولا وگرنہ	مسیحا صنم ترک اعجاز کرتا
گلو گیر ہی ہوگئے یاوہ گوئے	رہا مین خموشی کو آواز کرتا

زیارت گہہ کبک تو ہو بلا سے
ملک آ میر کی خاک پر ناز کرتا

عید آئندہ تک رہیگا گلا	ہو چکی عید تو گلے نہ ملا
ڈوبا لوہو مین دیکھنا سر خار	حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

اب تشنگان عشق کی ہین کام کو وہ لعل
کیا آب کو جو ہووی عقیق یمن مین آب

تب قیس جنگلون کی تئین آگ دی گیا
ہم بہر جلی ہین ورنی سو ابسار ی بن مین آب

سُن سوز دل کو میری بہت روئی ابر شہر
بیرون بزم لائی ہین بہر بہر لگن مین آب

دیکہو تو کس روانی سی کہتی ہین شعر میر
در سی ہزار چند ہی انکے سخن مین آب

جیسا مزاج آگی تہا میر اسو کب ہی اب
ہر روز دل کو سوز ہی ہر شب تعب ہی اب

سدہ کچہ سنبہالتی ہی وہ مغرور ہو گیا
ہر آن بید ماغی و ہر دم غضب ہے اب

دوری سی اسکی آہ عجب حال مین ہین لوگ
کچہ بہی جو پاس وہ نکری تو عجب ہے اب

طاقت کی جس سی تاب جفا تہی سو ہو چکے
تہوڑی سی کوفت مین بہی بہت سا تعب ہے اب

دریا چلا ہی آج تو بوس و کنار کا
گرچہ چلا دی کوئی دوانا تو ڈہب ہے اب

جان بخشیان جو بیشتر از خط کیا کئے
اُنہین لبون سی خلق خدا جان بلب ہے اب

رنجش کی وجہ آگی تو ہوتی بہی تہی کوئی
رو پوش ہم سی یار جو ہی بی سبب ہے اب

اب جاہ وہ او ہی ہے نہ مجہکو ہی وہ دماغ
جانا مراد دہر کو بشرط طلب ہے اب

جاتا ہون دن کو ملنے تو کہتا ہی دن کو میر
جو شب کو جاسیے تو کہی ہی کہ شب ہی اب

گذری ہے میر تو تو دن رات آگ مین
ہے سوز و تب زندگی اپنی ہمین عذاب

جو کہو تم سو ہے بجا صاحب
ہم برے ہی سہی بھلا صاحب

سادہ ذہنی مین نکتہ چین تھے تم
اب تو ہین حرف آشنا صاحب

نہ دیا رحم ٹک بتون کے تئین
کیا کیا ہائے یہ خدا صاحب

بندگی ایک اپنی کیا کم ہے
اور کچھ تم سے کہیے کیا صاحب

مہر افزا ہے منہ تمہارا ہی
کچھ غضب تو نہین ہوا صاحب

خط کے بھٹنے کا تم سے کیا شکوہ
اپنے طالع کا یہ لکھا صاحب

بھر گئین آنکھین تم نہ آن پھرے
دیکھا تمکو بھی واہ وا صاحب

شوق رخ یاد لب غم دیدار
جی مین کیا کیا مرے رہا صاحب

بھول جانا نہین غلام کا خوب
یاد خاطر رہے مرا صاحب

کسنے سن شعر میر یہ نہ کہا
کہیو پھر ہائے کیا کہا صاحب

عجب صحبت ہے کیونکر صبح اپنی شام کرتے اب
جہانتک آن بیٹھے ہم کہا آرام کرتے اب

ہزارون خواہش مردہ نے سر دل سے نکالا ہے
قیامت جی ہے یہ دیدار کو ٹک عام کرتے اب

١٨٧

قطعہ

ردیف تا

گفتگو تنہا ہوئی ہی ہو نہ غیبت نہ گلہ	خانقہ کی سی نہیں بات خرابات کی بات
سنکے آواز سگ یار ہوئی ہم خاموش	بو تہی وان ہین جہان ہوئی وہ مساوات کی بات
منہ اوپر اور سخن زیر لبی غیر کی ساتھ	اس فریبندہ کی ناگفتنی ہی گہات کی بات
اس لیے شیخ ہی چپکا کہ پڑی شہر میں شور	ہم سمجھتے ہیں یہ شادی و طامات کی بات
یہ کسی آشفتہ کی جمعیت دل تہی منظور	بال بکھری تیری منہ پر کہیں ہیں انکی بات

گفتگو مضمون سے اس ماہ کی گزرا ہے میر
کاہش افزائی کرون اوسکی اگر ذات کی بات

ہم نے تو چشم رکھی تہی دلداریان بہت	سو التفات کم ہے دل آزاریان بہت
دیکھیں تو کیا دکہائے یہ افراط اشتیاق	لگتی ہیں تیری آنکھیں ہمیں پیاریان بہت
جبتک کہ جی چلے ہے جفائیں تہیں اٹھ سکیں	کرنی لگی ہو تو ستمگاریان بہت
آزار میں تو عشق کی جاتا ہے ہو ل جی	یون ہوئیں نہیں تو یاد ہیں بیماریان بہت

شکوہ خراب ہونے کا کیا جا بجا ہیں میر
ایسے تو اے عزیز ہیں یہان خواریان بہت

یاد آیا ہی کہ ہنگامہ رہا کرتا تہا رات	شور شر سے میر کی اک فتنہ رہا کرتا تہا رات
کام کیا تہا جیب و دامن سے مجھے پیش از جنون	سینے کی اپنی میں بٹھیا کیا کرتا تہا رات

[illegible]

بعد میرے اس غزل پر بہی بہت رووینگے لوگ
مین بہی اکثر بیت پر اوسکی بکا کرتا تہا رات
دیکھیے خالی جا کہیں تہی برسون اہل روزگار
میر اگر زول کا قصہ بیان کہا کرتا تہا رات

کیا پوچہتے ہو آہ مری جان جو کی بات
گویا وفا سے عہد مین اک کبہو کی بات
اس ناتمین نہ آئی نظر خرمی مری
گر سبز ہی ہوا ہون تو جیسے کبہو کی بات

۱۸۸

[illegible]

[illegible]

ہے کسکی صورت آنکے اصوات و اعتلا
کب آدمی کی جنس کرے ہے پکار بات

آہو کو اسکی چشم سخن گو سے مت ملا
شہرے یہ کر سکے ہے کہیں بھی گنوار بات

یون بار گل سے آ کے جھکی ہین نہال باغ
جھک جھک کے جیسے کرتی ہین دو چار یار بات

آزردہ دل کو حرف پہ لانیکا لطف کیا
کرتی ہے خون چکان مرے لب سے گذار بات

مرجان کوئی کہے ہے کوئی ان لبونکو لعل
کچھ رفتہ رفتہ یاں ہو رہیگی قرار بات

یون چھیڑ چھیڑ میں تلف ہو گا کب تلک
کچھ ہووے پھر کر اس سے بھی کر ایکبار بات

ہوتی ہے گرچہ کہنے سے یار و پرائی بات
پر ہم سے تو تھمی نہ کبھو منہ پہ آئی بات

جانی نہ تجھکو جو یہ تصنع تو اوس سے کر
تسپر بھی تو تو ہم سے نہیں رہتی چھپائی بات

لگ کر تدرو رہ گئے دیوار باغ سے
رفتار کی جو تیری صبا نے چلائی بات

کہتے تھے اوس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے لیک
وہ آگیا تو سامنے اوس کے نہ آئی بات

اتنو ہوئی ہین ہم بھی ترک مذہب سے آشنا
وان تو نہ کچھ کہا کہ ادھر پھر نہ پائی بات

بلبل کی بولنے مین سب انداز ہین مرے
پوشیدہ کب رہے ہے کسیکی اڑائی بات

پھر کا تہارات دیکھیگی وہ شعلہ خو مجھے
کچھ رو سیہ رقیب نے شاید لگائی بات

عالم سیاہ خانہ ہے کسکا کہ روز و شب
یہ شور ہے کہ دیتی نہین کچھ سنائی بات

۱۸۹

[illegible]

کیا سبب ہے اب کسان پر جو کوئی پاتا نہین
میر صاحب آگے تو رہتے تھے اپنے گھر بہت

ملامت گر نہ مجھکو کر ملامت — جلے کو اور تو اتنا جلا مت
گلے مل عید قربان کو سبھو سے — ہمارا آہ تم کاٹو گلا مت
ترے نا آشنائی کرہین ہندے — نہ وہ اب ربط نے صاحب سلامت
بہت رونے نے رسوا کر دکھایا — نہ چاہت کی چھپی ہمسے علامت

کبھو تلوار وہ کھینچے ہے اے میر
لڑی قسمت تو سر کو تک بلا مت

ردیف جیم فارسی

آگ سا تو جو ہوا اے گل تر آن کے بیچ — صبح کی باد نے کیا پھونک دیا کانگے بیچ
ہم نہ کہتے تھے کہ مت کہین رخ نہ دکھا — اک خلاف آیا نہ ہندو و مسلمانگے بیچ
باوجود ملکیت نہ ملک مین پایا — وہ تقدس کہ جو ہے حضرت انسانگے بیچ
پاسبان سے تیرے کیا دور جو ہو ساز رقیب — ہے نہ اک طرح کی نسبت سگ دربانگے بیچ
جیسی عزت میر کی دیوانگی مین ہوئے — ویسی ہی انکی بھی ہوگی مرے دیوانگے بیچ
ساتھ ہے اس سرگریبان کی وحشت کرنا — بگڑی الجھی ہے مری اب تو بیابانگے بیچ

کرتی تو ہو ستم یہ نہیں منہ کی ہواس
کچھ اور ہو گئی جو کسو خستہ جان کی طرح

نقشہ الہی دل کا مرے کون لے گیا
کہتے ہیں سارے عرش میں اس مکان کی طرح

مرغ چمن نے روز رلایا سبھوں کو میر
میری غزل پڑھی تھی شب اک روضہ خوان کی طرح

لگ کر گلے سے اسکے بہت میں بکا کیا
ملتے تھے سرو باغ میں کچھ اس جوان کی طرح

ہے کچھ نہیں تو بجلی سے ہے پھول پڑ گیا
ڈالی چمن میں ہمنے اگر آشیان کی طرح

یہ باتیں رنگ رنگ ہماری ہے ورنہ میر
آجاتی ہے گلی میں کبھو اس دہان کی طرح

دور گردوں سے ہوئی کچھ اور میخانے کی طرح
پھر نہ آویں کبھو ان کی آنکھیں ہیں میری پیمانے کی طرح

آنکلتا ہے کبھو ہنستا تو ہے باغ و بہار
اوسکی آمد میں ہے ساری فصل گل آنے کی طرح

چشمک انجم میں آپہنچی لگشتی آگر نہ تھی
سیکھ لی تارون نے اوسکی آنکھ جھپکانے کی طرح

ہم گرفتار و نسیم وحشت ہی کر ہے ویرانا
کوئی تو بتلاؤ اوسکی دام میں لانے کی طرح

اکدن دیکھا جو آتی بید کی تو کھیر اوٹھا
اس شجر میں کتنی ہے اس میر دیوانے کی طرح

آج کچھ شہر وفا کی کیا خبر آئی ہے نجی
عشق نے مدرسے یاں ڈالی ہے ویرانے کی طرح

پیچ سا کچھ ہے زلف و خط سے ایسا ہی بناؤ
ہے دل صد چاک میں بھی نے شانے کی طرح

اسطرح جیسے گذر جاتی ہیں آنکھیں موند کر
دیدنی ہے درد مندوں کی بھی مرجانے کی طرح

یان ناز سے کشتی سحر کیا دیکھتا نہیں
کج اس چمن مین ٹھہری کلکی کلاہ تا چند

جب مہ ادہر سے نکلا جانا وہ گھر سے نکلا
رکھتا ہے داغ دیکھیں یہ اشتباہ تا چند

ایذا بھی کھینچ جگر جو ہے عشق کی ہو
اسطرح مرتے رہے ای میر آہ تا چند

تجھ بن ای نو بہار کے مانند
چاک ہے دل انار کے مانند

ہوئے نجے شاید جگر تک آتش عشق
اشک ہین سب شرار کے مانند

کو دماغ اوسکی رہ سے اوٹھنے کا
بیٹھے اب ہم غبار کے مانند

کوئی نکلی کلی تو لالہ کی
اس دل داغدار کے مانند

سرو کو دیکھ غش کیا ہنسے
تھا چمن مین وہ یار کے مانند

ہار کر شب گلے پڑے اوسکے
ہم بھی ہو ہونگے ہار کے مانند

برق تڑپے بہت ولے نہ ہوئی
اس دل بیقرار کے مانند

قطعہ

اون نے کھینچی تھی صید گہ مین تیغ
برق ابر بہار کے مانند

اوسکے گھوڑے کی آگے سے ہٹ کے
ہم بھی دبلے شکار کے مانند

زخم کھا بیٹھے جگر پہ مست
تو بھی ہمہ دل فگار کے مانند

ردیف را ی

افتادہ ہیں یہ شوخی رحم اے جوان زمین پر
لاتا ہے تازہ آفت تو ہم زمان زمین پر
آنکھیں تلیں ہیں گی [illegible] زمین پر
ہو گا قدم کا [illegible] جان زمین پر
ہیں مشت خاک [illegible] زمین پر
آنکھیں میں [illegible] آسمان زمین پر
ٹک دیکھ [illegible] جان زمین پر

اسیر ہم نہ ہوتے اگر زبان رہتے
ہوئی ہماری یہ خوش خوانی سحر صیاد

لڑ کے پھر آئے ڈر گئے شاید
بکھرے تھے کچھ سنور گئے شاید

سب پریشان دلی میں شب گذری
بال اسکے بکھر گئے شاید

کچھ خبر ہوتی تو نہ ہوتے خبر
صوفیان بیخبر گئے شاید

ہیں مکان و سرا و جا خالے
یار سب کوچ کر گئے شاید

آنکھ آئینہ رو چھپاتے ہیں
دلکو بیسکر نگر گئے شاید

لہو ہو آنکھوں میں اب نہیں آتا
زخم اب دل کے بھر گئے شاید

اب کہیں جنگلوں میں ملتے نہیں
حضرت خضر مر گئے شاید

بیکلی بھی قفس میں ہے دشوار
کام سے بال و پر گئے شاید

شور بازار سے نہیں اٹھتا
رات کو میر گھر گئے شاید

بنی تھی مجھ اک اس سے مدت کے بعد
سو پھر بگڑی پہلی ہی صحبت کے بعد

جدائی کے حالات میں کیا کہوں
قیامت تھی ایک ایک ساعت کے بعد

موا کوہکن بیستون کھود کر
یہ راحت ہوئی ایسی محنت کے بعد

نکالا گیا پانی کو دور [illegible]
گرمی تری اس [illegible]
لہو لہو ہمارے [illegible]
کوئی بات ملی سو منت کے بعد
سخن کی نہ تکلیف [illegible]
ہوئی [illegible] شکایت کے بعد
نظر ہم سے [illegible] حسرت کے بعد
بہت روئی ہم او اسکی رخصت کے بعد

کیا سر جھکا رہی ہو میر اس غزل کو سنکر
بارے نظر کرو ٹک اے مہربان زمین پر

کیا کیا نہ ہمنی کھینچے آزار تیری خاطر
غیرونکی بیدماغی بیتابی جہاتی داغی
کیا جانیے کہ ہے تو کیا جنس بیش قیمت
اکبار تو نی آکر خاطر نرکھی میری
مین کیا کہ آہ کافر دین کی اکابرون نی
گو دل دھسک ہی جاوی آنکھین ابل ہی آوین
ایک آن تیری ای ابر ہرجہکے نیانی
کیا چیز ہی تو پیاری مفلس مین داغ پیری

اب ہو گئی ہین آخر بیمار تیری خاطر
یہ سب ستم اٹھائے ای یار تیری خاطر
جاتی ہین بگڑی جامی بازار تیری خاطر
مین جی سی اپنی گزرا سو بار تیری خاطر
قشقی لگائی پہنے زنار تیری خاطر
سب اونچ نیچ کی ہے ہموار تیری خاطر
سو سو مین نی کھینچی تلوار تیری خاطر
پیسے لئے پھرین ہین زردار تیری خاطر

تجھسے دوچار ہونا پھر آہ بن نہ آیا
دی جان میر جی نی ناچار تیری خاطر

ای صبا گر شہر کو بگو نمین ہو تیرا گذار
خاک دہلی سی خدا ہاکو کیا یکبار گی
منصب بلبل غزلخوانی تہا سو تو ہی ابر

کھیو ہم صحرانوردون کا تمامی حال زار
آسمان کو تہی کدورت سو نکالا یون غبار
شاعری زاغ و زغن کا ہو گئی ہے اب شعار

۱۹۵

بعضون کو رشک قبول خاطر و لطف سخن

خدا کا شکر ہے ثابت سے یہ کہتی تھی نہ ہوویگی تجھے ... آوینگی گھر یار کے تیری خبر کو بار بار

جب گیا مین یاد سے تب کسکا گھر کاہے کا یک ... آفرین صد آفرین ای مردمان روزگار

اب بیابان در بیابان ہے مرا شور و فغان ... گو چمن مین خوش کی تھی میری جا جانی نہ زار

ہے مثل مشہور یہ عمر سفر کوتاہ ہے ... طالع برگشتہ بھی کرتی ہین اب امداد کار

اک پر افشانی مین بھی ہے یہ وطن گلزار سا ... سامعونکی چھاتیان نالونسے ہوویگی فگار

شنہ پر آوینگی سخن آلودۂ خون جگر ... کیونکہ یاران زمان سے چاک ہے ان کا عذار

بیبسی لیکر تا سخن ہین خون چکان شکوے بھرے ... لیک ہے اظہار ہر ناکس سے اپنا ننگ و عار

جب بہلی گو تلخکامی کھینچے اسمین ہزار ... ہیت بخشی طبع نازک پر ہے اپنی ناگوار

آج سے کچہ بیحسابی جور کن مردم نہین ... انسے اہل دل سدا کھینچے ہین رنج بے شمار

کام کی جو لوگ صاحب فن ہین سے محسود ہین ... بی تہی کرتی رہینگے حاسدان نابکار

بس قلم رکھ ہاتھ سے جانی بھی دے حرف میر

کاہ کی جا ہے نہین کہسار ہوتی بے وقار

آغشتہ خون دل سے سخن تھے زبان پہ ... رکھی نہ تھی کان ٹک اس داستان پہ

کچھ ہو رہیگا عشق و ہوسمین بھی امتیاز ... آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پہ

دلدلبری کی فن و فریب آتی عمر مین ... جھنجھلاہٹ آتی آوی ہے اسکی بیان پہ

آشفتہ کی مشہور پریشان نظری ہے
سو بار کہا غیر سے صحبت نہیں اچھی
کیون آنکھو نمین سرمے کا تو دنبالہ کہی ہے

تو سادہ ہے آئینون کو نہ دیدار دیا کر
اس حیف کو مجلس مین نہ تو بار دیا کر
مت ہاتھہ مین ان ستون کی تلوار دیا کر

کچہ خوب نہین اتنا ستانا بہی کسو کا
ہے میر فقیر اسکو نہ آزار دیا کر

طاقت نہیں ہے جا مین کہ رہنا تعب ہے اور
ہر چند چپ ہون لیک مرا حال ہے عجب
آنکھہ اسکی او سطرح سے نہین پڑتی تک ادہر
گیا کہی حال ورا لکا جدائی کی رات مین
دل لی چکے دکہا کے رخ خوب کو تبہی
اس دل لگی کو روگ کو نسبت مرض سے کیا
طور اگلی تیری ملتی نہین اسطرح سے تک
کیا بات تیری ای ہمہ عیاری و فتنہ ہے

بے لطفیان کرو ہو یہ تس پر غضب ہے اور
احوال پرسی تو نکری تو عجب ہے اور
اب خوب دیکہتے ہین تو چتون لکا ڈہب ہے اور
گذری ہے کب کہانی کہو سو یہ شب ہے اور
اب منہ چہپا ہو بیٹھے یہ حسن طلب ہے اور
اپنا یہ جلتے رہنا ہی کچھ اور تب ہے اور
وہ اور کچہ تہا ہمسے تو پیار یہ اب ہے اور
آنکہین کہین ہین اور سخن زیر لب ہے اور

اسباب مرگ کے تو مہیا ہین سارے میر
شاید کہ زندگانی کا اپنی سبب ہے اور

١٩٨

مرنے پہ جان دیتے ہیں وارفتگان عشق
ہے میر راہ و رسم وفا یار اور

چمکی ہے جب سے برق سحر گلستان کی اور
جی لگ رہا ہے خار و خس آشیان کی اور

وہ کیا یہ دل لگی ہے فنا میں کہ رفتگان
منہ کر کے بھی سوئے کبھو سپہر جہان کی اور

رنگ سخن تو دیکھ کہ حیرت سے باغ میں
رہ جاتی ہیگی دیکھ کے گل اس دہان کی اور

آنکھیں سے کیں ہے جائینگی جو مر گیا کوئی
دیکھا نہ کر غضب سے کسو خستہ جان کی اور

کیا بے خبر ہے رفتن رنگین عمر سے
جوئی چمن میں دیکھ ٹک آب روان کی اور

یان تاب سے کسکو مگر جذب عشق کا
لاوے ہے اسکو کھینچ کسو ناتوان کی اور

یارب ہے کیا مزا سخن تلخ یار میں
رہتی ہیں کان سنکر اوسی بدزبان کی اور

یا دل ... جگہ پایا کہ تجھ بغیر
اب دیکھتا نہیں ہے کوئی اس مکان کی اور

آیا کسو تکدر خاطر ہے زیر خاک
جاتا ہے اکثر اسکو غبار آسمان کی اور

کیا حال ہو گیا ہے ترے غم میں میر کا
دیکھا گیا نہ ہم سے تو ٹک اوس جوان کی اور

نئے طور سیکھے نکالی ڈھب اور
مگر اور تھے تب ہوئی ہو اب اور

ادا کچھ ہے انداز کچھ ناز کچھ
تہ دل سے ہے کچھ اور زیر لب اور

عاشق کو اسکو گریۂ خونین کا درد کیا
افسوس نہین ہے آنکھ سے جسکی گرا ہنوز

کیا جانے وہ کہ گذری ہے یارو نکے جی پہ کیا
مطلق کسو سے اس کا نہین دل لگا ہنوز

برسون مین نامہ بر سے مرا نام جو سنا
کہنے لگا کہ زندہ ہے وہ ننگ کیا ہنوز

گھگھیا کے رات کی تئین یا جیسے تو بہت بکر
ناواقف قبول ہے لیکن دعا ہنوز

کیا کیا کرے ہے حجتین قاصد سے لیتے خط
حالانکہ وہ ہوا نہین حرف آشنا ہنوز

سو بار ایکدم مین گیا ڈوب ڈوب جی
بحر غم کی پایہ نہ کچھ انتہا ہنوز

خط سے ہے بیوفائی حسن اسکی آئینہ
ہم سادگی سے کہتے ہین چشم وفا ہنوز

سو عقدے فرط شوق سے پیش آگئے اور لگو
وہان بند اس قبا کے نہین ہین وا ہنوز

یان میر ہم تو پہنچ گئے مرگ کے قریب
وان دلبرون کو ہے وہی قصد جفا ہنوز

ہے میری لوہو روئی کا آثار سا ہنوز
گو جیسے کوئی کوئی ہے چمن زار سا ہنوز

کبتک کھنچے گی صبح قیامت کی شام کو
عرصے مین مین کھڑا ہون گنہگار سا ہنوز

مدت ہوئی کہ خون جگر مین نہین رہے
جاتا ہے آنسوؤن کا چلا تار سا ہنوز

سایہ سا آگیا تھا نظر اسکا ایک دن
بہوت مین پھرون ہون پریدار سا ہنوز

برسون سے گل چمن مین لگا ہے پہ رنگ سا
نکلا نہین ہے ایک رخ یار سا ہنوز

ردیف سین

ساگر سے جسم کی ہم اوس تن خوب پاس
اس بدنیح نہ لمسم بی کی لگو پاس

٢٠١

خندہ و چشمک حرف و سخن زیر لبی
کیجیے جو ایک دو افسوں ہے جو دلدار کے پاس

داغ ہوتا نظر آتا ہے دلوں کا آخر
یہ جو اک خال پڑا ہے تری رخسار کے پاس

خط نمودار ہوئے اور بھی دل ٹوٹ گئے
یہ بلا نکلی نئی زلف شکن دار کے پاس

در گلزار پہ جانے کی نصیب اپنے کہاں
یو نہیں سر سے لگا قفس کے کبھو دیوار کے پاس

کیا رکھا کرتے ہو آئینے سے صحبت ہر دم
ٹک کبھو بیٹھو کسو طالب دیدار کے پاس

دل کو یون لیتے ہو کھٹکا نہیں ہے جیسے کہ
تربیت پائی ہے تم نے کسی عیار کے پاس

مور جیسے لگے تنگ شکر کو آکر
خط نمود اسی یون لعل شکربار کے پاس

جسطرح کفر سند ہا ہے گئی اسلام کہاں
یون تو تسبیح بھی ہم رکھتے ہیں زنار کے پاس

ہم نہ کہتے تھے نہ مل مغبچوں سے اے زاہد
ابھی تسبیح دھری تھی تری دستار کے پاس

نارسائی بھی نوشتے کی میرے دور کھنیچے
اتنی مدت میں نہ پہونچا کوئی خط یار کے پاس

اختلاط ایک تمہیں میری غم کش سے نہیں
جب نہ تب یون تو نظر آتی ہو دوچار کے پاس

عزت نہیں ہے دل کی کچھ اس دلربا کے پاس
رہتی ہے آرسی ہی دھری خود نما کے پاس

پہر دن شبوں کو غم میں تری جاگتی رہے
ہو آ نہیں جگر سو گری دل وفا کے پاس

راہ روش رکہیں ہیں جدا درد مند عشق
رنجیار یہ کہڑی نہیں ہوتی دوا کے پاس

ردیف شین

گل کو ہوتا صبا قرار اے کاش
رہتی ایک آدہ دن بہار اے کاش

شش جہت اب تو تنگ ہے ہم پر
اس سے ہوتی نہ ہم دو چار اے کاش

مر تو بھی تو ترے ہی کوچے میں
ملتے یاں جا کے گور دار اے کاش

ان لبوں کی گلی سے دل سے بھرا
چل پڑی بات بیٹھیں یار اے کاش

بے اجل میر اب پڑا مرنا
عشق کرتی نہ اختیار اے کاش

کیا کہئے کیا رکھیں ہیں ہم تجھ سے یار خواہش
یک جان و صد تمنا یک دل ہزار خواہش

لے ہاتھ میں قفس تک صیاد چل چمن تک
مدت سے ہے ہمیں بھی سیر بہار خواہش

نے کچھ گنہ ہے دل کا نے جرم چشم اسمیں
رکھتی ہے ہمکو اتنا بے اختیار خواہش

حالانکہ عمر ساری مایوس گذری تس پر
کیا کیا رکھیں ہیں اسکے امیدوار خواہش

غیرت سے دوستی کی کس کس سے ہوجے دشمن
رکھتا ہے یار ہی کی سارا دیار خواہش

ہم مہرورز کیونکر خالی ہوں آرزو سے
شیوہ یہی تمنا فن و شعار خواہش

اٹھتی ہے موج ہر یک آغوش ہی کی صورت
دریا کو ہے یہ کس کا بوس و کنار خواہش

صد رنگ جلوہ گر ہے ہر جا وہ غیرت گل
عاشق کی ایک یا رہ کیونکر قرار خواہش

یکبار بر نہ آوے اس سے امید دل کی
اظہار کرتی کب تک یوں بار بار خواہش

کرتے ہیں سب تمنا پر میر جی نہ اتنی
رکھو گی یار تو پایان کار خواہش

۲۰۲

آخر کو روئے کار سے پردہ اٹھے گا کیا
مقدور تک تو چھپاتی کی ہنے چھپائی داغ

دل کی گرہ میں غنچۂ لالہ کے رنگ میر
سوز دروں سے کچھ نہیں ہے اب سوائے داغ

ردیف فای

میلان دل ہے زلف سیہ فام کی طرف
جاتا ہے صید آپ سے اس دام کی طرف

دل کی بنا عدل داور محشر سے جمع ہے
کرتا ہے کون عاشق بدنام کی طرف

اس پہلوئے فگار کو بستر سے کام کیا
مدت ہوئی کہ چھوٹے ہے آرام کی طرف

یک شب نظر پڑا تھا کہیں تو سوے بام
رہتی ہے کون چشم تری بام کی طرف

آنکھیں جنھوں کی زلف و قدح یار سے لگیں
وے دیکھتے نہیں سحر و شام کی طرف

جوں چشم یار بزم میں لگا پڑی ہے آج
ٹک دیکھ شیخ مے کی بھرے جام کی طرف

خار اشتکاف و سینہ خراش ایک سے نہیں
لیکن نظر نہیں ہے تجھے کام کی طرف

دل ایک سا رہے ہیں جنکے نہیں سے ہمیں ہے شوق
میلان طبع کب ہے کسو خام کی طرف

دیکھی ہے جب سے اس بت کافر کی شکل میر
جاتا نہیں ہے جی تنک اسلام کی طرف

ردیف قاف

میر جی زرد ہوتے جاتے ہو
کیا کہیں تمنے بھی کیا ہے عشق

ردیف کاف

دیکھے تھے تیرے کانکے موتی کی اک جھلک
جاتی نہیں ہے اشک کے رخسار کی ڈھلک

یارب اک اشتیاق نکلتا ہے چال سے
ملتے پھرے ہیں خاک میں کسکی لئے فلک

طاقت ہو جسکے دل میں وہ دو چار دن رہے
ہم ناتوان عشق تمہارے کہان تلک

برسون ہوئے کہ جان سے جاتی نہیں خلش
ٹک مل گئے تھے آگے مرے وہ پھر پلک

آئے نہ ہاتھ میر کے میت پہ کل نماز
تابوت پر تھے اسکے بہت کثرت ملک

عزت اپنی ابث میں ہے یار کو منظور تک
پاس جاتا ہون تو کہتا ہے کہ بیٹھو دور تک

حال میرا شہر میں کہتے رہینگے لوگ دیر
اس فسانے کے ہمیں ہوئے تو ہو مشہور تک

پشت پا مارے ہیں شاہی پر گدائی کوی عشق
دیکھیو ہم پایان کا خدا کے واسطے دستور تک

چاہنے کا مجھ سے بی قدرت کا کیا ہے اعتبار
عشق کرنا ہو کسو کے چاہئیے مقدور تک

حق تو سب کچھ تہا ہی حق جانے کسو واسطے
حوصلہ ہی بات کرتا کاشکے منصور تک

منکر حسن بتان کیونکر نہووے شیخ شہر
حق ہے اسکے اور وہ آنکھوں سے ہی معذور تک

تو ہم میں اور ہیں مت دو کسو کو جل — ہوتی ہیں فتنہ سازیی وریہانکی لوگ
مرتے ہیں اسکے واسطے یوں ہی بہت بلے — کم آشنا ہیں طور سے اس کام جانکی لوگ
پتے کو اس چمن کے نہیں دیکتے ہیں گرم — جو محرم روش ہیں کچہ آہیں بد گمان کے لوگ
بت چیز کیا کہ جسکو خدا مانتی ہیں سب — خوش اعتقاد کتنے ہیں ہندوستانکی لوگ
فردوس کو بہی آنکہ اٹہا دیکتے نہیں — کس درجے سیر چشم ہیں کوچی بتانکی لوگ
کیا سہل جیسے ہاتہ اٹہا بیٹہتے ہیں ہاے — یہ عشق پیشگان ہیں الٰہی کہانکی لوگ

منہ تکتے ہی رہے ہیں سدا مجلسونکی بیچ
گویا کہ میر محو ہیں میری زبانکی لوگ

کیا عشق خانہ سوز کے دل میں چھپی ہے آگ — اک سارے تن بدن میں مگر پہک رہی ہے آگ
گلشن بھرا ہے لالہ و گل سے اگرچہ سب — پر اس بغیر اپنے تو بہا میں لگی ہے آگ
پاؤں میں پڑ گئے ہیں پھپھولے مرے تمام — ہر گام راہ عشق میں گویا دبی ہے آگ
جل جل کے سب عمارت دل خاک ہو گئی — کیسے نگر کو آہ محبت نے دی ہے آگ
اب گرم و سرد دہر سے یکسان ہیں ہم — پانی ہو دل ہمارا کبہی تو کبہی ہے آگ
کیونکر نہ طبع آتشیں اوسکی ہمیں جلائے — ہم شست جنس کا حکم رکہیں وہ پری ہے آگ
کب لگ سکی ہے عشق جہان سوز کو ہوا — ماہی کی زیست آب سمندر کا جی ہے آگ

غنیمت جان فرصت آج کی دن — سحر کیا جانی کیا ہو شب ہی حامل

اگرچہ ہم نہین ملنے کے لایق — کسو تو طرح ہمسے بھی سہلا مل

لیا زاہد نے جام بادہ کف پر — بحمد اللہ کھلا عقد انامل

وہی پہنچے تو پہنچے آپ ہم تک — نہ یان طالع رسا نہ جذب کامل

ہوا اول عشق کی سختے سے ویران — ملایم چاہئے تہا یان کا عامل

پس از مدت سفر سے آگئے ہین میر

گئین وہ اگلے باتین تو ہے جاہل

ردیف میم

چلے نلو چہو تک سہے ہین ہم — عشق سے کے مے سے چہک رہے ہین ہم

سو کہ غم سے ہوئی ہین لاغر سے — پہ ولو نمین کہتک رہے ہین ہم

وقفۂ مرگ اب ضروری ہے — عمر طے کرتے تھک رہے ہین ہم

کیونکے گرد علاقہ بیٹھہ سکے — دامن دل جہٹک رہے ہین ہم

کون پہنچے ہے بات کی تہ کو — ایک مدت سے بک رہے ہین ہم

اونئے دینی کہا تہا بوسۂ لب — اوس سخن پر اٹک رہے ہین ہم

نقش پا سے رہی ہین کھل آنکھیں — کسکی یون راہ تک رہے ہین ہم

سرون پہ ہاتھ کبھی تیغ پر کبھو اوسکا — کچھ ایک قسم نہین میری آشنا کی قسم

جدال دیر کی رہبان سنتین کہان تک میر
اٹھو حرم کو چلو اب تمہین خدا کی قسم

اب سوکھی ہی جاتی ہے سب کشت ہوس ظالم — لے ابر تر آ کر ٹک ادہر بھی برس ظالم

صیاد بہار ابکی سب ٹوٹ گیا مین بن — ٹک باغ تلک لے چل میرا بھی قفس ظالم

کس طور کوئی تجھسے مقصود کرے حاصل — نے رحم ترے جی مین نے دلمین ترس ظالم

کیون سر چڑھے ناحق ہم بخت سیاہ ہونکے — مت پیچ مین پگڑی کی بالونکو کتر ظالم

جون ابر مین روتا تھا جون برق تو ہنستا تھا — صحبت نہ رہی یون ہی ایک آدہ برس ظالم

کیا کہوئی تجھو محمل یان گرم حکایت ہے — چل راہ مین کچھ کہتا مانند جرس ظالم

مطلق نہین گنجایش اب حوصلے مین اپنے — آزار کوئی کھینچے یون کب تئین بس ظالم

سر رشتۂ ہستی کو ہم دیچکے ہاتھون سے — کچھ ٹوٹی ہی جاتی ہین اب تار نفس ظالم

تا چند رہیگا تو یون داغ غم اس مہ کا
چھاتی تو گئی تیری ای میر ہلس ظالم

محرم سے کسو رو برو ہون کاشکے اب ہم — بیوجہ غضب ہی کا پوچھین جو سبب ہم

تدبیرین کرین اپنی تن زار و زبون کی — افراط سے اندوہ کی ہون آپ مین جب ہم

کچھ منہدی مین میر نہین لوگ جیب چاک
ہے میرے ریختون کا دوانا دکن تمام

بخت سیہ کی نقل کرین کس سے جہان ہم
مہندی لگی قدم سے ہوے پائمال ہم

کیونکر نہ اس چمن مین ہون تنہا نہال ہم
یان پہول سونگہہ سونگہہ ہے منہ جال ہم

باہر گلی مین سیکڑون جس جا ملیح تیرے
یا زلف و خط کو دیکہتے ہین خال خال ہم

گذری ہے جی مین کہہ وہ دہن گاہ وہ کمر
کیا جانی لوگ کہتے ہین کیا کیا خیال ہم

جاتی نہین او نہائی یہہ آب سر گرانیان
مقدور تک تو اپنی گئے ٹال ٹال ہم

تو ہو کہان ہے گد یہ خون مین سے تن کے بیچ
کرتے ہین منہ کو اپنی طمانچون سے لال ہم

وہ تو ہی ہے کہ مرتے ہین سب تیرے طور پر
حور و پری کو جان کی کب مین و وال ہم

گذری ہے بسکہ اسکی جدائی دلون پہ شاق
منہ نوچ نوچ لے ہین علی الاتصال ہم

منظور سجدہ ہے ہمین اس آفتاب کا
ظاہر مین یون کرین ہین نماز زوال ہم

ظاہر ہوا انہین بہی ہماری ذم اور ہوش
آئی نہ پہر تمہاری گئے تک بحال ہم

مطلق جہان مین ہنسی کو جی چاہتا نہین
اب تم بغیر لنتے ہوئے ہین وبال ہم

نقصان ہوگا اوسمین نہ ظاہر کہان تلک
ہووینگے جس زمانی کے صاحب کمال ہم

تا کب گمان ملیگا وہ دامن سوار میر

پہر ین آنکہین لوہو سے رہنے لگین — یہہ رنگ اپنا دیکہا مروت سے ہم

نہ مل میر اب کے امیرون سے تو
ہوئے ہین فقیر ان کی دولت سے ہم

کب تک رہینگے پہلو لگائے زمین سے ہم — یہہ درد اب کہین گے کسو نازنین سے ہم

تلوار کتنے کہائی سجدہ مین اسطرح — فریادی ہونگے ملکے لہو کو جبین سے ہم

فتراک تک یہ سر جو نہ پہونچا تو یا نصیب — مدت لگے رہے ترے دامان زین سے ہم

ہوتا ہے شوق وصل کا انکار سے زیاد — کب تجہسے دل اٹہا ہین تیری نہین سے ہم

چہاجی جو بسکہ مستی کرے نور ماہ پر — دیکہے عجب سفیدہ تیرے آستین سے ہم

یہ شوق صید ہونے کا دیکہو کہ آپ کو — لاکہا یا صید گہ مین بسیار بین سے ہم

تکلیف درد دل کی نکر تنگ ہونگے گر — یہ بات روز کہتے رہے ہمنشین سے ہم

اڑتی ہے خاک شہر کی گلیون مین اب جہان — سونا لیا ہے گود مین بہر کر وہین سے ہم

آوارہ گردی اپنی کہینچی میر طول کو
اب جا رہینگے دعا کسو کو عزلت نشین سے ہم

ردیف نون +

مدعی مجہکو کہڑے صاف برا کہتے ہین — چپکے تم سنتے ہو بیٹہے اسے کیا کہتے ہین

کوئی بجلی کا ٹکڑا اب تلک ہے | پڑا ہوگا ہمارے آشیان مین

پھری ہے چھانتا ہے خاک اے میر
ہوس کیا ہے مزاج آسمان مین

نہین تجھ ال لعل و لب ربا مین | گھر پہنچا ہے سم آب بقا مین
غریبانہ کوئی شب روز گریان | ہمیشہ کون رہتا ہے سرا مین
اوٹھاتے ہاتھ کیون نو مید ہو کر | اگر پاتے اثر کچھ ہم دعا مین
سنے ہے ہر کوئی اللہ میرا | عجب نسبت ہے بندہ مین خدا مین
کفن مین ہے نہ پہنا وہ بدن دیکھ | پہنچے تو ہے مین بہترون کی جا مین
ادہر جانیکو آمد ہے تو ہے لیکن | سیکپائی سے ہے باد صبا مین
بابا تہ دار بحر عشق نکلا | نہ ہمنے انتہائی ابتدا مین
ملے ہر سون وہی بیگانہ ہے وہ | ہنر ہے یہ ہماری آشنا مین

اگرچہ خشک ہین جیسے پر کاہ
اوڑے ہین میر جی لیکن ہوا مین

مر مر گئے نظر کر اوسکے برہنہ تن مین | کپڑے اوتارے اول جب پہنچے ہم کفن مین
گل پہول سے کب اس تن بن ہمین انکہین نہ لگتے | لائی بہار ہمکو زور آوری چمن مین

٢١٣

فردوس ہو نصیب پر آدمی تھا جو
دل کو دیا نہ ان کو سو خوش لپس گئیں

ملک دل کی بیقراری میں پہا ہیں جتی چلے
پہر دم طپش سے راہیں میرے جگر گئیں

تم دل سے ہو گئی سو خرابی بہت رہی
پہر بھی بسا و تم کہ اس اجڑی نگر گئیں

اللہ ری نازکی نہیں آتی خیال میں
کس کس طرح سے باندھتی ہیں اس کمر گئیں

حالت یہ ہے کہ بیخبری دم بدم ہے یان
ہوے ابتلک بھی آتے نہیں تک خبر گئیں

مدت ہوئی کہ اپنی خبر کچھ ہمیں نہیں
کیا جانیے کہ میر گئے ہم کدھر گئیں

کیا کہوں دل بخود تو ہیر میں آتا ہوں میں
پہر جو یاد آتا ہے وہ چپکا سا رہ جاتا ہوں میں

داغ ہوں کیونکہ نہ میں پریشاں رہے نہ تب
بوریا پوشوں ہی میں شعلہ جو پاتا ہوں میں

ہجر میں وصل طفل بازی کوشش کے رہتا ہوں جب
جا کے لڑکوں میں تک اپنے دل کو بہلاتا ہوں میں

ہوں گرسنہ چشم میں دیدار خوباں کا بہت
دیکھنی پر انکی تلواریں کٹر اٹھاتا ہوں میں

آب سب ہوتا ہوں پا کر آپ کو جیسے حباب
یعنے اس تنگ عدم ہستی سے شرماتا ہوں میں

ایک جا گہہ کب ٹھہرنی دی ہے مجھکو روزگار
کیوں تم آ کے گستاخ ہو اتنا آجکل جاتا ہوں میں

ہے کمال عشق پر بیطاقتی دل کی دلیل
جلوہ گہ دیدار کی اب تاب کب لاتا ہوں میں

آسمان معلوم ہوتا ہی وری کچھ آگیا
دور اسے آہ کیسا کیسا گھبراتا ہوں میں

بیٹھنے سے کسو دل صاف کی سرعت تو چرھے
خوب سا کرتی ہل تو اثر پانے مین

آتش عشق نی راون کو جلا کر مارا
گرچہ لنکا سا تھا اُس دیو کا گھر پانی مین

جوشش اشک مین شب دل ہی گیا سینے سے
کچھ نہ معلوم ہوا اسے اثر پانی مین

بردباری ہی مین کچھ قدر ہی گو جی ہو فنا
عود پر لکڑی ہے ڈوبی نہ اگر پانی مین

چشم تر ہی مین ہے کاش و رہے خوش رنگ
پھول رہتا ہی بہت تازہ و تر پانی مین

رووَن تو آتش دل شمع نمط بجھتی نہین
مجھکو لیجا کی ڈبو دیوین مگر پانی مین

گریۂ وزار مین بیتابی دل طرفہ نہین
سیکڑون کرتی ہین پیر اک ہنر پانی مین

برگ گل جون کہ گذر آب سے آتی ہین چلے
روتی سو دو نہین میری لخت جگر پانی مین

محو کر آپ کو یون ہستی مین اوسکی جیسے
بوند پانی کی نہین آتی نظر پانی مین

وہ گہر آنکھہ سے جاوی تو تیے آنسو میر
اتنا رویا ہون کہ ہون تا بہ کمر پانی مین

جوشش اشک سے ہون آٹھ پہر پانی مین
گرچہ ہوتی ہین بہت خوف خطر پانی مین

ضبط گریہ نی جلایا ہی درونہ سارا
دل اچھلتا ہے کہ ہی سوختہ تر پانی مین

آب شمشیر قیامت ہی برندہ اسکی
یہ گوارا ہی نہین باقی ہین سر پانی مین

طبع دریا جو ہو آشفتہ تو پھر طوفان ہے
آہ بالون کو پراگندہ نکر پانی مین

دل پریشانی مجھ دی ہے کہیں گل کی رنگ
ایک چشمک ہی چلی جاتی ہی گل کی ہیری اور
خوار تو آخر کیا ہی گلیو نہین تو نی مجھے
خاک اوڑا تا اشک افشان نکلو نہین تو پہر
کیسے جاتی سی نہین کچھ شتنج مجھکو اتنا شوق

آنکہو جون غنچہ کیون کر آہ مین یکجا کرون
یعنے بازار جنون مین جاؤن کچہہ سوا کرون
تو سہی ای عشق جو تجکو بہی مین سوا کرون
دشت کو دریا کرون بستی کتیئن صحرا کرون
چال وہ تبلا کہ مین دل مین کسو کے جا کرون

اب کی ہمت صرف کر جاتی جی اچہی مرا
پہر دعا ای میر مت کر لوا گر ایسا کرون

کیا کو فتین اوٹہائین ہم انکی درد غم مین
کو قیس منہ کو نوچی فرہاد سر کو چیرے
اہل نظر کسو کو ہوتی ہے محرمیت
کلفت مین گذری ساری مدت تو زندگی کی

تڑپا ہزار نوبت دل ایک ایک دم مین
یہہ کیا عجب ہے ایسی ہوتی ہین لوگ ہم مین
آنکہو نکے اندہی ہم تو مدت ہی حرم مین
آسودگی کا منہ اب دیکہین گے ہم عدم مین

کرتے ہین میر ملکہ واغط سی حبس دم کا
کیا یہہ بہی آگئے ہین ایسوچ گو کی دم مین

عشق مین جی کو صبر و تاب کہان
بیکلی دل ہے کے تماشا ستہے

اس سے آنکہین لگین تو خواب کہان
برق ہین لیسے اضطراب کہان

دیکھے ہین کیا کیا ڈہلکتے اشک میر
بیٹھے موتے سے پروتے عشق مین

کرتے ہین جو کہ جی مین ٹھانی ہین
خوبرو کسکے بات مانے ہین

مین تو خوبان کو جانتا ہی ہون
پر مجھے یہہ بھی خوب جانے ہین

جا ہمین اوس گلی مین گر رہنا
ضعف و بیطاقتی بہانے ہین

پوچھہ اہل طرب سے شوق اپنا
نے ہی جانے جو خاک چھانے ہین

اتبو افسردگی ہی ہے ہر آن
وے نہ ہم ہین نہ وے زمانے ہین

قیس و فرہاد گے وو عشق کے شور
اب مرے عہد مین فسانے ہین

دل پریشان ہو تمہین تو خوش ہو گے لوگ
عشق مین جنکے جی ٹھکانے ہین

مشک و سنبل کہان وہ زلف کہان
شاعرون کے یہہ شاخسانے ہین

عشق کرتے ہین اوس پہ پیر و سے
میر صاحب بہی کیا دوانے ہین

آپ اوس جنس کی ہین ہم بہی خریدار و نہین
بکگئی جانی بکی جسکے لئے بازار و نہین

باغ فردوس کا ہی رشک وہ کوچہ لیکن
آدمی ایک نہین اوسکے ہوادار و نہین

ایک سے بہی وہ بہے حال مین آیا نہ کبہو
لوگ اچہی تہی بہت یار کی بیمار و نہین

میر

اس تو ہنگ سے ہلا کہ بجا دل نہیں رہے
اب کی جنون میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے

اس گوشہ سے گھر سے دم آئی ہین ناک مین
دامن کی چاک اور گریبان کی چاک مین

کہیے لطافت اوس تن نازک کی میر کیا
شاید یہ لطف ہوگا کسو جان پاک مین

محمل نشین ہین کتنے خدام یار مین یہان
لیلی کا ایک ناقہ سو کس قطار مین یہان

سن شور گل قفس مین مرغ سب ہوائے
کیا پہول گل کہلے ہین اب کی بہار مین یہان

کب وکشتی ہو میری ونی مین ابر تجہ سے
دریا بہری ہین ایک ایک دامن کے تار مین یہان

تم تو بگئے دکہا کر تک برق کی سو چمکے
آیا بہت تفاوت صبر و قرار مین یہان

ہم مر گئے ولیکن سوز درون ہی ہے
اک آگ لگ اوٹہی ہے کنج مزار مین یہان

ہجران ہر گھڑی ہی سو سو ہر ہین تعب سے
روز شمار یار وہی کس شمار مین یہان

جن راتون میر ہمکو رونے کا مشغلہ تہا
رہتا تہا بحر اعظم سو تو کنار مین یہان

آج ہمارے گھر آیا تو کیا ہے یہان جو نثار کرین
الا کہینچ بغل مین تجہکو دیر تلک ہم پیار کرین

خاک ہوئے برباد ہوئے پامال ہوئے سب محو ہوئے
اور شدائد عشق کی رہ کی کیسے ہم ہموار کرین

زرد رخ رونا ہر دم کا شاہد [illegible] ہو
حاجت کا انصاف کرو تم کیونکہ ہم انکار کرین

کیا کیا تامل اس فکر مین کیا گھل
ہوتا ہے گرم کیا تھے اے آفتاب جی
پھیری سے جھکتے جھکتے پہنچا ہون خاک تک مین

سمجھا نہ آپ کو مین کیا جانیے کہ کیا ہون
یک آ وہ دم مین مین تو شبنم نمط ہوا ہون
وہ سرکشی کہان ہے اب تو بہت دبا ہون

مجھکو بلا ہے وحشت اے میر دور اسسے
جا گلہ سے جب اوٹھا ہون آشوب سا اٹھا ہون

کوچی مین تیری میر کا مطلق اثر نہین
ہے عاشقی کی بیچ ستم دیکھنا ہی لطف
کب شب ہوئی زمانی مین جو پھر ہوا نہ روز
ہر چند ہمکو مستون سے صحبت ہی ہے ولیک
گلگشت اپنے طور یہ ہی سو تو خوب یان
کیا ہو جی حرف زن گذر دوستی سی آہ
آنکھین تمام خلق کی رہتی ہین اوسکی اور
کہتے ہین سب کہ خون ہے ہوتا ہی اشک چشم

کیا جانئی کدہر کو گیا کچھ خبر نہین
مر جانا آنکھین موند کی یہ کچھ ہنر نہین
کیا ای شب فراق تجھی کو سحر نہین
دامن ہمارا ابر کے مانند تر نہین
شایستہ پریدن گلزار پر نہین
خط لیگیا کہ راہ مین پھر نامہ بر نہین
مطلق کسو کو حال پہ میرے نظر نہین
زالو تو گھر بنا ہی ہی تو جگر نہین

جا کر شراب خانی مین رہتا نہین تو پھر
یہ کیا کہ میر جمعی ہے کی رات گھر نہین

۲۱۹

ان دلبرو نکی آنکھہ نہین جائے اعتماد
جبتک رہین یہ چاہئے پیش نظر رہین

فردا کی فکر آج نہین مقتضائے عقل
گل کے بہی دیکھہ لیوین کے کل ہم اگر رہین

تیغ و تبر رکہا نکرو پاس میر کے
ایسا نہو کہ آپ کو ضائع وہی کرین

دل کو لکھون ہون آج وہ کیا مدعا لکھون
دیوانون کو جو خط لکھون تب لو بہی لکہون

کیا کیا لقب ہین شوق کے عالم مین یار کے
کعبہ لکھون کہ قبلہ اوسی یا خدا لکھون

حیران ہو میرے حالمین کہنے لگا طبیب
اس درد مند عشق کے مین کیا دوا لکھون

وحشت زدون کو نامہ لکھون ہون کسطرح
مجنون کو اسکے حاشئے پر مین دعا لکھون

کچھہ روبرو ہوئی پہ جو سلجھے تو سلجھے میر
جی کے اولجھنے کا اسے کیا ماجرا لکھون

جیسے ہے اسکی ابرو کی خمدار درمیان
رہتی ہے میری خلق کے تلوار درمیان

برپا ہوا ہجوم سے ایک حشر تازہ وان
آیا جہان کہین قدم یار درمیان

اس کام جان مین ہم مین ہوا ہے حجاب چشم
یون ہی ہے آہ کب تئین دیوار درمیان

سو بار اسے فتنے جہان مین اٹھی وے
دیکھی نہ ہمنے وہ کمر ایکبار درمیان

کیا کہئے آہ جیکو قیامت ہی انتظار
آتا نہ کاش وعدۂ دیدار درمیان

گر نسیم صبا ہی گاہ سموم	اس چمن مین ہوائین کیا کیا ہین
شور ہے ترک شیخ کا لیکن	چپکے چپکے دعائین کیا کیا ہین

منتظر دید قصر دل اے میر
شہر تن مین بھی جائین کیا کیا ہین

فراق آنکھ لگنے کی جا ہے نہین	پلک سے پلک آشنا ہے نہین
گلہ عشق کا بد و خلقت سے ہے	غم دل کو کچھ انتہا ہے نہین
محبت جہان کے تھان ہو چکے	کچھ اس روگ کی بھی دوا ہی نہین
دکھایا گئے یار اوس رخ کا سطح	کہین آرسی کو حیا ہی نہین
وہ کیا کچھ نہین حسن کے شہر مین	نہین ہے تو رسم وفا ہے نہین
چمن محو اوس رنگ خوش کا ہے سب	گلی ترک کی اب وہ ہوا ہے نہین

نہین دیر اگر میر کعبہ تو ہے
ہمارے کوئی کیا خدا ہے نہین

دل الکی کیسے کیسے جھگڑے مچا رہے ہین +	یہ وضع یار کے لڑکے کیا خوش ملے ہین
گھبرا دی لگتیا ہین رک رک کے تئین جائین	کرتی ہین جو وفائین اون ہی کی خوبی ہین
کیا قدر تھی سخن کے جب یہان بھی صحبتین تئین	ہر بات جایزہ ہی ہر بیت پر صلے ہین

شب آنکھون سے دریا سا بہتا رہا ۔ انہین نے کنارے لگایا ہمین

ہمارا نہین تمکو کچھ پاس رنج ۔ یہہ کیا تمنے سمجھا ہے آیا ہمین

لگی سر سے جون شمع پا تک گئی ۔ سب اس داغ نے آہ کھایا ہمین

جلین پیش و پس جیسے شمع و پتنگ ۔ جلا وہ بھی جتنے جلایا ہمین

ازل مین ملا کیا نہ عالم کے تئین ۔ قضا نے یہی دل دلایا ہمین

رہا تو تو اکثر الم ناک میر ۔ ترا طور کچھہ خوش نہ آیا ہمین

کیا عبث مجنون پئے محمل ہے میان ۔ یہہ دوانا باولا عاقل ہے میان

قند کا کون اسقدر مائل ہے میان ۔ جو ہے ان ہونٹھون ہی کا قایل ہے میان

ہمنے یہہ مانا کہ واعظ ہے ملک ۔ آدمی ہونا بہت مشکل ہے میان

چشم تر کی خیر جاری ہے سدا ۔ سیل اس رو از ہی کا سائل ہے میان

مر سکے پیچھے تو راحت ہیچ ہے لیک ۔ بیچ مین یہہ واقعہ حایل ہے میان

دلکی پامالی ستم ہے قہر ہے ۔ کوئی یون دلتا ہے آخر دل ہے میان

آج کیا فردا ہی محشر کا ہے اس ۔ صبح دیکھین کیا ہو شب جاہل ہے میان

دل تڑپتا ہے نہین کیا جانئے ۔ کس شکار انداز کا بسمل ہے میان

۲۲۳

ردیف واو

لا میرے اور یاربّ آج ایک خوش کمر کو
قدرت سے اسکی دلکی کل پہیرے ادہر کو

بیطاقتی میں شب کی پوچھو نہ ضبط میرا
ہاتہوں میں لیکر رکہا دانتوں تلے جگر کو

پہولا پہلا نہ اب تک ہرگز درخت خواہش
برسوں ہوئے کہ دوں ہوں نخل الم ثمر کو

سہے روزگار میرا ایسا یہ کہ یارو
مشکل ہے فرق کرنا تک شام سے سحر کو

ہرچند ہے سخن کو تشبیہ در سے لیکن
باتیں مری سنو تو تم پہینکدو گہر کو

نزدیک ہے کہ جاویں ہم آپ سے اب اُو
ملتے ہیں دوستوں سے جاتے ہوئے سفر کو

کب میر ابر ویسا برسا کے کر اندہیری
جیسا کہ روتے ہمنے دیکہا ہے چشم تر کو

نہ ہاتھ آ رسی گا رہ سراپا درد ہوگا تو
نہ گلچیں باغ حسن ظالم زرد ہوگا تو

یہہ پیشہ عشق کا ہے خاک چہنواویگا صحرا کے
ہزاروں بیوفا جوں گل چمن پرورد ہوگا

غبار اوٹہنی لگی گا تیری راہ زلف بیستے
لب ان گردبا و آخر بیابان گرد ہوگا تو

علاقہ دل کا لکہوائیگا دفتر ہاتہہ سے تیرے
تجرد کی جریدہ وں میں قلم سا فرد ہوگا تو

نہ ایکدم صبح تک بہی آنکہ لگنی دیگا دل جلنا
یہی پہر میر سا سرگرم آہ سرد ہوگا تو

نہ میرے باعث شور و فغان ہو | ابھی کیا جانئے یہان کیا سمان ہو
یہی مشہور عالم ہین وو عالم | خدا جانے ملاپ اسے کہان ہو
جہان سجدہ مین ہمنے غش کیا تھا | وہین شاید کہ اُس کا آستان ہو
نہو وسے وصف دن بالون کا مجھسے | اگر ہر مو مرے تن پہ زبان ہو
جگر تو چھین گیا تیر دن کے مارے | تمہاری کس طرح خاطر نشان ہو
نہ دل سے جا خدا اے مجھکو سوگند | خدائی مین اگر ایسا مکان ہو
تم اے نازک تنان ہو کہ سب کے | تمنائے دل و آرام جان ہو
بلی ملک اب کہ اُسنے مار ڈالا | کیے کچھ کوئے گرجی کے امان ہو

قطعہ

سنا ہے چاہ کا دعوا تمہارا | کہو جو کچھ کہ چاہو مہربان ہو
کنارا یون کیا جاتا نہین ہے | اگر پائے محبت درمیان ہو

ہوئے ہم پیر سو ساکت ہین اب میر
تمہاری بات کیا ہے تم جوان ہو

مت سگ یار سے دعوا مساوات کرو | اس کنے بیٹھنے پاؤ تو مباہات کرو
صحبت آخر ہے بہار نگرو پھر افسوس | متصل ہو سکے تو ہمسے ملاقات کرو

طول رکھتا ہے درد دل میرا
ہو جو مجھہ بادہ کش کے عرس مین تو
دیر رہنے کے جا نہین یہ چمن
مجھہ دوانے کی مت ہلا زنجیر

لکھنے بیٹھون تو خط ترسل ہو
جب کہ قلقل سے شیشے کی قل ہو
بوے گل ہو صفیر بلبل ہو
کہین ایسا نہو کہ پہر غل ہو

منکشف ہو رہا ہے حال میر
کاش ٹک یار کو تامل ہو

سب حال سے بیخبر ہین ہان تو
اس تن پہ نثار کرتے لیکن
برباد ندے کہین سراسر
کیا اسکے گئے ہے ذکر دل کا
کیا کیا نہ عزیز خوار ہونگے
غنچے لگے منہ تمہارے لیکن
کیا اسے رکہین امید بہبود
یہ طالع نارسا ہی جاگین
مت تربت میر کو مٹاؤ

ہر ہر وہ شہر ہے جہان تو
اپنے ہی نظر مین ٹہرے جان تو
رہتی تہین شمع سان زبان تو
ویران پڑا ہے یہ مکان تو
ہونے دو اسے ابے جوان تو
صحبت کا اسے سبے ہو وہان تو
پہرتا ہے خراب آسمان تو
سو جاے ٹک اسکا پاسبان تو
رہنے دو غریب کا نشان تو

زنہار اپنی آنکھ میں آتا نہیں وہ صید
پیدا وہ ہو شکار جسکے جگر میں نہ تیر ہو

ہوتی ہے انتہا میکدے کی جوان شیخ جی سبا
پہر و ہ رگذر یہ کرتی نہیں گو کہ پیر ہو

کسطرح آہ خاک مذلت سے میں اوٹھون
افتادہ تر جو مجھسے مرا دستگیر ہو

حد سے زیادہ جور و ستم خوشنما نہیں
ایسا سلوک کر کہ تدارک پذیر ہو

دم بھر نہ ٹھہرے دل میں نہ آنکھوں میں ایک پل
اتنے سے قد پہ تم بھی قیامت شریر ہو

ایسا ہے اسکے گھر کو ہی آباد دیکھیو
جس خانمان خراب کا یہ دل مشیر ہو

قطعہ

تسکین دل کے واسطے ہر کم بغل کے پاس
انصاف کر کہ کب تئیں مخلص حقیر ہو

یک وقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو میر صاحب و قبلہ فقیر ہو

ملا یارب کہیں اس صید افگن سر بسر کین کو
گرافشان کیجیے خون آپ ہی اسکی دامن زین کو

گئے وہ سابقی سار خصوصیت ہی پیارے
کبھو در تک تو آ بارے ہماری دل کی تسکین کو

یہی جاتی نہیں بس اب لہو گھونٹ دے سب مجھے
بہت پی پی گیا ہوں ورنہ تر دامن اشک غمگین کو

نہ لکھیں یار کو محضر ہمارے خون ناحق کا
دکھا دیوینگے ہم محشر میں اسکے دست رنگین کو

تحیر حیرت سے نہیں آ دیکھی کوئی شکل پھر ایسے
دکھایا ہے مگر چہرہ ترا صورت گر چین کو

جنبش بھی اسکی آگی ہو ٹھون کو تو ہو
دو نعروں ہی میں سب کے ہو گا مکان ہو کا
نام خدا ستم میں تم نامور تو ہوئے
زلف اور خال و خط کا سودا نہیں ہے ابھا
یاران رفتہ ایسے کیا دور تر گئے ہین
بازاری ساری دو ہی کہتے ہین راز بیٹھے

یون اپنے طور پر تم باتین بہت بنا لو
سن رکھو کان رکھ کر یہ بات بستی والو
پر ایک دو کو یون ہی للہ مار ڈالو
یار و نہی تو سر سی جلد اس بلا کو ٹالو
ٹک کر کی تیز گامی اس قافلی کو جا لو
جنکو ہمین کہا ہی تم منہ سو مت نکالو

یون رفتہ اور ہجوو کب تک رہا کرو گے
تم اب بھی میر صاحب اپنی تئین سنبھالو

اتنا کہا ہے سے تمنے کبھو کہ آؤ
یہ چاند کی سے ٹکڑی چھپتے نہین چھپائے
دو چار تیر یار و اس سے بھلی ہے دوری
ہو شرم آنکھ ہین تو ہماری حجاز سے ہے
اب آتی ہو تو آؤ ہر لحظہ جی گھٹے ہے
تھی سحر یا نگہ تھی ہم آپکو تھے بھولے
بارے گئی سو گذری جی بھر بھر آتی ہین کیا

کاہیکو یون کھڑی ہو وحشی سے بیٹھ جاؤ
ہر چند اپنے منہ کو برقع مین تم چھپاؤ
تم کھینچ کھینچ مجکو اس پلہ پر نہ لاؤ
مت کر کہ شوخ چشمی آشوب سا اوٹھاؤ
پھر لطف کیا جو آکر آدھا بھی تم نہ آؤ
اس جادو گر کو گویا پھر بھی تنک دکھاؤ
آیندہ میر صاحب دل مت کہین لگاؤ

۲۲۹

یار و خصوصیت تو رہی اپنی اسکے ساتھ — میر اسکو جو حال تو اس سے جدا کہو
آشفتہ مو حواس پریشان خراب حال — دیکھو مجھے تو خبطی دوانہ بڑا کہو

کب شرح شوق ہو سکے پر تو بھی میر اب
خط تمنے جو لکھا ہے سو کیا کیا لکھا کہو

رکھو گردن کو تری تیغ ستم پر ہو سو ہو — جی مین ہمنے یہ کیا ہے اب مقرر ہو سو ہو
قطرہ قطرہ اشکباری تا کجا پیش سحاب — ایکدن تو ٹوٹ پڑ ای دیدۂ تر ہو سو ہو
بند مین نازو نعم ہی کے رہے کیونکر فقیر — یہ فضولی ہے فقیری مین میسر ہو سو ہو
آگے کوچے سے ترے جاتا ہون کچھ جب آن کی شب — تیر باران ہو کہ برسے تیغ یکسر ہو سو ہو
صاحبی کیسی جو تمکو بھی کوئی تم سا ملا — پھر تو خواری بیوقاری بندہ پرور ہو سو ہو
کب تلک فریاد کرتے یون پھرین اب قصد ہے — داد لیجے اپنی اس ظالم سے اوڑکر ہو سو ہو
بال تیرے سر کے آگے تو جیون کے ہین وبال — سر منڈا کر ہم بھی ہوتے ہین قلندر ہو سو ہو
سختیان دیکھین تو ہمنے چند کہتا ہی عشق — دلکو ہمنے بھی کیا ہے اب تو پتھر ہو سو ہو

کہتے ہین ٹھہرا ہے تیرا اور غیرونکا بگاڑ
ہین شریک ای میر ہم بھی تیرے بہتر ہو سو ہو

جون غنچہ میر اتنے نہ بیٹھے رہا کرو — گل پھول دیکھنے کو بھی ٹک اٹھ چلا کرو

جی مین تو ہی کہ دیکھیے آوارہ میر کو
لیکن خدا ہی جانے وہ گھر مین ہے یا نہو

ملتفت ہوتا نہین ہے گاہ تو
مجھسے کتنی جان سے جاتی رہی
بیخودی رہتی ہے اب اکثر مجھے
اوسکے دل مین کام کرنا کام ہے
فرش ہین آنکھین ہی تیری راہ مین
جی تلک تو منہ نہ موڑین تجھسے ہم
کاہش دل ہی دو چندان کیون نہون
دل وہی کیا کہ ہے یون ہی چاہیے

کس قدر مغرور ہے اللہ تو
کس کی ہیبت سے کہ گیا ہمراہ تو
حال سے میرے نہین آگاہ تو
یون فلک پر کیون نجا اے آہ تو
آہ ٹک تو دیکھہ کر چل راہ تو
گر جفا و جور خاطر خواہ تو
آنکھہ مین آوے نہ وو دو ماہ تو
اے زہی تو آفرین و واہ تو

میر تو تو عاشقی مین کھپ گیا
مت کسیکو چند روز اب چاہ تو

عنایت ازلی سے جو دل ملا مجھکو
تنک تھا اب ضعیف الدماغ ہو ساقی
بہ تنہا رہے کوئی مرد اسا کہ تا کہ خاموش

محل شکر ہے آتا نہین گلا مجھکو
دم سحر سے پر زور رست پلا مجھکو
ہلا کہین لب جان بخش کو جلا مجھکو

۲۳۱

گلی مین وہ سکی رہا جا کی جو کوئی سو رہا
لب سوال نہ اک بوسہ کی لیی کہولون
زمانہ یار نہین اپنی بخت سی اتنا
جفا و جور و ستم اوسکی آپ ہی سہتی
ہزار موسم گل تو سگئی اسیری مین

وہی تو جاوی ہی ہر وان جب کسو کی آئی ہو
ہزار مہر و محبت مین بینوائی ہو
کہ مدعی سی اوسی اکیدن لڑائی ہو
جوا ہنر جو صلے مین کچہ ہی اب سمائی ہو
دکہائی دی ہی موئی ہی یہ اب ہوائی ہو

چمکتی دانتون سی اوسکی ہوئی ہی روکش میر
عجب نہین ہی کہ بجلی کی جگ ہنسائی ہو

ہوتی کچہ عشق کی غیرت بہی اگر بلبل کو
ہین ذرا یاد دہناتہا تبہی اس شوخ کی جب
مستی ان آنکہون سی نکلی ہی اگر دیکہو خوب
جیسی ہوتی ہی کتاب ایک ورق بن ناقص

صبح کہ باو سی لگ لگ گئی ندستی گل کو
پگڑی کی پیچ سی باندہا تہا وٹہا کاکل کو
خلق بدنام عبث کرتی ہی جام مل کو
نسبت نام اسی طور ہی چشم گل کو

ایک لحظہ ہی مین بل سارے نکل جاتے میر
پیچ اوس زلف کی دیکہ تہی دکہا سنبل کو

اب اسیری سی بچین تو دیکہینگی گلشن کبہو
ہم بہی اک امید پر اس صید گہ مین ہین پڑے

تہا ہمارا بہی چمن مین ای صبا مسکن کبہو
کہتے ہین آتا ہی ایدہر وہ شکار افگن کبہو

۲۳۲

۲۳۳

یاد جب آتی ہی وہ زلف سیاہ	سانپ سا چہاتی پہ پہر جاتا ہے آہ
کھل گیا منہ اتنو اس محبوب کا	کچہ سخن کی بہی نکل آوی گی راہ
شرم کرتے تھے مراسر کاٹ کر	سو توانی اور ٹیڑہی کی کلاہ
یار کا وہ ناز اپنا یہ نیاز	دیکھیے ہوتا ہے کیون کر یون نباہ
دین مین اوس کافر بیرحم کی	اجر اک رکہتا ہے خون بی گناہ
پتھرون سے سینہ کوبی مین سنے کی	دلگی ماتم مین مری چہاتی پر سراہ
مول لی چک مجکو آنکھین موند کر	دیکھہ تو قیمت ہی میری یک نگاہ
لذت دنیا سے کیا بہرہ ہمین	پاس ہی زندگی و لی ہی ضعف باہ
روٹھہ کر کیا آپ سے ملنے مین لطف	ہووی وہ بہی تو کہو ٹک عذرخواہ
ضبط بہتیرا ہی کرتے ہین ولے	آہ اک منہ سے نکل جاتی ہی گاہ
اوسکو رو کے رفتہ ہی آئین بیان	آج سے تو کچہ نہین یہ جی کی چاہ
دیکھہ رہتے دہیو کر اوس رخسار کو	دایہ منہ دہوتی جو کہتے ماہ ماہ

شیخ تو نے خوب سمجھا میر کو
واہ وا اسے بے حقیقت واہ واہ

ہمسے کیون الجہا کرے ہی آ سمجہ اے نا سمجہ	کج طبیعت جو مخالف ہین انہون سے جا سمجہ

بندہ کی درد دل کو کوئی نہین پہونچتا
ہر ایک بی حقیقت یان ہی خدا رسیدہ

کیا وسوسہ ہی مجکو عزت سی جینی کا یان
نکلا نہ میری دل سی یہ خار نا خلیدہ

ہم کاڑہ کر جگر بہی آگی تمہارے رکہا
پہر یا نصیب اس پہ تم جو ہوئی کبیدہ

سائی سی اپنی وحشت ہمکو رہی ہمیشہ
جون آفتاب ہم بہی کیسے رہی جریدہ

منصور کی نظر تہی جو دار کی طرف سے
پہل وہ درخت لایا آخر سر بریدہ

ذوق سخن ہوا ہی اتو بہت ہمین بہی
لکہہ لینگے میر جی کی کچہ شعر چیدہ چیدہ

لطف کیا ہی کسو کی چاہ کے ساتھ
چاہ وہ ہی جو ہو نباہ کے ساتھ

وقت کڑہنی کی ہاتھ دل پر رکھ
جان جاتی رہی نہ آہ کے ساتھ

عشق مین ترک سر کئی ہی بنی
مشورت تو بہی کر کلاہ کی ساتھ

ہوا اگرچہ آسمان پہ وسلے
نسبت اوس مہ کو کیا ہی ماہ کی ساتھ

سفری وہ جو مہ ہوا تا دیر
چشم اپنی تہی گرد راہ کی ساتھ

جا نوبہ تو ان آنکھون کا دیکہا
جی کہچی جاتی ہین نگاہ کے ساتھ

میر سی تم بری ہی رہتے ہو
کیا شرارت ہی خیر خواہ کے ساتھ

مہرتی ہین اوسکی آنکھین آنکھون تلے ہمیشہ
تصدیع ایک دو دن ہووی تو کوئی کھینچے
اک اس مغل بچہ کو وعدہ وفا نکرنا
لب تک وفا کریگا یون حوصلہ ہمارا
اس جسم خاکی سے ہم مٹی مین اٹ رہے ہین
آیندہ دروندہ باد سحر کبوتر

رہتا ہے آب دیدہ پاۤن تا گلے ہمیشہ
تڑپے ہی جگر ہمیشہ چھاتی جلے ہمیشہ
کچھ جا کہین تو کرنا آرے بلے ہمیشہ
در پیشی درد اکثر غم جی ملے ہمیشہ
یون خاک مین کہانتک کوئی رلے ہمیشہ
قاصد نیا ادہر کو کبتک چلے ہمیشہ

مسجد مین چل کی سٹئے جمعے کے دن سنے تو
ہوتے ہین میر صاحب وان دن ڈہلے ہمیشہ

آوے کہنے مین رہا ہو غم سے گرا حوال کچھ
بے زری سے داغ ہین لیکن یون پر مہر ہے
کام کو مشکل دل پر آرزو نے کردیا
دل ترا آیا کسو کے پیچ مین جو سدہ گئی
ماہ سے ماہی تلک اس داغ مین ہین مبتلا
ایکدن کنج قفس مین ہم کہین رہ جاینگے
کیا اوس آتشباز کی لونڈی کا اتنا شوق میر

جان بلب ہے تئی ہین پر کہتی نہین ہین حال کچھ
کہئے حاجت ہے نہ لوگون سے جو ہوون نا کچھ
یاس کلی ہو چکی تو پھر نہین اشکال کچھ
متصل کہبر رہا کرتی ہین منہ پر بال کچھ
کیا بلا ہے جان ہے میرا تمہارا حال کچھ
بیکلی گل بن بہت رہتی ہے اگلے سال کچھ
یہ چلی ہے دیکھ کر اسکو تمہاری چال کچھ

ردیف یای

نہ ٹہہری ایک بہی چشمک بسان تو آنکہون مین
نکل آتی ہو گہر سی چانہ سمی یہ کیا طرح نکری
یہ جہگڑا اتنک آ کر مین رکہا روز شمار اوپر
بہت رویا نوشتی پر مین اپنی دیکہہ قاصد کو

کلیجا جل گیا ای عمر تیری تو شتابی سے
قیامت ہو رہیگی ایکدن اس بی حجابی سے
کرون کیا تم تو لڑنی لگتی ہو حرف شتابی سے
کہ سر ڈالی غریب آتا تہا خط کی جوابی سے

مبادا کاروان جاتا رہے تو صبح سوتا ہی
بہت ڈرتا ہون مین ای امیر تیری پرخوابی سے

آنکہین نہین یان کہلتی ادہر سر کو نظر بہی ہے
گو شکل ہوائی کی سر چرخ تئین کہنچا
اس منزل دلکش کو منزل نہ سمجہیے گا
مجہ حال شکستہ کی تا چند یہ ہو قہری

سدہ اپنی نہین ہمکو کچہ تمکو خبر بہی ہے
ای آہ شرر افشان کچہ تجہ مین اثر بہی ہے
خاطر مین رہے یان سی درپیش سفر بہی ہے
کچہ کسر مین اب میری ای شوخ کسر بہی ہے

یہ کیا کہ منہ نوچے نے چاک کرے سینہ
کر عرض جو کچہ تجہ مین ای امیر ہنر بہی ہے

دوری مین اوسکی گور کنارے ہم آ رہے
اوس آفتاب حسن کی ہم داغ شرم مین
اب جسکی حسن خلق یہ ہو بہیرے ہین لوگ

جی رات دن جنہون کی کہین انہین گیا رہے
ایسے ظہور پر بہی وہ منہ کو چہپا رہے
اوس بیوفا سے ہم بہی بہت آشنا رہے

ممکن نہین مریض محبت بہلا ہو
آرے کبہو جو وان سے تو یان ہر تری دوا
آخر کو صبر اوس کی گلی مین جا رہا ہے
ہم مست بہی ہو دیکہا آخر مزا نہین ہے
ہشیاری کے برابر کوئی نشہ نہین ہے
شوق وصال ہی مین جی کہپ گیا ہمارا
یا آنکہ ایک دم وہ ہم سے جدا نہین ہے
ہر صبح اٹھ کی تجہسی مانگون ہون مین تجہی کو

کسکو لاگی کہ نہ تو ہو مین ڈبایا اسکو
اوسکی شمشیر کی جو دل ہی بہا کیا کیا کی

جان کی ساتھ ہی آخر مرض عشق گیا
جی بھلا تک نہوا ہمنے دوا کیا کیا کی

اون نے چھوڑی نہ طرف جور و جفا کی ہرگز
ہمنے یون اپنی طرف سی تو وفا کیا کیا کی

سجدہ اک صبح تری در کا کرون اس خاطر
مین نے محراب مین راتونکو دعا کیا کیا کی

آگ سی بھکتی ہی دن رات رہا کی تن مین
جان غمناک تری غم مین جلا کیا کیا کی

میر نے ہونٹون سی اسکے نہ اٹھایا جی کو
خلق اونکی تئین یہ سنکے کہا کیا کیا کی

کب تلک حوال یہ جب کوئی ترا نام لے
عاشق بیحال دونون ہاتھ سی دل تھام لی

ناتوانی سی اگر مجھ مین نہین ہی جی تو کیا
عشق جو چاہی تو مردی سی بھی اپنا کام لی

پہلوئی عاشق نہ بستر سی لگے تو ہی بجا
دلستی آفت ہو بغل مین جسکی کیا آرام لی

اب دل نالان پھر اوس لف سیہ مین جا چکا
آج یہ بیمار دیکھین کسطرح سی شام لی

شاخ گل تیری طرف جھکتی جو ہی اک مست ناز
چاہیے تو بھی میر کی ہاتھ سی اک جام لی

دلکی آسایش نہین امکان لف یار مین
یہ شکار مضطرب ہر دم نہ زیر دام لی

عزت اے پیر مغان کچھ حاجیونکی ہی ضرور
آئی ہین تیری کنی ہم جامۂ احرام لی

کیا بلا مفتی کا لونڈا سر چڑھا ہی اندنون
آدمی ہی گو یا کہ مجھ پر قاضی کا اعلام لی

۲۳۹

ہر کوئی اس مقام مین دس روز	اپنی نوبت بجائے جاتا ہے
کھل گئی بات تھی سو اک پر	تو وہی منہ چھپائے جاتا ہے
یان بلتہین نکل گیا وان غیر	اپنی ٹکی لگائے جاتا ہے
روئے کیا دل وجگر کے تئین	جی بھی یان تو ہائے جاتا ہے
کیا کیا ہے فلک کا مین کہ مجھے	خاک ہی مین ملائے جاتا ہے
نہ جنہین کچھ ہے انکی ہین ہر گام	عرق شرم آئے جاتا ہے

قطعہ

جائے غیرت ہے خاکدان جہان	تو کہان منہ اوٹھائے جاتا ہے
دیکھ سیلاب اس بیابان کا	کیسا سر کو جھکائے جاتا ہے

وہ تو بگڑے ہے میر سے ہر دم
اپنی سی یہ بنائے جاتا ہے

کعبے مین جان بلب تھے ہم دوری بتان سے	آئے ہین پھر کے یارو ابکی خدا کی یان سے
تصویر کے سے طایر خاموش رہتے ہین ہم	جی کچھ اوچٹ گیا ہے اب نالہ و فغان سے
جب کوندتی ہے بجلی تب جانب گلستان	رکھتے تھے چھیڑ میری خاشاک آشیان سے
کیا خوبی اوسکی منہ کی ای غنچہ نقل کریے	تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے دہان سے

چلتا نہین ہے دل پہ کچھ اسکی بس وگرنہ
عرش آہ عاجزون سے اکثر ہلا گیا ہے

ہم گو نہون جہان مین آخر جہان تو ہوگا
تو نے بدی تو کی ہے ظالم بھلا کیا ہے

ہے منہ پہ میر کے گیا گرد ملال تازہ
یہ خاک مین ہمیشہ یونہین رلا کیا ہے

کیا تن نازک ہے جان کو بھی حسد جس تن پہ ہے
کیا بدن کا رنگ ہے تہ جسکی پیراہن پہ ہے

گرد جب اٹھتی ہے اک حسرت سے رہ جاتی ہین دیکھ
وحشیان دشت کی آنکھ اس شکار افگن پہ ہے

کثرت پیکان سے میرے ہوگئی ہیئت ہے اور
اب شرف دلکو ہمارے پارۂ آہن پہ ہے

کون یون اے ترک رعنا زینت فتراک تھا
خون سے گل کاری عجب اک رنگ کے دامن پہ ہے

سر اٹھانے کی نہین ہے ہمکو فرصت عشق مین
ہر دم اک تیغ جفا ہے تازہ یان گردن پہ ہے

نوحہ کر کر مجھکو دکھلایا غم دل نے فغان
شیون اب موقوف یارو انکا میرے شیون پہ ہے

ہو چکا رہنا مرا بستی مین آخر کب تلک
نالۂ شب سے قیامت روز مرد و زن پہ ہے

خرمن گل سے لگے ہین ڈھیرے کو ٹھے ڈھیر
تو ہو رونے سے ہمارے رنگ اک گلخن پہ ہے

وے بھری پلکین الٹ دیتی ہین صف آئینہ
اب لڑائی ہند مین سب اس سپہ بلٹن پہ ہے

تو تو کہتا ہے کہ مین نے اس طرف دیکھا نہین
خون ناحق میر کا یہ کسکے پھر جیون پہ ہے

مرتے ہوئے بہی ہمکو صورت نہ آ دکہائی — وقت اخیر اچہا منہ کو چہپا کے بیٹہے

عزلت نشین ہوئے جب دل داغ ہو گیا تب — یعنے کہ عاشقی میں ہم گہر جلا کے بیٹہے

جو کفر جانتے تہے عشق بتان کو وہ ہی — مسجد کو آگے آخر قشقہ لگا کے بیٹہے

شور متاع خوبی اس شوخ کا بلا تہا — بازاری سب دکانین اپنی بڑہا کے بیٹہے

کیا اپنی اور اسکی اب نقل کرئے صحبت — مجلس سے اٹھہ گیا وہ تک ہم جو آ کے بیٹہے

کیا جانے تیغ اسکی کب ہو بلند عاشق — یون چاہیے کہ سر کو ہر دم جہکا کے بیٹہے

قطعہ

بہولونکی سیج پر سے جو بے دماغ اٹہے — مسند پہ ناز کی جو تیوری چڑہا کے بیٹہے

کیا غم اوسے زمین پر بے برگ و ساز کوئی — خار و خسک ہی کیون نہ بستر بچہا کے بیٹہے

وادی قیس سے بہر آئے نہ میر صاحب

مرشد کی ڈہیر پر ہی شاید کہ جا کے بیٹہے

جانے میں قتل گہ سے ترا اختیار ہے — ہر جا میں جو گئے ہین سو رہ پر غبار ہے

ہم آپ سے گئے سو آئے کہان سکے — مدت ہوئی کہ اپنا ہمین انتظار ہے

بس وعدۂ وصال سے کم دے مجہے فریب — آگے ہی مجہکو تیرا بہت اعتبار ہے

سرتابی اوس سے طائر قدسی نکر سکے — اوس ترک صید بند کا وہ تو شکار ہے

جتنے رہنے لگے کیونکر ہم اے طبیب نادان
بیمار ایسے تسپر مطلق دوا نہ پہونچے

لایق تری نہیں ہے خصمی غیر لیکن
وہ باز کیون کہ آوے جبتک سزا نہ پہونچے

ہر چند پھر خوبان سر سجدہ نہیں مارے
پر اونکے دامنون تک دست دعا نہ پہونچے

بن آہ دل کا رکنا بیجا نہیں ہمارا
کیا حال ہووے اوسکا جسکو ہوا نہ پہونچے

اپنے سخن کی اس سے کسطور راہ نکلی
خط اوسطرف نجاوے قاصد گیا نہ پہونچے

وہ میر شاہ خوبی پھر قدر دور دسکی
درویش بینوا کی اوس تک صدا نہ پہونچے

کرتا ہے کب سلوک وہ اہل نیاز سے
گفتار اوسکی کبر سے رفتار ناز سے

یون کب ہمارے آنسو چھپین ہیں کہ تو نے شیخ
دیکھا کبھو اودھر مژہ نیم باز سے

خاموش رہ سکے نہ تو پڑھ کر بھی کچھ نہ کچھ
سر شمع کا کٹے ہے زبان دراز سے

اب جا کسو درخت کے سائے مین بیٹھیے
اسطور پھر نہ کب تمکین ادا گہ ساز سے

یہ کیا کہ دشمنون مین مجھے سان نے لگے
کرتی کسو کو ذبح بھی تو امتیاز سے

مانند شمع جلکے ہی پڑتی ہین انجوا شک
کچھ جلتے جلتے ہو گئے ہین ہم گداز سے

شاید کہ آج رات کو تھے میکدے مین میر
کھیلے تھا ایک مغبچہ مہر نماز سے

کیا رنگ ہو باد سحر سب ہین گمراہ
تو دو قدم جو راہ چلا گرم اے نگار
فتنہ ہو اسی شہر مین برپا ہزار جا

کیا ہی جو اس چمن مین ہی ایسی ہوا چلی
مہندی کفک کی آگ دلونمین لگا چلی
تلوار اسکی چال پہ کیا ایک جا چلی

یہ جور و جور کشش تھی کہان آگی عشق مین
تجھ سے جفا و میر سے رسم وفا چلی

آہ رو کون جانی وا کسطرح گھر کی تری
نگاڑ دیوین کاش مجھکو بیچ مین در کی تری

لالہ و گل کیون نہ پہیکا اپنی آنکھونمین لگین
دیکھنے والے ہین ہم تو رنگ احمر کی ترے

دیر ہو بالی ہی اکی گو کہ بلبل تو ہی چپ
یاد ہین سبکو تمہین وی چھیڑ چھیڑ گھر کی ترے

آج کا آیا تجھے کیا یاد ہی ہم حیران ہین
ڈھونڈھنے والے جو ہین الشیخ اکثر در ترے

دیکھ اسکو حیف کھا کر سب مجھے کہنے لگے
وا کی تو گھر ہین یہی اطوار دلبر کی ترے

تازہ تر ہوتی ہین گل سے بھی تو نازکی نہال
صبح اٹھتی ہین بچھے جو پھول بستر کی ترے

مشک عنبر طبلہ طبلہ کیون نہو کیا کام ہے
ہم دماغ آشفتہ ہین زلف معنبر کی ترے

جیمین وہ طاقت کہان جو ہجر مین سمجھا رہین
اب ٹھہرتے ہی نہین ہین پاؤن سر گز کی ترے

داغ ہین سو جو ہین بلبل کی دلبر کسکی ہین
یون تو اے گل ہین ہزارون آشنا زر کی ترے

کوئی آب زندگی پیتا ہی یہ زہر اب چھوڑ
خضر کو ہستی ہین سب مجروح خنجر کی ترے

ناز و خشم و بیدماغی و سطر فسوسے سب ہین کچ
دیکہہ گل کو ٹک کہ ہر یک سر کچہ پا لیتا ہی یا
کانپتا ہون مین تو تیری ابرونکی خم ہو
اشک پر دریدہ چلی آتی ہی چشم زار سے

کچہ کسو بہی طور کی رنجش بہلا ایدہر سے ہے
اس سے پیدا ہی کہ عزت اس چمن مین زر سے ہے
قشعریرہ کیا مجہی تلوار کی کچہ ڈر سے ہے
ہر نگہہ کا تار یا تار رشتۂ گوہر سے ہے

باد یہی ہی مین پڑا پاتی ہین جب تب تجکو میر
کیا خفا ہی خانمان برباد کچہ تو گہر سے ہے

نہ گلشن مین چمن پر اپنی بلبل تجہکو جا دی ہے
نہین ٹک بیٹہنی دیتی تم اپنی بزم مین ہمکو
رہائی چنگل باز فلک سے مجہکو مشکل تہی
گلی مین اپنی قدغن کر رکہو آنی نپاؤن مین
طپش سے رنگ اڑ جاوے قلق سے جان گہبراوے
در گلزار پہ بیٹہیں از صبح و ای باغبان مت کر
کوئی صورت نہین اس گہر سے اب تیری نکلنے کی
مجہی منظور کیا ہی زلف خال و خط خوبان سے
لگی ذہن اوس وادی مین گمراہی کی ہی باعث

سپاس ایزدی کر جی کہ یہ ڈالی نوا دی ہے
مروت رسم تہی مدت کی سو تمنے اٹہا دی ہے
ہر کہ یہ نہ چڑیا کی سو مولی چہر با دی ہے
کہین کیا اور بہی دل کی لگانی کی منادی ہے
دیا ہی دل الٰہی ہمکو یا کوئی بلا دی ہے
اڑا لیتی ہی مٹی بہی صبا اک چور با دی ہے
قیامت کی ہی جن نی آہ سی تجہکو کہا دی ہے
خرابی دیکہنی کی لت سے آنکہونکو لگا دی ہے
سلیم الطبع کو تو یا نو لکا ہر نقش با دی ہے

کوئی ہر دل کھینچے جاتی ہیں اودہر	فضولی ہے تجسس یہ کہ کیا ہے
مروں میں اسمیں یارہ جاؤں جیتا	یہی شیوہ مرا مہر و وفا ہے
صبا اودہر گل اودہر سرو اودہر	ابکے باغ میں اتنو ہوا ہے
تماشا کردنی ہے داغ سینہ	یہ پھول اس تختے میں تازہ کھلا ہے
ہزاروں ان نے ایسی کی ادائیں	قیامت جیسے ایک اسکی ادا ہے
جگہ افسوس کی ہے بعد چندے	ابھی تو دل ہمارا بھی بجا ہے

قطعہ

جو چپکے ہوں کہو چپکے ہو کیوں تم	کہو جو کچھ تمہارا مدعا ہے
سخن کریے تو ہووے حرف زن بیچ	بس اب منہ موند لے میں نے سنا ہے

قطعہ

کب اس بیگانہ خو کو سمجھے عالم	اگرچہ یار عالم آشنا ہے
نہ عالم میں ہے نے عالم سے باہر	یہ سب عالم سے عالم ہی جدا ہے

لگا میں گرد سر پھرنے تو بولا
تمہارا میر صاحب سر پھرا ہے

دیوانگی میں گاہ ہنسے گاہ رو چکے	وحشت بہت ہی ظاہر شکل ہائی کہو چکے

وہ بھی آ نکلے تو تماشا ہے
شور بازار میں ہے یوسف کا
مجھکو بلکہ ہزار سودا ہے
پوچھوں پر کہیں نہ پھٹ جاوے
نظر آتے تھے ... میں تنہا
آج تک فتنہ ایک برپا ہے
دل کھنچے جاتے ہیں اور سبھی اور
سارے عالم کی یہ تمنا ہے
برسوں رکھتا ہے دیدہ تر پر
پارہ دامن کا ... دریا ہے

[illegible]

جیکو بچار کہینگے تو جا بہینگے عشق مین
ہر چند میر صاحب و قبلہ ہین منکر ہی

دل شتاب اس نے ہم عشق سے اوٹھایا چاہیے
ایکدن تہ کر بساط ناز جایا چاہیے

یہ قیامت اور جی پر کل گئی یا جیسے ہین
دل خس و خاشاک گلشن سے لگایا چاہیے

خانہ ساز دین جو ہے واعظ سو یہ خانہ خراب
زینت کی خاطر جسے مسجد کو ڈہایا چاہیے

کام کیا بال ہما سے چتر شہ سے کیا غرض
سر پر اک دیوار ہی کا اسکے سایا چاہیے

اتقا پر خانقہ والی بہت مغرور ہین
مست ناز ابر ہے اوسے یکبار لایا چاہیے

کیا رہون ہی مین پڑی رہیگا ساقی کی روش
ابر ہوتی اکی موسم گل کا آیا چاہیے

یہ ستم تازہ کہ اپنی نا کسی پر کر نظر
جن سے بگڑا چاہیے اون سے بنایا چاہیے

جی نہین رہتا ہے ٹک ناچار ہمکو اسکی اور
گر تی پڑتی ضعف مین بہی روز جایا چاہیے

گاہ برقع پوش ہو گہ ہو پراگندہ گرد
تمکو ہمسے منہ بہر صورت چہپایا چاہیے

وہ بہی تو ٹک دست و تیغ انکی جاتی قدر میر
زخم سارے ایکدن اسکو دکہایا چاہیے

عشق مین ذلت ہوئی خفت ہوئی تہمت ہوئی
آخر آخر جان دی یارون نے یہ صحبت ہوئی

عکس اس بے دید کا تو متصل پڑتا تہا صبح
دن چڑہے کیا جانون آئینے کی کیا صورت ہوئی

ہو سکتی ہین سد رہ پلکین کہین رونے کی
تنکون سے رکی ہے کب دریا جو بہا چاہیے

جب تیغ زبان چہوٹے تب کاہیکا صرفہ ہے
بے صرفہ کہی کیون جو کچہ کہ کہا چاہیے

دل جاتی ہے جیون وکہ شبنم نے کہا گلسے
اب ہم تو چلے یان سے رہ تو جو رہا چاہیے

خط رسم زمانہ تہی ہمنے بہی لکہا اسکو
تہ دل کی لکہی کیونکر عاشق جو لکہا چاہیے

رنگ گل و بوی گل ہوتی ہین ہوا دونون
کیا قافلہ جاتا ہے جو تو بہی چلا چاہیے

ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تہے لیکن
رہتا ہے ہوئی بن کب جو کچہ کہ ہوا چاہے

آنکہ یون کو اسکی خاطر خواہ کیونکر دیکہیے
سو طرف جب دیکہیے تب ٹک ادہر دیکہیے

گرچہ زردی رنگ کی بہی ہجر ہی سے ہے و لے
منہ مرا دیکہو ہو کیا یہ کوفت جی پر دیکہیے

ابکی گل ہم بہی پروئے اور چشمک زن ہے زنو
اور دل اپنا بہی جلتا ہے بہت پر دیکہیے

آتی ہو جب جان یان آنکہو نمین رہتی ہے نگاہ
دیکہیے ہمکو تو یون بیمار مضطر دیکہیے

اتنا بہہ سرخی ابہی سے ہے تو آگی ہمنشین
رنگ لاوی کیسے کیسے دیدۂ تر دیکہیے

دیر و کعبے سے بہی ٹک جہپکی نہ چشم شوخ یار
شوق کی افراط سے تا چند گہر گہر دیکہیے

پڑ رہے یون صید گہ کی کنج مین تو حسن کیا
عشق جب ہے تب گلی کو زیر خنجر دیکہیے

برسون گذری خاک ملتی منہ آئینیکی طرح
کیا غضب ہے آنکہ اوٹہا کر ٹک تو ادہر دیکہیے

قطعہ

کہہ سرگذشت آنی فرہاد کی نکالے	مجنون کا گاہے قصہ بیٹھا کہا کرو ہے

ایک آفت زمان ہے یہہ میر عشق پیشہ +
پردے مین ساری مطلب اپنا ادا کرو ہے

یار بن تلخ زندگانے تھے	دوستے مدعی جانے تھے
سر سے اسکے ہوا گئے نہ کبہو	عمر برباد یون نہین جانی تھے
لطف پر اسکے ہمنشین ہت جا	کبہو ہم پر بہی مہربانے تھے
ہاتہہ آتا جو تو تو کیا ہوتا +	برسون تک ہمنے خاک چہانی تہی
شیب مین فائدہ تامل کا	سوچا تب تہا جب جوانی تہی
میرے قصے سے سب کی آنکھین نیندین	کچہہ عجب طور کی کہانی تہی
عاشقی جی ہی لگئے آخر	یہہ بلا کوئی ناگہانی تہی +
اوس رخ آتشین کی شرم سو رات	شمع مجلس مین پانی پانی تہی +
پہر سخن شنووی ہے ویسے ہے	رات ایک آدہ بات مانی تہی
کوئی قاتل سے بچ کے نکلا خضر	اسی مین اسکی زندگانی سے تہے
فقر پر بہی تہا میر کے اک رنگ	کفنے پینے سوز عفرانے تہے

مشتاق ہم جو ایسے سو ہم ہی ہے بے پروا
ہے پر غبار عالم جانا ہی یانسے اچھا
گل باغ میں گئے تھے روئی چمن چمن ہم
جانان کی رہ سے آنکھیں جس تس کی لگ رہی ہیں

جب اسطرف سے نکلے تب منہ کو اپنے ڈھانکے
اس خاکدان میں رہ کر کیا کوئی خاک چھانکے
کچھ سرو میں جو پائی انداز اس جوان کے
رفتہ ہیں لوگ ساری یاں پاؤنکے نشانکے

خمیازہ کش رہی ہی اے میر شوق سے تو
سینے کے زخم کی کہہ کیونکر رہیں گے ٹانکے

برسوں ہوئے گئے ہوئی اس مہ کو بام سے
تڑپے اسیر ہوں جو ہم یک اٹھا غبار
دنبال ہر نگاہ ہے صد کاروان اشک
محو اس رو ہاں تنگ کے ہیں کوئی کچھ کہو
یوسف کی پیچھے خوار زلیخا عبث ہوئی
لڑکے ہزاروں جیب میں پھر لیے ہیں ساتھ
وہ نازسے چلا کہیں تو حشر ہو چکے
جھک جھک سلام کرنے سے سرکش ہوا اور
وے دن گئے کہ آنکو یک جا معاش تھے

کاہش مجھے جو ہے وہی ہوتی ہی تمام سے
سو جہاں تا ہمکو دیر تلک چشم دام سے
برسے ہے ابر چشم بڑی دھوم دھام سے
رہتا ہے ہمکو عشق میں کام اپنے کام سے
کب صبا جی رہی ہی ال ایسے غلام سے
مجنون پھرا ہے کاہیکو اس ازدحام سے
پھر بحث آپڑیگی اسکے خرام سے
ہو بیٹھے نامید جواب سلام سے
آتا ہے اب جو ننگ اسی میری نام سے

تھیری پر چرخ نیلے پہ انجم کی چشم شوخ | اس قصر مین لگا جو ہی کیا لاجورد ہے

کسسے جدا ہوئے ہین کہ ایسے ہین دردمند
منہ میر جی کا آج نہایت ہے زرد ہے

وہ کھان ہوم ہو دیکھے گئے چشم تر سے
ہو برافروختہ وہ بت جو مئ احمر سے
ڈھب کچھ اچھا نہین بر ہم زدن شر کا نکا
تھا نوشتی مین کہ یون سوکہ کو مرزا سر مین
یون تو درس گنی کی ہان ہم بھی تابان کہتے ہین
سیر کہنے جو چلے ہی کہ ہو وہ فتنہ خرام
عشق کی کوچہ مین پھر پاؤن نہین کہنی کو ہم
مہر کی اسکی توقع غلطے اپنے سے تھے
کوچہ یار ہے کیا طرفہ بلا خیز مقام

ابر کیا کیا اوٹھے ہنگامی سی کیا کیا برسے
آگ نکلی ہے تماشی کی تئین پتھر سے
کاٹ ڈالیگا گلا اپنا کوئی خنجر سے
استخوان تن پہ نمودار ہین سب مسطر سے
بات کو طول نہین دیتے خدا کی ڈر سے
شہر مین شور قیامت اٹھی ہی ہر گھر سے
ابکی ٹل جاتی ہے کلول یہ اگر سر سے
کہین دلداری ہوئی ہی ہی کسو دلبر سے
آگے مین فتنہ و آشوب چلی اودھر سے

ساتھ سونا جو گیا اوسکا بت دل تڑپا
برسون پھر میر بیہ پہلو نہ لگی بستر سے

ہر اوان پیر مرشد ہے ہمیں اعتقاد ہے | فراموش آپکو کرنا محبت مین زیادہ ہے

چشمین کہین ہین جو شاعر کہین ہین چار سر کے
آنتا راب تلک ہین یارونکی چشم تر کی

رہتی کی اپنی جا توفی دیر ہے نہ کعبہ
اوٹہی ہوا اوسکی در سی تو ہو جیسی کہ ہر کی

اس شعر و شاعری پر اچھی ہنر ہے نہ ہمسے
محو خیال شاعر یون ہی ہین اوس کمر کے

دنیا مین ہے بسیرا یارو سرای کا سا
یہ رہروان ہستی عازم ہین سب سفر کے

وے ٹی ہی چہاتیان ہین جو نسی جو ہر ہین
کیا ہی جو بو الہوس نے دو چار کہائی چہر کے

تہ بیخودی کی اپنی کیا کچہ وری ہری ہے
ہم بیخبر ہوئی ہین پہونچے کسو خبر کے

اس آستان کی دوری سے لگی تا صبوح ہے
کیا کہیں آہ غم سے گہر کی ہوئے نہ در کے

خاک ایسے عاشقی مین شکرای بہی گئی گل
پاؤن گہنی سے اوسکی پر میر جی نہ سر کے

ہم نہ کہتے تہے رہیگا ہم مین کیا یاس سے گئے
سو ہی بات آئی وئی آس پاس سے جا سے گئے

کیا بخود رہنا ہمارا کچہ رکہی ہے اعتبار
آپ مین آئی کہ محبوب ہم تو مہمانسی گئے

جیب ملک رہنا بنا و لتنگ غنچی سی ہے
دیکہئے کیا گل کہلی گا اب گلستانسے گئے

کیا غزالون سے ہے کو ہم بن وحشت بسیار ہے
کوہ بہی لائق ہی جب ہم بیابان سے گئے

لائی آفت خانقاہ و مسجد او پر وہ نگاہ
صوفیان دین سے گئی سب شیخ لا ایمان سے گئے

دور کر خط کو کیا چہرہ کتابی اپنی صاف
اب قیامت ہے کہ سارے حرف قرآن سے گئے

شمس و قمر کی دیکھی جی او سمین جا رہی ہے
اوس دلفروز کی بہی رخسار ایسے ہی تہے

دامن کے پاٹ سارے تختے ہوئی چمن کے
لبریز سرشک خونین ورکار ایسے ہی تہے

لوہو نہ کیون لاوی اونکا گداز ہونا
لیی دل جگر ہمارے غمخوار ایسے ہی تہے

ہر دم جراحت آسا کب رہتی ہے ٹپکتے
یی دیدۂ نمین کیا خونبار ایسے ہی تہے

آزار سوہ دلونکا جیسا کہ تو ہے ظالم
اگلے زمانی مین بہی کیا یار ایسے ہی تہے

ہو جاسے کیون نہ دوزخ باغ زمانہ ہمپہ
ہم بد حقیقتونکی کردار ایسے ہی تہے

دیوار سے ٹپک سر مین جو موا تو بولا
کچہہ اس ستمزدہ کی آثار ایسے ہی تہے

اک حرف کا بہی اون کو دفتر ہی کر دکہانا
کیا کہیے میر جی کی بستار ایسے ہی تہے

کبہو میر اوس طرف آکر جو چہاتی کوٹ جاتا ہے
خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے

خرابی دلکی کیا اب وہ درد و غم سی پوچہو تم
وہی حالت ہے جیسے شہر لشکر لوٹ جاتا ہے

شکست اوس سنگ آئی بیخودی عشق پہ جی پر
نشے مین مست ہے جیسے کہ شیشہ پہوٹ جاتا ہے

نہ یون ہے وی کہ اوٹھہ جاؤن گیا ہے افسوس کچہ جاتا ہے
جب ایسا طایر خوش لہجہ بیکس کہر چہوٹ جاتا ہے

نہین کچہہ عقل مین آتا کہ دیوانا سا میر ادہر
کبہو آتا جو ہے کیدہر کو مارے روٹ جاتا ہے

٢٥٥

کیا ہی

وہ گئی تھی جبا کر ابھی تو اس گلی مین سے پکار
چپکے چپکے میر جی تم اوٹھ کی عھر کیدہر چلے

غیرت سے دیکھ حسن جا بیان کو گھر بنی ہی
پردے مین چشم ڈہکنے دیوار گرد بنی ہے

ہین دل گداز جنکی کچہ جنیز یال ویسے ہین
ہوتی ہین ملتفت تو پہر خاک رہ بنی ہے

شب جوش غم سے جسد م لگتا ہی دل تپنے
ہر زخم سینہ اس دم یک چشم تر بنی ہے

یان ہر گھڑی ہمارے صورت بگڑتی ہیگی
چہرہ ہے و ہان تو لکا رو وہ پہر بنی ہے

ہکدر کے صاف طینت نکلی ہی ورنہ یہ تو
پانی کہرہ جو ہووے تو پہر گہر بنی ہے

ہے شعبدہ کی فن مین کیا دست سنگشو تکو
زاہد او نہون مین جاکر آو مسی خر بنی ہے

نکلے ہی صبح ہی یان صندل ملی جبین کو
عالم مین کام کسکا بی درد سر بنی ہے

ہمارے کہو نکی ای دل ہو جانگی تلاتے
صحبت ہماری ا و سکی ٹک ہی اگر بنی ہے

ہر یک سے ڈہب جدا ہی سار زمانہ کا
بنتے ہی حسن کسو کی یک طور پر بنی ہے

برسون لگی رہی ہین جب مہر و مہ کی آنکھیں
تب کوئی ہم سا صاحب صاحب نظر بنی ہے

یاران دیر و کعبہ دونو بلا رہے ہین
اب دیکھیں میر اپنا جانا کدہر بنی ہے

یک عمر دیدہ ہاے ستمدیدہ تر رہے
آخر کو بہوش بہوش بہی تہر گر رہے

ہین پاؤن اسکی نازک گل برگ سی بچا ہے
یون خاک منہ پہ مل کر کبتک پڑا کرون مین
اے کاش قصہ میرا ہر فرد کو سنا وے
ترک بتان کا مجسے لینے مین قبول تو مین
عاشق کو مر گئی ہی بنتی ہے عاشقی مین

عاشق جو رہگذر مین آنکھین چھپا وے
یارب زمین پھٹے تو یہ رو سیہ سما وے
تا دل کسو سے اپنا کوئی نہ یہان لگا وے
کیا ان سے ہاتھ اوٹھاؤن گو سر مرا بجا وے
کیا جان جسکی خاطر شرمندگی اوٹھا وے

جی مین بگڑ رہا ہے تب میر چپ ہے بیٹھا
چھیڑو ابھی تو کیا کیا باتین بنا کے لا وے

تجھ بن کئے بیٹھے گھٹا جاتا ہے سب جی
یون تو مردی سے پڑے رہتے ہین ہم
ہاے اسکی شربتی لب سے جدا
اٹھکے اوسکی راہ مین جو ہو سو ہو
کیا کہین ہمتے کہ اوس شعلہ بغیر
عشق آدم مین نہین کچھ چھوڑتا
اوٹھ چلے پر اوسکے غش کر جاتے ہین ہم
آہ نہین پھرتا وہ مرتے وقت سب ہے

کاہشین کیا کیا اوٹھا جاتا ہے جی
پردہ آتا ہے تو آجاتا ہے جی
کچھ بتاسا سا گھلا جاتا ہے جی
یا دبی آتا ہے یا جاتا ہے جی
جی ہمارا کچھ جلا جاتا ہے جی
ہولے ہووے کوئی کہا جاتا ہے جی
لیتے ساتھ اوسکی چلا جاتا ہے جی
حیف ہے اس مین رہا جاتا ہے جی

چوے یہان جسکی پہ آنکھین وہین چپکین | جب پیرہن گل بہی اس خوبی سو چٹ جاوے

ہے میر عجب کوئی درویش برشتہ دل
بات اسکی سنو تم بہی تو بہی پہلسن جاوے

میر وریا ہے سنی شعر زبانی اوسکی
خاطر بادیہ سی دیر مین جاویگی کہین
ایک ہی عہد مین اپنے وہ پراگندہ مزاج
منہ تو پو چہار کا دیکہا ہی ہر بستی سے تمنے
بات کی طرز کو دیکہو تو کوئی جادو تہا
کمر کی تیغ [illegible] کہین اوسکو بہت بہاتی ہی
اوسکا وہ تیز تمہارا یہ غرور خوبی
کچہ پہ لکہا ہی تجہے ہر برگ پر ای رشک بہار
سرگذشت اپنی کس اندوہ سی سب کہتا تہا
مرثیئے دل کی کئی کہکے دئے لوگون کو
میان سے نکلے ہی پڑتی تہی تمہاری تلوار
آبلی کی سی طرح ٹہیس لگی پہوٹ بہی

اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اوسکے
خاک مانند بگولی کی اڑانی اوسکے
لہنی آنکہو مین نہ آیا کوئی ثانی اوسکے
اسی انداز سے تہی اشک فشانی اوسکے
پہر ملی خاک مین کیا سحر بیانی اوسکے
وہ نظر پاون پہ وہ بات روانی اوسکے
منتین اوسنے بہت کین پہ نمانی اوسکے
رقعہ وارین ہین سب اوراق خزانی اوسکے
سوگئے تم نہ سنے آہ کہانی اوسکے
شہر دلی مین ہی سب پاس نشانی اوسکے
کیا عوض چاہ کا تہا خصمئے جانی اوسکے
درد مندی مین گئے ساری جوانی اوسکے

جبسے دیکھا اوسکو ہنستے جی ڈہہا جاتا ہی میر
اس خرابی کی یہ چشم روسیہ پانی ہوئے

جنون کا عبث میرے مذکور ہے
جوانی دوانی ہے مشہور ہے

کہو چشم خونبار کو چشم تم
خدا جانے کب کا یہ ناسور ہے

فلک پر جو مہ ہے تو روشن ہے یہہ
کہ منہ سے تیری نسبت دور ہے

گدا شاہ دونو ہین دل باختہ
عجب عشق بازی کا دستور ہے

قیامت ہی ہوگا جو رفع حجاب
نہ بے مصلحت یار مستور ہے

ہم اب ناتوانون کو مرنا ہے صرف
نہین وہ کہ جینا بہے منظور ہے

ستم مین ہمارے قسم ہے تمہین
کرو صرف جتنا کہ مقدور ہے

نیاز اپنا جس مرتبے مین ہے یان
اسی مرتبے مین وہ مغرور ہے

ہوا حال سب سے کا گو کچہ خراب
خدائے ابہی اسکے معمور ہے

گیا شاید اوس تیغ رو کا خیال
کہ اب میر کے منہ پہ کچہ نور ہے

آج کچہ بیحجاب ہے وہ بہی
کیا ہے مست شراب ہی وہ بہی

مین ہی جلتا نہین حسد اول سے
دور مجہسے کباب ہے وہ بہی

کیا جانو شبنم تہرسے اودہر دل پہ کیا ہوا
کسکو خبر ہے میر سمندر کی پار کے

جب نسیم سحر ادہر جاہے / ایک سناٹا گذر جاہے

کیا اس آئینہ رو سے کہیے اسے / وہ زبان کیسے بہر مکر جاہے

جب سے سمجھا کہ ہم چلاؤ ہین / حال پہ سے ٹک آکے کر جاہے

وہ کہلے بال سو وی ہے شاید / رات کو جی مرا بکہر جاہے

دور اگرچہ گیا ہون مین جی سے / کب وطن میرے یہہ خبر جاہے

وہ اگر جیت چڑہا رہا ایسا / آج کل جی سے مہ اتر جاہے

جے نہین میر مین نہو تو تند
بات کہتے لبے وہ مر جاہے

دزدیدہ نگہہ کرنا پہر آنکہہ ملانا ہی / اس لوٹتے دامن کو پاس آن کی اٹہانا ہے

پامالے عاشق کو منظور رکہی جانا / پہر چال کڈہب چلنا ٹہوکر نہ لگانا ہی

برقع کو اٹہا دینا پر آدہی ہی چہرہ سے / کیا منہ کو چہپانا ہی کچہہ جہلکے دکہانا ہی

دکہہ آنکہیں مری نیچا کرنا تہہری / ظاہر مین ستانا ہی پر دکہین جتانا ہی

صحبت ہے یہ جیسی ہوای جا لگی آسایش / ساتہہ آن کی سونا ہی پہر منہ کو چہپانا ہے

۲۶۲

اس تنگنائے دہر میں تنگی نفس کی کی
جوں صبح اکدم ہی رہے ہم جو رہے ہے

اک قافلے سے گرد ہماری نہ تک اوٹھے
حیرت ہے میر اپنے تئیں ہم کہاں رہے

کیا حال بیان کریے عجب طرح پڑی ہے
وہ طبع تو نازک ہے کہانی یہ بڑی ہے

کیا فکر کروں میں کہ ٹلی آگے سے گردون
یہ گاڑی مری راہ میں بیڈول اڑی ہے

ہے چشمک انجم طرف اس مہ کی اشارا
دیکھو تو مری آنکھ کہاں جا کے لڑی ہے

کیا اپنی شہر ریزی کہیں پلکوں کی صف کے
ہم جانتے ہیں ہم پہ جو یہ بارِ جھڑی ہے

وے دن گئے جو پھروں لگی رہتی تھیں آنکھیں
اب یاں ہمیں مہلت کوئی پل کوئی گھڑی ہے

ایسا نہوا ہوگا کوئی واقعہ آگے
اک خواہش دل ساتھ مرے جیتے گڑی ہے

کیا نقش میں مجنوں کی ہے رفتگی عشق
لیلے کی بھی تصویر تو حیران کھڑی ہے

جاتی ہیں چلے متصل آنسو جو ہماری
ہر تار نگہ آنکھوں میں موتی کی لڑی ہے

کھینچتا ہے نہیں ہمسے قد خم شدہ ہرگز
یہ سست کمان تھا پہ اب کتنی کڑی ہے

گل کھائے ہیں افراط سے میں عشق میں اسکے
اب ہاتھ مرا دیکھو تو پھولوں کی چھڑی ہے

وہ زلف نہیں منعکس دیدۂ تر میر
اس بحر میں اشعار سے زنجیر پڑی ہے

ٹھہرہا ئیں تجھے میری ناہین فکر نہ
رقیبوں سے سر جوڑ بیٹھو ہو کیوں کر
پھر اس سال سے بہول سو نگما نہ ہین نے
مدا وا نکرنا تہا مشفق ہمارا
کٹرنا کسو کو کھپا یا کسو کو
وہ کسر اکہ ہے شور جسکا جہانین

رہی وہ سوم تہہر ونہین اس گفتگو نے
ہمین تو نہین دیتے ٹک پاؤں چہونے
دوانا کیا تہا مجہے تیری بو نے
جراحت نہ بہر کے لگے دکہنے دو نے
ہرائی ہی کے سب ہے اوس جمع پرونے
پڑین ہینگے اسکے محل آج سو نے

تری چال ٹیڑہی تری بات روکہے
تجہے میر سمجہا ہے یان کم کسو نے

پڑہہ بازی سے چرخ گردان کے
جی گیا اوسکے تیر کے ہمراہ
ہین یہ مژگان و ابروی خنجر و تیغ
پہوڑ ڈالینگے سر ہی اوس پر پر
سیر دامن سے گفتگو کرئیے
اور بہت شوخکی ہی طینت مین
آدمی سے ملک کو کیا نسبت

سر ہمارا ہی گوے میدان کے
تہے تواضع ضرور مہمان کے
ترچھی پلکین ترے بہوین بانکے
منت اوٹہتے نہین ہے دربان کے
بات بگڑی لب گریبان کے
دشمنی میرے دین و ایمان کے
شان ارفع ہے میر انسان کے

٢٦٤

ہوئے ہے شکستگی دل سے کے — کیا عمارت غمون نے ڈہائی ہے
ہے تقنع کہ لعل ہین وے لب — یعنے ایکبات سے بنائی ہے
ورسے نزدیک اور اتنا دور — کسے اوسکو کچہہ آشنائی ہے
بیستون کیا ہے کوہکن کیسا — عشق کی زور آزمائی ہے
جس مرض مین کہ جان جاتی ہے — دلبرون ہی کی وہ جدائی ہے
یان ہوئے خاک سے برابر ہم — وہان وہے نازہ خودنمائی ہے
ایسا موتی ہے زندہ جاوید — رفتۂ یار تھا جب آئی ہے

مرگ مجنون سے عقل گم ہے میر
کیا دوانے نے موت پائی ہے

سیر کی ہمنے ہر کہیں پیارے — پہر جو دیکہا تو کچہہ نہین پیارے
خشک سال وفا مین ایک مدت — پلکین لوہو مین تر رہین پیارے
یک نظر دیکہنے کی حسرت مین — آنکہین تو پانی ہو بہین پیارے
پہنچے ہے ضعف سی یہ اب حالت — جہان پہنچا رہا وہین پیارے

تجہہ گلے مین رہے ہے میر مگر
دیکہین مین جب نہ تب نہین پیارے

کب ہی میر ملک داروں سے
وہ گدائی شہ ولایت ہے

مطرب سے غزل میر کی کل ہمنے پڑہائی
اس مطلع جانسوز نے آ او سکے لبون پر
خاطر کی علاقے کی سبب جان کہپائی
گو اوس رخ مہتابی سے وان چاندنی چہٹکی
ہر بحر میں اشعار سے کہے عمر کو کہویا
بہتیرے ہلین اوس آبروی خوار کی ہلتے
دل اور جگر جل کی مری دو نون ہوی خاک
قاصد کی تصنع نے کیا دل کی تئین داغ
ہنچکی ہی مری آنکہہ لب لعل بتان سے
مین دیر پہونچ کی نہ کیا قصد حرم پہر
فریاد نہین رنگون ہے گلنار مین ہر صبح
مجلس مین مری ہوتی رہا کرتی ہو جیسے
گردش مین جبین میر مہ و مہر و ستارے

اللہ ری اثر شب کے تہئین رفتگی آئی
کیا کہیے کہ کیا صوفیون کی چہاتی جلائی
اس دل کی در گہر کی ہے عجب کوفت اٹہائی
یان رنگ شکستہ سے بہی چہٹتی ہے ہوائی
اس گوہر نایاب کی کچہ بات نپائی
لاکہون میں ادس اوباش نے تلوار چلائی
کیا پوچہتے ہو عشق نے کیا آگ لگائی
بیتاب مجہے دیکہہ کی کچہ بات بنائی
اس کی تئین جانتی ہے ساری خدائی
اپنی سے جرس نے کی بہت ہرزہ درائی
بلبل نے مری طرز سخن صاف اوڑائی
یہ بات مری ضد سے تمہین کسنے بتائی
دن رات ہمین رہتی ہے یہ چشم نمائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان سوم

مہربانی نے مرے حق میں یہ احسان کیا
خاک ناچیز تھا میں سو مجھے انسان کیا

اوس سے دل کی خرابی ہوئی اے عشق دریغ
تو نے کس خانۂ مطبوع کو ویران کیا

ضبط تھا جب تئیں چاہت نہ ہوئی تھی ظاہر
اشک نے بہ کے مرے چہرے پہ طوفان کیا

انتہا شوق کی دل کی جو صبا سے پوچھے
اک کف خاک کو لی اُن نے پریشان کیا

مجھکو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

دین و دل کا غم کو آسان ناتوان سے لے گیا
یا محبت کہکے یہ بار گران میں لے گیا

دل اگر کہتا ہون تو کہتا ہی وہ یہ دل ہی کیا
ایسی نادان دلربا کی دلبری کا حاصل ہی کیا

جاننا باطل کسو کو یہ قصور فہم ہے
حق اگر سمجھی تو سب کچھ حق ہی یان باطل ہی کیا

یان کوئی دن ہی اقامت تو قصد آگی کا کر
کاروان گاہ جہان بر قتنی منزل ہی کیا

تک رہی ہین اوسکی سو ہم تک رہی ہین ایک ہی
دیدۂ حیران ہمارا دیدۂ بسمل ہی کیا

وہ حقیقت ایک ہی سارے نہین ہے سب نمود
آب سا ہر رنگ مین یہ اور کچھ شامل ہی کیا

جوش سا میری دل مین ایسا ہی کہ ہو نہین ہم تجکو خود
وہ کشندہ یہ نہین کہتا ہی کہ تو گھایل ہی کیا

کہتے ہین ظاہر ہی ایک ہی لیلی ہفت اقلیم مین
اس عبارت کا نہین معلوم کچھ مجمل ہی کیا

ہمتو سو سو بار مرتے ہین ایک ایک آن مین
عشق مین اوسکی گذرنا جان سی مشکل ہی کیا

شاخ پر گل یا نہال اوس کی جھکی جاتی ہین سب
قامت دلکش کا اسکی سرو ہی مائل ہی کیا

مرثیہ میری بھی دل کا رقت آور ہے بلا
محتشم کو میر مین کیا جانون او مقبل ہی کیا

ان دلبرون سے رابطہ کرنا ہے کام کیا
کر ایک سلام پوچھا صاحب کا نام کیا

حیرت ہی کھولین چشم تماشا کہان کہان
حسن و جمال ایسا ہی اسکا خرام کیا

کی اک نگاہ گرم جہان انسے مل گئے
عاشق کو دلبرون سے سلام و پیام کیا

شکر خدا کہ سر نہ فرو لائے ہم کہین
کیا جانین سجدہ کہتے ہین کسکو سلام کیا

[illegible]

اعجاز منہ تکی ہی تری لب کے کام کا
کیا ذکر یان مسیح علیہ السلام کا

رقعہ نہین جو آوے ہے سو تیرے ہند کا
کیا دیجئے جواب اجل کی پیام کا

کچھ سیدہ سمجھا لتی ہے رکھی ان نی بگڑی ہے پہر
ممنون مین نہین ہون جواب سلام کا

منہ دیکھو بدر کا کہ تری روشنی ارے
تو یون ہی نام لی ہے کسو نا تمام کا

نوبت ہے اپنی جب سے بھی کوچ کا ہے شور
بجا سنا نہین ہے کبھو یان مقام کا

کنج لب اوسکا دیکھکر خاموش رہ گئے
یعنی کہ تہا مقام یہ ختم اکلام کا

اوس رو و ہوکی محو کو کیا روزگار سی
جلوہ ہی کچھ جدا ہی مری صبح و شام کا

صاحب ہو مار ڈالو مجھے تم وگرنہ کچھ
جز عاشقی گناہ نہین ہی غلام کا

کب اقتدا ہو مجھسے کسو کی سوائی میر
بندہ ہون دل سے مین لی سی سید امام کا

[illegible]

ہو نشان کیون نہ تیر خوبان کا
مجھ پہ تو واہوا ہے طوفان کا

ہاتھ زنجیر ہو جنون مین رہا
اپنی زنجیرہ گریبان کا

چپکے دیکھو جھکتے وہ لب سرخ
ذکر یان کیا ہی لعل و مرجان کا

ایک رہزن ہے اوسکے کافر زلف
غم ہی رہتا ہے دین و ایمان کا

عمر آوارگی مین سب گذری
کچھ ٹھکانا نہین دل و جان کا

[illegible]

جو تیر چلا اوسکا سو میری طرف آیا — اس عشق کی میدان مین مین ہی تو نشانا تھا

جب تو نے نظر پھیری تب جان گئی اسکی — مرنا ترے عاشق کا مرنا کہ بہانا تھا

کب اور غزل کہتا مین اس زمین مین لیکن — پردے مین مجھے اپنا احوال سنانا تھا

کہتا تھا کسو سے کچھ تکتا تھا کسو کا منہ

کل میر کھڑا تھا یان سچ ہے کہ دوانا تھا

سہل ایسا تھا آخر جی سے مرا جانا تھا — ٹک رنجہ قدم کر کر مجھ تک اسے آنا تھا

کیا مو کی پریشانی کیا پردے مین نہانی — منہ یار کو ہر صورت عاشق سے چھپانا تھا

لذت سے نہ تھا خالی جانا تہ تیغ اسکے — اے صید حرم تجھکو اک زخم تو کھانا تھا

کیا صورتین بگڑی ہین شتاقونکی ہجران مین — اس چہرے کو اے خالق ایسا نہ بنانا تھا

مت سہل ہمین سمجھو پھرتی تھی ہم تب ہم — برسون تئین گردون نے جب خاک کو چھانا تھا

کیا ظلم کیا بیجا مارا جیون سے ان نے — کچھ چھوڑ بہی تھی اسکی کچھ اسکا ٹھکانا تھا

اے شور قیامت اب وعدے سے قیامت ہے — خوابیدہ مرے خون کو ظالم نہ جگانا تھا

ہو باغ و بہار آیا گل پھول کہین پایا — جلوہ اسے یان اپنا صد رنگ دکھانا تھا

سکتے نہ تھے ہم وان سے پھر آ چکے جیتے تم

میر اس گلی مین تمکو زنہار نہ جانا تھا

عاشقوں کی پائمالی میں اسے اصرار ہے
یعنی وہ محشر خرام اب پاؤں پھیلانے لگا

چشمک اس مہ کی سی دلکش پر یہیں آئی نہیں
گو ستارہ صبح کا بھی آنکھ جھمکانے لگا

کیونکر اس آئینہ رو سے میر ملئے بیحجاب
وہ تو اپنے عکس سے بھی دیکھو غیرانے لگا

ضبط کرتی کرتی اب جو لب کو میں نے وا کیا
سو بھی رہتا ہوں یہ کہتا ہائے دل نے کیا کیا

آنکھ پڑتی تھی تمہارے منہ پہ جب تک چین تھا
کیا کیا تم نے کہ مجھ بیتاب سے پردہ کیا

گور ہی اوسکو جھنکائی عشق جسکی ہاں ہوئی
اس طبیب بدشگون نے کسکے تئیں اچھا کیا

دیکھ خط لی مجھکو رستے بند ہوجاتی ہیں اب
عشق نے کیا کوچہ و بازار میں رسوا کیا

لوگ دل دیتے سنے تھے میر دے گزرا ہے جی
ایک اپنے طور پر ان نے بھی اک سودا کیا

سینہ کوبی سے طپش سے غم ہوا
دل کے جانے کا برا ماتم ہوا

آنکھیں دوڑیں خلق جا اودھر گری
اوٹھ گیا پردہ کہاں او دہم ہوا

کیا لکھوں رو یا جو لکھتے جوں قلم
سب مرے نامے کا کاغذ نم ہوا

ہم جو اس بن خوار ہیں حد سے زیاد
یاریاں تک آن کر کیا گم ہوا

آگیا یوں ہی خرامان وہ تو پھر
حشر کا ہنگامہ بھی برہم ہوا

مین گلستان مین آکی عبث آشیان کیا
بلبل نی بھی نہ طور گلون کا بیان کیا

پھر اسکی ابروان کا خم و تاب ہی وہی
تلوار کے تلے بھی مرا امتحان کیا

دون کسکو دوس دشمن جانی تھی دوستی
اس سو دینے مین صریح مین نقصان جان کیا

گالی ہی حرف یار قلم نی قضا کی ہائے
صورت نکالی خوب دلی بد زبان کیا

اس جنس خوش کی بیچ کہیا مین جو آکیا
مین نی کسو کا کیا اکیلا اپنا زبان کیا

لڑکے جہانا باد کی یک شہر کرتے ناز
آجاتے ہین بغل مین اشارا جہان کیا

مین منتظر جواب کا نامے کے مر گیا
ناچار میر جان کو اودہر روان کیا

وفا تھی مہر تھی اخلاص تھا تلطف تھا
کبھو مزاج مین اسکے ہمین تصرف تھا

جو خوب دیکھو تو ساری وہی حقیقت ہے
چھپا نا چہرے کا عشاق سے تکلف تھا

امیر عشق نہین باد خواہ خون رکھتے
ہمارے قتل مین اوسکو عبث توقف تھا

نہ پوچھو خوب ہی بد عہد یونکی مشتاق وسکو
ہزار عہد کئے پر وہی تکلف تھا

جہان مین میر سے کاہیکو ہوتی ہین پیدا
سنا یہ واقعہ جن نی اوسے تاسف تھا

جنون مین ساتھ تھا کل لڑکونکا لشکر جہانگیر تھا
چلی آتی تھی جا بجا روان ورسے تہہ جہانمین تھا

میر کو کتنے دنون سے رہتی تھی بیطاقتی
رات دل تڑپا بہت شاید کہ مر کر رہ گیا

مجھ زار نے کیا گرمی بازار سے پایا
کبریت نمط جن نے لیا مجھکو جلایا

بیتاب تہ تیغ ستم دیر رہا مین
جب تک نہ گئی جان مجھے صبر نہ آیا

جانا فلک دون نے کہ سر سبز ہوا مین
گر خاک سے سبزہ کوئی پژمردہ اگایا

اس رخ نے بہت صورتین گل کو لگائین
اس قد نے قیامت کا سا ہنگامہ اوٹھایا

ست راہ سخن دے کہ پھر آبھی تو کہے گا
کیون مین نے محبت کی عبث منھ کو ملایا

ہر چند کہ تھی جھڑکی کی جاے ترے لب
پر گالیان اتنی دین انھون کچھ نہ چھپایا

گردش مین رہا کرتی ہین ہم دیدہ مین انکے
آنکھون نے تیری خوب سما ہمکو دکھایا

کس روز یہ اندوہ جگر سوز تہا آگے
کب شب لب یارب تھی مری یون نہین خدایا

ان جی کی الجھنی کی ہے جھگڑے مین کٹتی ہے
رات اسکی خیالات سے رہتی ہین قضایا

کیا کبھی دماغ اسکا کہ گلگشت مین گل میر
گل شاخون سے جھک آئے تھے پر منہ نہ لگایا

جب گل کبھی ہے آئینہ تئین یار کی رو سا
تب آنکھون تلے میرے اترتا ہے لہو سا

تحقیق کرون کس سے حقیقت کے نشے کو
خضر اب سے کہتا ہے آتش کبھی موسا

دیر میں جو میں گدا یا نہ گیا اور ہر کہا
کیا کہیں حسرت لیے جیسے جہان سے کوئی جائے

شاہ جی کہتی کہ ہر سے آپ کا آنا ہوا
یار کی کوچے سے اپنا اسطرح جانا ہوا

میر تیران جو رکیشوں کے جو کہائی بیشمار
چہاتی اب جہیلتی ہی میری ہی جگر چہانا ہوا

کیا کہی حال کہیں دل زدہ جا کر اپنا
دل غم اپنا ہی محبت میں نہ دلبر اپنا

دوری یار میں ہی حال دل ابتر اپنا
ہمکو سو کوس سے آتا ہی نظر گہر اپنا

یک گھڑی صاف نہیں ہم سے ہوا یار کبھی
دل ہی جون شیشہ ساعت کے مکدر اپنا

ہر طرف آئینہ داری میں ہی اسکی رو کی
شوق سے دیکہی منہ ہووی ہی کہیں بر اپنا

لب بلب رکھہ کی اس گلکی کبھو ہم سوئے
نہ بساط خسک و خار ہی بستر اپنا

کسطرح حرف ہوا صبح کا موثر ہم میں
سختیان کہینچتی ہی دل ہوا تیہر اپنا

کیسی سوائی ہوئی عشق میں کیا نقل کرین
شہر و قصبات میں ہر کو رہی گہر اپنا

ادس گل ترکی قبا کی کہیں کھولی تھی بند
رنگون گلبرگ کی ناخن ہی معطر اپنا

تجھسے ہی رحم کی لگ لگنی ندسے تیے ہرگز
زور چلتا کچھ اگر جاہ میں دل پر اپنا

بیش کچھ آؤ نہیں ہم تو میں ہر صورت سے
مثل آئینہ نہیں چھوڑتی ہم گہر اپنا

دل بہت کہینچتی ہی یار کی کوچے کی زمین
لوہو اس خاک پہ گرنا ہی مقرر اپنا

نہ کہا کچھ نہ آ پھرا نہ بلا | کیا جواب ان پھرے سوالوں کا

دم نہ لے اسکی زلفوں کا مارا
ہیر کاٹا جیسے نہ کالوں کا

احوال نپوچھو کچھ ہم ظلم رسیدوں کا
دیوانگی عاشق کی تھوڑی نہ لباسی ہے
عاشق ہو دل اپنا تو گلگشت گلستان مین
ناچار گئے مارے میدان محبت مین
ہے گھر کنج سے ہوتی ہے ہمین وحشت
کیا کیا نہ گیا اوس بن صبر اور دماغ و دل

کیا حال محبت کے آزار کشیدوں کا
صد پارہ جگر سبھی ہے ہم جامہ دریدون کا
جدول کے کنارے کی نوبادہ دمیدون کا
پایا نہ گیا چارہ کچھ اوسکی شہیدون کا
کیا طور ہے ہم اپنے سائے سے رمیدون کا
رونق گئی بستر کی سے پھر نور بھی دیدون کا

کرتی ہین بس اب رسائی دل شادگی تنگ کر
سو پھر وہ ملنا بھی اب ترک ہے عیدون کا

سطح جو ہاتھون مین تھا اسکے رخ گلفام کا
کچھ نہین عنقا صفت پر شہرۂ آفاق ہون
ہجر کی راتین بڑی چھوٹی جو تکتے ہو تین ہین
روئے ہون یا زلف مین اسکی تو پھر روتا ہون

ہاتھ ملنا کام ہے اب عاشق بدنام کا
سیر کے قابل ہے ہونا ہین میرے نام کا
اسمین کچھ نقصان ہوتا تھا اگر ایام کا
صبح تک جاتا نہین ہے منہہ آیا شام کا

۲۷۷

بی سبب آتا نہیں اب دمبدم عاشق کو غش
درد کھینچا ہے نہایت رنج اوٹھایا ہے بہت

وادی و کہسار مین روتا ہون ڈاڑہین مار مار
دلبران شہر نی مجھکو ستایا ہے بہت

وا نہیں ہونا کسے سے دل گرفتہ عشق کا
ظاہرا غمگین اسے رہنا خوش آیا ہے بہت

میر گم گشتہ کا ملنا اتفاقی امر ہے
جب کبھو پایا ہے خواہشمند پایا ہے بہت

عجب نہیں ہے نجانے جو میر چاہ کی ریت
سنا نہیں ہے مگر یہ کہ جوگی کسکی میت

مت ان نمازیونکو خانہ ساز دین جانو
کہ ایک اینٹ کے خاطر یہ ڈھاتی ہین کے بیت

غم زمانہ سے فارغ ہین مایہ باختگان
قمار خانۂ آفاق مین ہے ہارے جیت

ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے
ہماری عندیٔ مین تو ہے وہ خبیث پلیت

کسو کی بستر سنجاب و قصر سے کیا کام
ہماری گور کی ہی ڈھیر مین مکان ہے بیت

ہوئی ہین سوکہ کے عاشق لہو رکھے ستی لگ
رقیب دیکھو تو گاتی ہین بیٹھے اوری میت

شفق سے ہین در و دیوار زرد شام و سحر
ہوا ہے لکھنؤ اس رہگذر مین پیلی بیت

کہا تہا ہمنے بہت بولنا نہیں ہے خوب
ہماری یار کو سواب ہمین سی بات پہ چیت

ملی تہی میر سے ہم کل کنار دریا پر
فتیلہ مودہ جگر سوختہ ہے جیسے اتیت

منه دکہاتی ہے آرسی ہر صبح
خوب ہے چہرۂ پری لیکن +

تو ہی اپنی تو ٹک دکہا صورت
آگے اسکے ہی کیا بلا صورت

قطعہ

کب تلک کوئی جیسے صورت نا
ایک دن تو یہ کہ کہ ملنے سے

آشنے پیارے بنا ہنا صورت
تو ہی تیرے لئے کوئی لا صورت

حلقے آنکہونمین پڑ گئے منه زرد +
ہو گئی میر تیری کیا صورت

وصل دلبر نہ ٹک ہوا قسمت
ایک بوسی پہ ہی نہ صلح ہوئے
شیخ جنت تجہے مجہے دیدار
پہول چن ہاتہونسے سبہونکو دئے

مر چلے ہجر مین ہی یا قسمت
ہمنے دیکہی بہت لکہا قسمت
وان ہی ہر ایک کی ہے جدا قسمت
زخم تیغ اوسنے اپنی تہا قسمت

کیا ازل مین ملا نہ لوگون کو +
تہی ہماری ہی میر کیا قسمت

زخم جہیلے داغ ہی کہائی بہت
جب تب جاگہہ سے تم جا پاسے گئے

دل لگا کر ہمتو پچہتا ئی بہت +
ہم تو اپنی اور سے آئے بہت

٢٨١

ردیف جیم ❊

ٹلیو نکو تو نی جٹ پٹ امی باغبان چن توڑا	بلبل کے دل جگر کو ظالم لگی ہی کیا چپٹ
جی ہی جی نہ میرا تو اسکو کیا کرو نین	ہر چند بیٹہتا ہون مجلس مین او وسی ہٹ
دیتی ہو طول بلبل کیا نالہ و فغان کو	دل لگی اولجہنے سے ہے یہ عاشقو نکی جہپٹ
مر دی نہ تہو ہم ایسے دریا پہ چب تہا یکبہ	اس گہاٹ گاہ و بیگاہ سہنی لگا تہا جمگہٹ
رک رک کے دل ہمارا بیتاب کیون ہووگا	کثرت سے درد و غم کی رہتا ہی اسپہ جہرمٹ

شب میر سے ملے ہم اک وہم رہ گیا ہے
اسکے خیال سومین اتہو گیا بہت لٹ ❊

خدا جانے ہووی گی کیا نہایت	اجل تو ہے دل لگی مرضکی ہدایت
سخن عشق آغشتہ خون ہے ولیکن	نہین لب پر گی آشنائی شکایت
نہین یہ گنہگار ملنے کے قابل	کرم کریئے تو مہربانی عنایت
گیا آسمان پہ جو نالہ تو کیا ہے	نہین یار کی دلمین کرتا سرایت

ہمین عشق مین میر چپ لگ گئی ہے
نہ شکر شکایت نہ حرف و حکایت

ردیف ثای

تری جستجو یار کی ہے عبث	یہ کوشش گنہگار کی ہے عبث

مبارک تمہین میر ہو عشق کرنا
بہت ہم تو کھنچا ہو دل کو لگا کر

صاف غلطان خون مین ہے نخچیر یار
لگ گیا رنگ اسکے دل سے تیر یار

کوتہی کے میرے طواع عمر گئے
جور مین تو کچھ نہتے تقصیر یار

اکثرون کے پانون مین بیڑی ہوئی
ہاتھ مین سونیکی وہ زنجیر یار

ہے کشیدہ جیسے تیغ آفتاب
میان مین رہتی نہین شمشیر یار

میر ہم تو ناز ہے کھینچا کیے
کیون سے کوئی کھینچے ہو تصویر یار

مذہب سے میرے کیا تجھے میرا دیار اور
مین اور یار اور مرا کاربار اور

جاتا ہے کام مرگ کا خوب اسکو دور مین
ہوتا ہے گرد شہر کے ویرانی مزار اور

سندری کو ان فقیرون نہین گینے نہ شہر کے
صاحب نے میرے مجھکو دیا اعتبار اور

دلکو تو لاگ ہی ہے تکون براہ کب تلک
اس پر ہے یک عذاب شدید انتظار اور

بسمل پسند کیسے تیر پناہ دیکھنا
ہے میری صید پیشہ کا طور شکار اور

مین اسکی کہ دورہ کار ہا منتظر بہت
سو انکھین جو نون لاتین میری کے غبار اور

درد سر اب جو عشق کا ہے گور تک ساتھ ہے
کچھ نشا ہی اور ہے اسکا خمار اور

کاہیکو اس قرار سے تہا اضطراب و قلق
ہوتا ہے ہاتھ رکھنے سے دل بیقرار اور

سر کا گہر ہم اسکے قدم کے تلے رکھا	ٹیڑہی ہی اوسکی طرف کلاہ اسطرف ہنوز
مدت سی مثل شب ہے مرا تیرہ روزگار	آتا نہین وہ غیرت ماہ اسطرف ہنوز
پتھرا گئین ہین آنکھین مری نقش پا کے طور	پڑتی نہین ہے یار کی راہ اسطرف ہنوز
جسکی جہت سے مرنیکے نزدیک پہنچے ہم	پہرتا نہین وہ آنکہ واہ اسطرف ہنوز
آنکھین ہماری مند چلین ہین جسکے بغیر یان	وہ دیکھتا ہی تک نہین آ اسطرف ہنوز

برسون سے میر ماتم مجنون ہے دشت مین
روتا ہے آکے ابر سیاہ اسطرف ہنوز

ردیف سین

گلا مت توڑ اپنا اے جرس بس	نہین اس راہ مین فریاد رس بس
کبھو دل کی نہ کہنے پائی اسسے	جہان بولے لگا کہنے کہ بس بس
گل و گلزار سے کیا قیدیون کو	ہمین داغ دل و کنج قفس بس
نہ ترسا تو یکایک مار ڈالو	کہو گے کب تلک ہم پر ترس بس
بہت کم دیتے تہے با دل دکہائی	رہے ہم ہی تو روتی اس برس بس
کسو محبوب کے ہو گور پر گل	ہمارے خاک کو ہے خار و خس بس
چمن کے غنچہ مین سینہ داغ ہے میر	بہت نکلی ہماری بھی ہوس بس

ہم نہ سمجھی رابطان نے خطون سی تہا غلط
ہو تی ہین ہر نحو غلط یہ ہو گیا یہ کیا غلط

کتنے ہو کیا کیا لکھا ہے خط مین مجھکو میر نے
کب کہا کتنے یے سب جھوٹہہ افترا بیجا غلط

ردیف ظای معجمہ

جو وہ ہے تو ہے زندگانی سے حظ
نہین وہ تو سب کچہہ یہ بی لطف ہے

مزا عمر کا ہے جوانی سے حظ
نہ کھانے مین لذت نہ پانی سے حظ

کہا درد دل رات کیا میر نے
اٹھایا بہت اس کہانی سے حظ

ردیف عین

آگی جب اس آتشین رخسار کی آتی ہے شمع
پانی پانی شرم مفرط سے ہوتی جاتی ہے شمع

ہے مری ہر اک غزل پہ اجتماع
خانقہ مین کرتے ہین صوفی سماع

وجد مین رکھتا ہے اہل فہم کو
میر سے شعر و شاعری کا استماع

نیم بسمل چھوڑ دنیا رحم کر
اس شکار افگن نگاہی کا اختراع

کچہہ ضرر عاید ہوا میری ہے او
ورنہ اسے سبکو پہنچا انتقاع

یار دشمن ہو گیا اسکے سبب
ہے متاع دوستی ہی کیا متاع

پیش مژگان جو بہے سب ہے تعجب	اسکے زلفوں کے دام ہے موقوف
کہہ کے صاحب کبھو بلانے سے تجھے	سو وقار غلام ہے موقوف
اقتدا میں سب ہیں کسکے ہوئے	اپنے اب ہان امام ہے موقوف

ردیف قاف

کیا حقیقت کہوں کہ کیا ہے عشق	حق شناسوں کا ہان خدا ہے عشق
دل لگا ہو تو جی جہان سے اٹھا	موت کا نام پیار کا ہے عشق
اور تدبیر کو نہیں کچھ دخل	عشق کے درد کی دوا ہے عشق
کیا ڈبایا محیط میں غم کے	سنتے جاتا تھا آشنا ہے عشق
عشق سے جا نہیں کوئی خالی	دل سے لے عرش تک بھرا ہے عشق
کوہ کن کیا پہاڑ کاٹے گا	پردے میں زور آزما ہے عشق
عشق ہے عشق کرنے والوں کو	کیسا کیسا بہم کیا ہے عشق
کو بمقصد کو عشق بن پہنچے	آرزو عشق مدعا ہے عشق

میر مرتا پڑے ہے خوبان پر
عشق مت کر کہ بد بلا ہے عشق

گر باد سینے میں تجکو ہم بایک گرداب شوق	مجنون کو میرے اور سے کیونکر عاشق [illegible]

ردیف کاف اول

ردیف کاف دوم

سکندر ہو کی مالک سات اقلیموں کا آخر کو	گیا دوست ہی خالی یان سے یہ کچھ کر گیا حاصل
بلا قحط مروت ہی کہ ہے محصول غلے پر	کہیں سے چار دانے لاویں جان بیجا حاصل
نہ کھینچے کیونکی نقصان ہم تو قید میں تجھ بن گے	نہ ہووے ہی کوئی نکلی تو اُسی ہووے خدا حاصل
عبارت خوب لکھی شاعری انشا طرازی کی	دلی مطلب ہے گم دیکھیں تو کب ہو مدعا حاصل
بہت مصروف کشت و کار تھی مزرع میں دنیا کے	اٹھا ہمسر سے ہاتھ آخر ہمیں یہ کچھ ہوا حاصل

پھر امت میر سر اپنا گران گوشوں کی مجلس میں
سنے کوئی تو کچھ کہئے بھی ایسے کہنے کا حاصل

ردیف میم

جی کی تئیں چھپاتی نہیں یوں تو غم سے ہم	پر تنگ آ گئی ہیں تمہاری ستم سے ہم
اپنے خیال ہی میں گذرتی ہے اپنی عمر	پر کچھ نہ پوچھو جی نہیں جاتی ہم سے ہم
زانو پہ سر ہے قامت خم گشتہ کی سبب	پیری میں اپنی آن لگی ہیں قدم سے ہم
جوں حلقہ میر حاج کا ہے خوار جا بجا نہ	تنہائی میں جو آئی ہیں چل کر حرم سے ہم
روتے ہی آن دیکھ کی ہم کو کیا نہ رحم	اک چشم داشت رکھتے تھے مژگاں نم سے ہم
بد عہدیاں ہی کرتی گئی اسکو سال ہا	اب کب تسلی ہوتے ہیں قول و قسم سے ہم
زنار سا بندھا ہے گلے اپنے اب تو کفر	بدنام ہو رہے ہیں جہاں میں عشق صنم سے ہم

جو کچھ آوے سالک کے آگے ہی خبر — رکھا ہمنے اب گھر سے باہر قدم

ہمیں سرکشی سر بلندی ہے کیا — رہے ضعف میں ہم تو سر در قدم

کہیں کیا کف پا میں میر آبلے

چلیں ہم سر دن پر مگر دو ہر قدم

میر آج وہ بدمست ہے ہشیار رہو تم — ہے بیخبری اسکو خبر دار رہو تم

جی جاوے کسیکا کہ رہے تم کو قسم ہی — مقدور تلک در پے آزار رہو تم

دو محو جمال اپنے ہے پروا نہیں اسکو — خواہان رہو تم اب کہ طلبگار رہو تم

اس معنے کی اوراک سے حیرت ہے حاصل — آئینہ نمط صورت دیوار رہو تم

یکبار ہوا اور لگے رستے کا وہ باعث — یہ کیا کہ اسی طور پہ ہر بار رہو تم

ہو لطف اسی کا تو کوئی کام کو پہنچے — تسبیح گلے ڈالکے زنار رہو تم

کیا میر بری چال سے جینے کی چلی ہے

بہتیرا ہے اپنے تئیں اب مار رہو تم

اٹک شتاب جاتی ہیں ورنہ جہاں سے ہم — کچھ ہو رہے ہیں غم میں ترے نیم جاں سے ہم

ہر بات کے جواب میں گالی کہاں تلک — اب جان بلب ہوئے ہیں تمہاری زباں سے ہم

وعدہ کرو تو سوچ لو مدت کو دل میں بھی — یہ حال ہے تو دیر رہینگے کہاں سے ہم

نسبت تو ہے دگر ہے گو دور سی ہو نسبت
ہم ہین نوای بلبل ہو گل کی تک بو تم

دیکھ اشک سرخ بولا سے رنگ ورلا ہے
ہین میر منہ پر آنسو یا روتے ہو لہو تم

ردیف نون

ٹھنڈی سانسین بھرین ہین جلتی ہین کیا تاب مین ہین
لگے پہلو سے ہم آتش مین ہین گو آب مین ہین

ساتھ اپنے نہین اسباب مساعد مطلق
ہم بھی کہنے کو تئین عالم اسباب مین ہین

غفلت دل سے ستم گذرین ہین سو کیا کہیے
قافلے چلنے کو تیار ہین ہم خواب مین ہین

عشق کی ہانگے جو سر گشتہ پڑی ہین وے بلا
کشتیان لگے ہین جو گیا انکی کہ گرداب مین ہین

دور کیا اس سے جو بیٹھی ہے اغیار اپنا دور
پاس اس طور کی بھی عشق کی آداب مین ہین

ہے فروغ مہ تابان سے فراغ سے کلے +
دل جلے پہ تو رخ سے تری مہتاب مین ہین

ہم بھی اس شہر مین ان لوگون سے ہین خانہ خراب
میر گھر بار جنہون کی رہ سیلاب مین ہین

کہے تو ہمنشین رنگ تصرف کچھ دکھاؤن مین
الگ بیٹھا خدا بندون کو کہنے سے جاؤن مین

نہین ہوتے ادب اتنا کہ گل سے منہ لگاؤن مین
جگر ہو گھڑی گھڑی گر چمن کی اور جاؤن مین

گیا ہے اضطراب دل دکھا مجکو سبک آخر
کہان تک یار کی کوچے سے جا جا کر پھر آؤن مین

ہے سبک ہونا یہ میر افراط شوق مجلس مین
وہ تو نہین سنتا دل دیکہہ مین ہے باتین بناتا ہون

قتل مین میرے یہ صحبت ہے کہ غم غصہ ہے محبت ہے
لہو پیتا ہون تلوار اپنی اسکی کہاتا ہون

آنکہی میری صحبت کتنی ورود تم دل ایکسا کرگئی
رنجش کیون کا ہیکو خشونت غصہ کیا ہے جتاتا ہون

ماہر رو ... پہر پہرو ملک جاتا ہون نکل
پاس نہین پاتا جو اسکو کہا کیا مین گہبراتا ہون

پیار کی خط کو گلہ مین لا شہرہ مین سبب تشہیر کیا
سامنے ہون جاکے کیونکر ابہی شہرہ مین پاتا ہون

پہلے فریب لطف سے اسکے کچہہ نہوا معلوم مجہے
اب جو چاہے بدلین طرح جین ہٹتا ہون تو پچہتاتا ہون

مجرم اس خاطر تا ہوتا ہون مین غصے ہونے سے شوخی کر
نہ گناہ مین جاکر اوسکی پانون کو ہاتہ لگاتا ہون

دیکہیے ان پلکون کے اکثر میر ہون بیخود تنگ آیا
آپ کو پاتا ہون تو پہری اسوقت نہین مین پاتا ہون

کبہو ملے ہی سو وہ یون کہ پہر ملا نہ کرین
کرے ہے آپہی شکایت کہ ہم گلا نہ کرین

ہوئی یہ چاہ مین مشکل کہ جی گیا ہوتا
نہ رہتے جیتے اگر ہم مسا ہلا نہ کرین

ہمارے حرف پریشان مین لطف رکہتی مین
جنون ہے بحث جو وحشت مین جا بجا نہ کرین

صفائے دل جو ہے تیکے تہ دیکہین مین کیا کیا
ہم ایسے آئینہ کو اپنے کیون جلا نہ کرین

وہاں مین نگہ قیار رہون کہین مہ و مہر
خدا کرے یہ تیرے رخ سے مقابلہ نہ کرین

دل اتبو ہم سے ہے بیزار اگر ہے جیتے
کسو سے ہم بہی لگے پہر معاملا نہ کرین

چلتی ہین یہ تو شکر لگتے ہی میسر و لکو
چالین ہین دلبر و نکی سب سے نرالیان ہین

رفتگان مین جہان کے ہم بہی ہین | ساتہہ اس کاروان کے ہم بہی ہین
شمع ہے سر زدیکیے برباد | کشتہ اپنی زبان کے ہم بہی ہین
ہم کو مجنون کو عشق مین بہت پوچہ | ننگ اس خاندان کے ہم بہی ہین
حسن چمن زار کا ہے تو گل تر | بلبل اس گلستان کے ہم بہی ہین
نہین مجنون سے دل قوی لیکن | یار ناتوان کے ہم بہی ہین
بوسہ مت دے کسو کے در پہ نسیم | خاک اس آستان کے ہم بہی ہین
گو شب اس در سے دور پہرتے ہین | پاس تو پاسبان کے ہم بہی ہین
وجہ بیگانگی نہین معلوم | تم جہانکے ہو وان کے ہم بہی ہین
مر گئے ہین نہین تو نہین | خاک سے منہ کو ڈہانکے ہم بہی ہین
اپنا شیوہ نہین کجی یون تو | یار جی ٹیڑہے بانکے ہم بہی ہین

اس سری کے ہے پارسائی میسر
معتقد اس جوانکے ہم سب ہین

نئی گردش ہے اسکی ہر زمان مین | خلل سا ہے دماغ آسمان مین

دل ودلی دو نو اگرہین خراب
پہ کچہہ لطف اس اجڑی گہر مین ہے ہین

چلو میر کے تو تجسس کے بعد
کہ وے وحشی تو اپنے گہر مین بہے ہین

ہنکر شوق کشتون سے جانی کی باتین
نہین آتین کیا تجھکو آنی کی باتین

سماجت جو کی بوس لب پہ تو بولا
نہین خوب یہ مار کہانی کی باتین

زبانین ہر لتی ہین ہر آن خوبان
یہ سب کچہہ ہین بگڑ ہی مانی کی باتین

نظر جب کرو زیر لب کچہہ کہے ہے
کہو یار سے آستانی کی باتین

سہے جا سے گالی اگر دوستی ہو
پہر ہی ہی بہلے ہین لگانی کی باتین

ہمین دیر و کعبے سے کیا گفتگو ہے
چلی جاتی ہین یہ سیانی کی باتین

بگبر ہی ہی چکے پا رسے ہم تو یارو
کرو دیکہہ اب اس سے بنانی کی باتین

کیا سیر گل ہین نے دیوان مجنون
خوش آئین بہت اس روانی کی باتین

بہت ہرزہ گوئی کی یان میر صاحب
کہ وو ان سے کچہہ منہ دکہانی کی باتین

کیا کہون سودائے اسکی زلف کی تدبیر مین
گل تو تجہہ بیر انکی خاطر بہت کرتا ہی لیک

گل محدود چمن مین ہین مگر زنجیر مین
وا نہین ہوتا ہر نگ غنچۂ تصویر مین

تن ہیں جب تک ہے جان تکلف سے ہے / ہم میں اسمیں ابھی حجاب ہے میاں

گو نہیں میں کسو شمار میں یاں / عاقبت ایک دن حساب ہے میاں

گور مانع و جگر کہاں وہ طلب / یاں عجب ایک انقلاب ہے میاں

زلف بل کہا رہی ہے گو اسکے / دل کو اپنی تو پیچ و تاب ہے میاں

لطف و مہر و وفا وہ کیا جانے / ناز ہے خشم ہے عتاب ہے میاں

لوہو اپنا پیوں ہوں چپکا ہوں / کسکو اس بن سر شراب ہے میاں

چشم وایان کی چشم نسبل ہے / جاگنا یہ نہیں ہے خواب ہے میاں

منہ سے کچھ بولتا نہیں قاصد / شاید اودہر سے اب جواب ہے میاں

دل ہے اپنا نہیں فقط بیچین / جی کو بھی شور اضطراب ہے میاں

چاہیے وہ کہے سو کہہ رکھیں +
ہر سخن میر کا کتاب ہے میاں

گرفتہ دل ہوں سر ارتباط مجھکو نہیں / کسو سے شہر میں کچھ اختلاط مجھکو نہیں

جہان ہو تیغ بکف کوئی ساوہ جا لگتا / اب اپنی جان کا کچھ احتیاط مجھکو نہیں

کرے گا کون قیامت کو ریسمان بازی / دل و دماغ گذار صراط مجھکو نہیں

جسے ہو مرگ سا پیش استحا کیونکر ہو / اس اپنے جینے سے کچھ انبساط مجھکو نہیں

سخن وہ ماننچ یان ہین جمع کس حسن لطافت سے
تفاوت ہی مری مجموعہ و عقد ثریا مین

کوا دیکہا نہ کوئی غار مین نی شوق کی مارے
بعینہ راہ اندہا سا چلا اسکی تمنا مین

بہت تہا شور وحشت مین سیر سوچ کی میری
لکہی تصویر تو زنجیر پہلے کہینچ لی پا مین

جدائی کی تعب کہینچے نہین ہین میر راضی ہون
جلاوین آگ مین یا مجکو پہینکین قعر دریا مین

شہرون ملکون مین جو یہ میر کہاتا ہی میان
دیدنی ہی پہ بہت کم نظر آتا ہی میان

عالم آئینہ ہی جسکا وہ مصور بے مثل
ہای کیا صورتین پردے مین بناتا ہی میان

قسمت اس بزم مین لائی کہ جہان کا ساقی
دیکے مے سبکو ہمین زہر پلاتا ہی میان

ہو کی عاشق تری جان و دل و دین کہو بیٹہی
جیسا کرتا ہی کوئی ویسا ہی پاتا ہی میان

حسن یک چیز ہی ہم ہو وین کہ تو ہو ناصح
ایسی شے سی کوئی بہی ہاتہہ اٹہاتا ہی میان

جہگڑا اس جاذبی کا کوہ گران سنگ کو بہی
جون پرکاہ ارا سی لی جاتا ہی میان

کیا پری خوان ہے جو راتون کو جگاوے ہے میر
شام سے دل و جگر و جان جلاتا ہی میان

جا سے ہے جی نجات کے غم مین
ایسی جنت گئی جہنم مین

نزع مین میری ایکدم ٹہہرو
دم ابہی ہین ہزار اک دم مین

کہنے لگا کہ لب سے ترے لعل خوب ہے
پہونچا نہو گا منزل مقصود کے تئین
سکو خرام ناز سے مت خاک مین ملا
کل کام آوے ہے جو ترے منہ کی نثار کے

اس رنگ ڈھنگ سے تو ہمارا سخن نہین
خاک رہ اسکی جسکا غبیر کفن نہین
دستہ ہے جنکو راہ یہ اُنکا چلن نہین
صحبت رکھی جو جسسے یہ اوسکا دہن نہین

گل جا کے ہمنے میر کی ہان یہ سنا جواب
مدت ہوئی کہ یان تو وہ غربت وطن نہین

ہجر تا چند ہم اب وصل طلب کرتے ہین
روز اک ظلم نیا کرتے ہین یہ دلبر اوس
لاگ ہے جی کے تئین اپنے اسی یار سے یک
تم کبھو میر کو چاہو سو کہ چاہین ہین تمہین
ہون بیجا اس محبوبہ عالم کے لیئے

لگ گیا ڈھب تجھے اسی شوخ سے ڈھب کرتے ہین
روز کہتے ہین ستم ترک ہم اب کرتے ہین
اور سب یارون کا ہم لوگ تو سب کرتے ہین
اور ہم لوگ تو سب اونکا ادب کرتے ہین
حال سن سن کے مرا لوگ عجب کرتے ہین

میر سے بحث یہ تھی کہ جو تھی حرف شناس
اب سخن کرتے ہین کوئی تو غضب کرتے ہین

مدت ہوئی کہ کوئی نہ آیا اُدہر سے یان
وہ آپ چلیگی آدہر تو شاید کہ جی رہے

جاتی رہیگی جان اسی رہگذر سے یان
ہوتی نہین تسلی دل اب خبر سے یان

مصرع کوئی کوئی کبھو موزون کرون ہون مین
کس خوش سلیقگی سے جگر خون کرون ہون مین
بات اپنے ڈھب کی کوئی کرے وہ تو کچھ کہون
بیٹھا خموش سامنے ہون ہون کرون ہون مین
اوس بن نظر مین سے کوئی جی تو سرکے
کاہیکو چشم جانب گردون کرون ہون مین
اٹھتا ہے بیدماغ سے ہر چند رات کو
افسانہ کہتے سیکڑون افسون کرون ہون مین

جب نام دل کا کوئی لے بیٹھتا ہے ناگہ ۔۔۔ منہ دیکھ دیکھ ہر گز کا ماتم کیا کریں ہیں

مستوں کی بات کیا ہے جو کوئی اوس پہ جاوے ۔۔۔ ہم گفتگو نشے میں در ہم کیا کریں ہیں

حکم فسانہ سازی پیدا کریں ہیں شب کو ۔۔۔ افسوں ہم اوسکے اوپر جو دم کیا کریں ہیں

کچھ چال میر جی کی آتی نہیں سمجھ میں
ہم بھی سلوک اون سے اب کم کیا کریں ہیں

ردیف واو

قتل کرکے مجھے غصہ کیا ہے لاش مری اٹھوانے دو ۔۔۔ جان سے بھی ہم جاتے رہیں ہیں تم بھی آؤ جانے دو

جان سلامت لیکے جاوے کعبے تو سلام کرے ۔۔۔ ایک جراحت ان ہاتھوں کا صید حرم کو کھانے دو

اوسکی گلی کی خاک سبھوں نے آہن انکو کھینچی ہے ۔۔۔ ایک اگر جی لے بھی گیا تو آتے ہیں جانے دو

کرتے ہو تم نیچی نظریں یہ بھی کوئی مروت ہے ۔۔۔ برسوں سے پھرتے ہیں جدا ہم آنکھ سے آنکھ ملانے دو

کیا کیا اپنے ہو ہو پہنچیگے دم میں مرینگے دم لینے چھینکیگے ۔۔۔ دل جو بغل میں رہ نہیں سکتا اسکو کسو سے لگانے دو

ابکی بہت ہے شور بہاراں ہمکو مت زنجیر کرو ۔۔۔ دل کی ہوس ٹک ہم بھی نکالیں دھومیں ہمکو مچانے دو

عرصہ کتنا سارے جہاں کا وحشت پر جو آ جاویں ۔۔۔ پاؤں تو ہم پھیلاوینگے پر فرصت ہمکو پانے دو

کیا جاتا ہے اسمیں ہمارا چپکے ہم تو بیٹھیں ہیں ۔۔۔ دل جو سمجھنا تھا سو سمجھا ناصح کو سمجھانے دو

ضعف بہت ہے میر نہیں کچھ اونکی گلیوں میں مت جاؤ ۔۔۔ صبر کرو کچھ اور بھی صاحب طاقت جی میں آنے دو

تم بن چمن کے گل نہین چڑہتے نظر کبھو
دریا سی آنکھین بہتی رہا کرتی نہین سو کیان

جی جانی ہی جو اپنی یہ ہوتی ہی بار بار
آنکھین سفید ہو چلی ہین راہ دیکھتے

مدت ہوئی ہی نامہ کبوتر کو لے گئے
ہم جستجو مین ڈہنگی گئی دست و پا بہی گم

یہ کیا روش ہی آؤ چلے ٹک ادہر کبھو
ہوتی ہی کوئی گوے پلک رتبہ تر کبھو

جاتی ہین وس گلی مین کہان ہم مگر کبھو
یادب انہون کا ہوگا ادہر بہی گذر کبھو

آجاتی ہی کچہ اڑتی سی ہم تک خبر کبھو
افسوس ہی کہ آئیے نہ وہ راہ پر کبھو

غمکو تمہارے دلکی نہایت نہین ہے میر
اس قصے کو کروگے بہی تم مختصر کبھو

یہ سرا سونے کی جا کہہ نہین بیدار رہو
آپ تو اپنے نہین اب کہ چلو جی سبکا

لاگ اگر دلکو نہین لطف نہین جینے کا
گرچہ وہ گوہر تر ہاتہہ نہین لگتا لیکن

ہمنے کردی ہی خبر تمکو خبردار رہو
ہمکو کہتے ہین کہ تم جی کی تئین مار رہو

الجھے سلجھے کسو کاکل کی گرفتار رہو
دم مین دم جب تئین ہی اسکی طلبگار رہو

سارے بازار جہان کا ہی یہی مول اے میر
جان کو بیچ کے بہی دل کے خریدار رہو

کرنا شعار خوب ہی عجز و نیاز کو
پہر دو قرجانتے ہین دل بی گداز کو

۳۰۶

کہینچنا رنج و تعب کا دوستان عادت کرو | تب کسو نا آشنائی مہر سے الفت کرو
روٹھہ کر منتا نہین وہ شوخ یون کمین کوئی | عذر جا ہو دیر تک مدت تلک منت کرو
کبتک اے صورتگران حیران پہرون پری روئی یار | نقش اسکا کہینچ کر کہنے کی کوئی صورت کرو
انس اگر ان نوخطان شہر سے منظور ہے | اپنی پرچہائین سے بہی جون جانب ہم وحشت کرو
کچہ نہو جہو محبت بے روزہ کی کم فرصتی | جون ہی جا بیٹہے لگا کہنے انہین رخصت کرو
عشق مین کیا دخل ہی نازک مزاجی کے تئین | کوہکن کی طور سے جی توڑ کر محنت کرو

پہلے دیوانے ہوئے پہر میر آخر ہو گئے
ہم نہ کہتے تھے کہ صاحب عاشقی تم مت کرو

پہر فردوس ہو آدم کو الم کا ہیسکو | وقف اولاد سے ہے وہ باغ تو غم کا ہیسکو
کہتے ہین آویگا اک روز قیامت رفتار | جیتے پہر دم رہینگے تب تئین ہم کا ہیسکو
یہ بہی اک ڈہب ہے نہ ایذا نہ کسو کو راحت | رحم موقوف کیا ہی تو ستم کا ہیسکو
نرگس اون آنکھوں کو جو لکہہ گئی نابینا تہو | اپنی نزدیک ہین دوست قلم کا ہیسکو
اوسکی تلوار سے گر جان کو رکہتے نہ عزیز | مرد اس خواری سے تو صید حرم کا ہیسکو
چشم پوشی کا مری جان تمہین ایکا ہے | کہائی ہو ور دیدہ درائی سی قسم کا ہیسکو
میری ان آنکھوں پہ رکو پانو تو از لیکن | رکہتی ہو ایسی جگہہ تم تو قدم کا ہیسکو

کیا انکھہ بند کر کی مراقب ہوئی ہو تم
موقوف ہرزہ گردی نہین کچہ قلندری
ہرچند اس متاع کی اب قدر کچہ نہین
تدبیر کو مزاج محبت مین دخل کیا
طفلی سی تمنی لطف و غضب اختلاط کئی

جاتی ہین کیسی کیسی ہمین چشم وا کرو
زنجیر سر او تار کی زنجیر پا کرو
پر جس کسو کی ساتھہ رہو تم وفا کرو
جانکاہ اس مرض کی نہ کوئی دوا کرو
تک میر کو جدا کرو غصہ جدا کرو

بیٹھے ہو میر ہو کی در کعبہ پر فقیر
اس روسیہ کی باب مین بہی کچہ دعا کرو

سر پہ عاشق کی نہ یہ روز سیہ لایا کرو
تاب مہر کی تاب کب ہی ناز کی سی یار کو
گرچہ شان کفر ارفع ہی ولی اٹھ راہبان
شوق سی دیدار کی بہی آنکھون مین کہنچ آیا جی
کوہکن کی ہر قدم گاہ آخرہ ای اہل وفاق
فرق یار غیر مین بہی ہی تبان کچہ چاہیے

جی الجھتا ہی بہت بہت بال سلجھایا کرو
چاندنی مین آفتابی کا نگر سایا کرو
ایک دو ہم سون کو بہی زنار بندہایا کرو
اس سمین مین دیکہنی ہمکو بہت آیا کرو
طوف کرنی بیستون کا بہی کبہی جایا کرو
اتنی ہٹ دہرمی بہی کیا انصاف فرمایا کرو

کب میسر اوسکی منہ کا دیکہنا آتا ہی میر
پہول گل سی اپنی دلکو تم بہی بہلایا کرو

کرنا جگر ضرور ہی دل دادگان کو بہی
وہ بولتا نہین تو تم آپ ہی سی چہیڑ دو
ای غافلان دہر پہ کچہ راہ کی سی بات
چلنے کو قافلے ہین یہان تم بہی ہو سو
گردش مین جو کوئی ہو رکہو وہی کیا امید

٣٠٨

رہتا ہے پیش دیدۂ تر آہ کا سہاؤ
جیسے سحاب بر کی ہوئی ہی کوئی باؤ

برسے گی یوں عرصۂ محشر میں دشت دشت
گر میری سرد آہوں کا وان ہو گیا جاؤ

حاصل کوئی امید ہوئی ہو تو میں کہون
خون ہی ہوا گئے ہیں مرے دل میں سارے چاؤ

آنکھوں کی آگے رو ئے سے میری محیط ہے
ابرون سے جا کہے کوئی پانی پیو تو آؤ

رہتے تھے اشک خونین میں ڈوبے سب آستین
اس چشم بحر خون کی کبھو دیکھی ہیں چڑھاؤ

اظہار درد اگرچہ بہت بے نمک ہے پر
ٹک بیٹھو تو دکھاؤں تمہیں چھاتی کے گھاؤ

آ عاشقوں کی آنکھوں میں ٹک اے بدل تو ریسا
ان منتظروں سے بھی ہے بہت دور تک گھاؤ

صحبت جو اس سے رہتی ہے کیا نقل کریے ہائے
جب آ گئے ہیں ہم تو کہا آئے یاں سے جاؤ

صد چاک اپنے دل سے تو بگڑا ہے کی زرہ بف
افسوں کیا ہے شانے نے جو اس سے ہے بناؤ

اس ہی زمین میں میر غزل ایک اور لکھہ
گو خوش نہ آوے سامعوں کو بات کا بڑھاؤ

سب کھا گئے جگر تری پلکوں کی گاؤ گاؤ
ہم سینہ خستہ لوگوں سے بس آنکھ مت لگاؤ

آنکھوں کا جھڑ برسنے سے ہتھیا کی کم نہیں
پل مارتے ہی پیش نظر ہاتھی کا ڈباؤ

کشتی چشم ڈوبی سے رہی بحر اشک میں
آئی نہ یار ہوتی نظر عاشقوں کی ناؤ

سینے کی اپنے زخم سے خاطر ہو جمع کیا
دل ہی کی اور پاتے ہیں ہم سب لہو کا بہاؤ

خون مسلم کو تو واجب یہ تبان جانی ہین — ہو جی کا فر کہ امان یان نہین ایمانکی ساتھہ

آدمیت تو نہین میسر ہے کیون کر بہرہ
تمنے صحبت نہین رکھی کسو انسان کی ساتھہ

جانی دیمست سقدر انب اسف خط و خال دیکھہ — حال کچھہ بہی تجہہ ہین ہوا ای میر اپنا حال دیکھہ

کیا مری طول پریشانی کی حیرت ہمنفس — آنکھین تو دیکھہ ہین خجلت اوسکی بہی بال دیکھہ

دامن صحرا ہین کیا وسعت ہے جو دل مین نہین — موند کر آنکھین گریبان مین ہی ٹک سر خوشحالی دیکھہ

چشم و دل کا اوس سے لگ جانا تو تہا جس سر گھڑی — جی بہی جان لبون مین او لجہا اور یہ جنجال دیکھہ

گرچہ اوس مہرکی جدائی مین مجہی برسون ہوگئے — لیکن ای اختر شناس اب کبہی کیسا سال دیکھہ

کب نظر میری پڑیگی اوسکی روی خوب پہ — ہمنشین ٹک تو بہی مصحف کہولکر تو فال دیکھہ

ٹہوکرین الکو گئی ہین جب چلے ہے راہ تو
یہ خرام ناز سے ظالم ٹک اپنی چال دیکھہ

آنکھین جو ہون تو عین ہے مقصود ہر جگہہ — بالذات ہے جہان مین وہ موجود ہر جگہہ

واقف ہوشان بندگی سے قید قبلہ کیا — سر ہر کہین جہکا کہ ہے مسجود ہر جگہہ

مو تن یہ ہم نہ سوختہ جانون کی ہے نمود — ہے سوزش درون سے برون دود ہر جگہہ

ہین لی لکہنو کی خوش اندام خوب لیک — راہ وفا و مہر ہے مسدود ہر جگہہ

ردیف یای

جنگل مین نکلی آئی کچھ وان بھی بن آئی
خواہش ہو جسکو دل کی دلبرون سے ادہر ہی
مین نے تو اسے دل سے تصدیع بہت پائی
بچپن سے نہوتا تہا اسرار محبت کو
عاشق کی ہی جب سی ہی عشق کی رسوائی

اس جور سے خوشبو کا ملنا گیا سو چپ ہون
جاتا نہیں کہا کچھ جون گنگ خواب دیدہ

راز محبت یار رسوا نہ اسقدر ہو
گر ہو ہوا اشک افشان خانہ خراب دیدہ

جب دیکھو لگ رہا ہے در کی طرف اسکی
ہو جیسے کینے ویسی ذلت کا باب دیدہ

دوزخ مین میر ہون مین یار بہشت کے دین
جان سے ستم رسیدہ دل ہے عذاب دیدہ

ادھر مت کر نگاہ تیز جا بیٹھ
یہ تیر روے ترکش یون چلا بیٹھ

اثر ہوتا تو کب کا ہو بھی چکتا
دعائے صبح سے اب ہاتھ اٹھا بیٹھ

پھریگا ہم سے کبتک دور ظالم
کبھو تو گھر سے اٹھ کر پاس آ بیٹھ

نکر دیوار کا مجلس مین تکیہ
ہمارے مونڈھ ہی سے مونڈھ لگا بیٹھ

بہت پھرتی ہین ٹھہری تیرے دشمن
انہیں دو سید ہیان تو بھی سنا بیٹھ

تلاش اپنی نہ کم تھی جو وہ ملتا
بہت مین دیکھکر آخر رہا بیٹھ

مخالف سے نہ مل بیجا کرا تنا
کہین لے میر صاحب کو جدا بیٹھ

کیا کرین نیچی نظر کر دی سے غصہ کہا سے وہ
اور مجلس مین جو رہین دیکھ تو شرمائے وہ

کسطرح جی ہی کیا کیا گھٹا جاتا ہی رہا
ساتھ اوسکی دل لگا ہو جس کسو کا اوٹھ وہ

جنگل میں خضر و کعبے کا ہونا مری طرح
دونوں کی نارسائی کی اور یہ دلیل ہے

آگے جنون سے جیبانوں میں تھی شور گل کہ تم
سر پر ہمارے سایہ فگن اب کریل ہے

کچھ چیز مال ہو تو خریدار ہو کوئی
دنیا کی قدر کیا کہ متاع قلیل ہے

کیا روؤں اشک آتے ہیں آنکھوں سے سیل سیل
پل مارتے میں پیش نظر ایک جھیل ہے

آتے نہیں نظر میں مری ہاتھی کے سوار
کانوں میں جو فسانۂ اصحاب فیل ہے

ہو صبر اس سے جو یوسف ثانی کی ہے جمال
تو مصحف مجید میں صبر جمیل ہے

شکر و گلہ سے عشق کی لبریز ہے جہان
گردی جہان نگاہ یہی قال و قیل ہے

ہم دیر سے ہیں منتظر قد کشتی یار
کچھ شامت عمل سے قیامت میں ڈھیل ہے

جب دیکھتے ہیں میر تمہیں بید مانع ہو
کاہیکو ناز عشق میں صاحب زخیل ہے

برسوں گزرے ہیں ملے کب تئیں یوں پیکر رہے
دور سے دیکھ لیا اسکو تو جی مار رہے

وہ مودت کہ جو مطلبی ہوا ہے سو معلوم
چار دن کہنے کو اس شوخ سے ہم یار رہے

مرگ کی حال جدائی میں جئیں یوں کبتک
جان بیتاب ہی دلکو آکے آزار رہے

وجہ یہ تھی کہ ترے ساتھ لڑی آنکھ اسکی
ہم جو صورت سے تھی آئینے کی بیزار رہے

دین و دنیا کا زیان کار کہو ہمکو میر
دو جہان داد نخستین ہی میں ہم ہار رہے

ہم مرثیہ دل ہی کہا کرتے ہیں [illegible]
کیا اہل و دل کو آگے میر مجھ کو نسبت
یان عجز و فقیری ہے وہان نازامیری ہے
سوز درون نے آخر جی ہی کھپا دیا ہے
ٹھنڈا دل اب ہے ایسا جیسے بجھا دیا ہے
اب نیند کیونکہ آوے گرمی نے عاشقی کی
دل ہے جہاں وہ پہلو سارا جلا دیا ہے

[illegible]

ہم وحشیون کی قابل رہنبری کی باد دیا ہے	شہرون کی تنگ کوچہ کا ہیکو گون ہین آخر
دل ہمکو بھی خدا نے درد آشنا دیا ہے	تا درد مند بلبل نالان ہوئی تہی ستے
خط نانوشتہ ہمکو اودہر سے لا دیا ہے	کیا نامہ بر ہمارا ہی صاف ہمیر و ستا

عالم شکار ہے وہ اس بن مین میر اسکو
ڈھب جان مارنے کا کن نے بتا دیا ہے

نکہت گل سے آشنا نہوئے	ہم چمن مین گئے تھے وا نہوئے
حیف بندے ہوے خدا نہوئے	سر کسو سے فرو نہین آتا
عاشق اوسکی ہوئی سو کیا نہوئے	خوار و زار و ذلیل و بے رویت
موسم گل مین ہم رہا نہوئے	کیسا کیسا قفس سے سر مارا

مین نہ گردن کٹائی جبتک میر
عشق کے مجھسے حق ادا نہوئے

دل اپنا تو بجھا سا دیا ہے جان چراغ مضطر ہے	دیکھیے کیا ہو سانحہ تبلک احوال ہمارا ابتر ہے

خاطر اپنی اتنی انکھین پھرتی ہین اوس بن حیران
تمنے کہا دل جائے تو بیٹھو دل کیا جانے کیدھر ہے

کیا کہیے رسوائی کا ہنگامہ میری سر پر ہے	مین جو لگا دیوانگی کرنے عالم عالم شور اٹھا

اور اس شکار افگن کی ہم بھی صید ہین
خاک و خون مین لوٹتی جاتی چھپے

ہم پہ رستے ہو کیا کمر کستے
ہنستے کہنچا نہ کہینچے تلوار
شوق لکھنے قلم جو ہاتھ آئے
سیر قابل ہین تنگ پوش اسکی
رنگ لیتے ہی سب ہوا اوسکا
اک نگہہ کرکے ان نے مول لیا

اچھے ہوتے نہین جگر خستے
ہم نہ مر جائین ہنستے ہی ہنستے
لکھتے کاغذ کے دستے کی دستے
کہنیان پھٹتی چولیان چستے
اور اس باغ و بہار مین رستے
بک گئے آہ ہم بھی کیا سستے

میر جنگل پڑے ہین آج جہاں
لوگ کیا کیا نہین رہتے کل بستے

سب شرم جبین یار سے پانی ہے
سمجھے نہ کہ بازیچۂ اطفال ہوئے
جون آئینہ سامنے کھڑا ہون لیکن
خط لکھتے جو خونفشان تھے ہم ان نے کہا
دوزخ مین ہون جلتی جو رہی ہے جاتی

ہر چند کہ گل شگفتہ پیشانی ہے
لوگون سے ملاقات ہی نادانی ہے
خوبی سے تری چہرہ کی حیرانی ہے
کاغذ جو لکھے ہے اب سرافشانی ہے
دل سوختگی عذاب روحانی ہے

شب ہنستے حال میرا دیکھتا ہی موند آنکھیں
انجھڑی میں کہون کیا سوتا ہو تو جگاوے

طاعت کا محو تب ہو جب یہ نہیں بھوے
چہوڑی ہے نماز واجب گر میر وقت پاوے

بہار آئی نکالو مت مجہے اب کی گلستان سے
مراد امن ہے تو بازہ تو گل کی گریبان سے

نہ ٹک اشتر ہوئی دلکو نہ جی کی لاگ کچھ یاں سے
رہے دس دن جوانی عمر کریان ہم سوجان سے

غم ہجران نے شاید آگ دی اس باہ بن دلکو
شرار تب تو نکلی ہین ہمارے جسم بریان سے

سبب آشفتہ طبعی کا ہماری تجہ سے ہین دونون
نہ کچھ بھی ہو اسکے خط سے نہ زلف پریشان سے

ادہر زنجیر کی غل ہے ادہر ہنگامہ لڑکون کا
جنون اس دشت مین ہنس کیا ہی کیسی سامان سے

محبت مین کسو کی رنج و محنت سے گئے دونون
رہی شرمندگی ہی عمر بہر مجکو دل و جان سے

خدا جانے کہ دل کس خانہ آباد ان کو دے بیٹھے
کھڑے تھے میر صاحب گھر کے دروازے پہ حیران سے

برسون ٹک جی کو مار مار رہے
رات دن ہم امیدوار رہے

ہو سم گل تلک رہے گا کون
چبہتے ہی دلکو خار خار رہے

وصل یا ہجر کچھ ٹھہر جاوے
دلکو اپنے اگر قرار رہے

خوش نوا کیسے کیسے طایر قدس
اس جفا پیشہ کے شکار رہے

٣١٩

شعلونکی ڈھانگ گویا لعلون تلی دبی ہین — چہرونکی رنگ ہمنی دیکھی ہین کیا جھمکتے
یان بات راہ کی تو سنتا نہین ہی کوئی — جاتی ہین ہم جرس سی اس قافلہ مین بکتے
جاگہہ سی لیگئی ہین نازان جب آگئی ہین — نوبادہ گان خوبی جون شاخ گل لچکتے

اس حسن سی کہان ہین غلطانی موتیون کی
جس خوبصورتی سی میر اشک ہین ڈہلکتے

غم مرگ سے دل جگر ریش ہے — عجب مرحلہ ہمکو درپیش ہے
بلا ہے اوسے شوق تیر و کمان — بہین سے یہ پیدا ستم کیش ہے
دلا او سکے ظاہر پہ مت جائیو — وہ خوش رو تو ہی پر بداندیش ہے
بہت خوب ہی لعل نوشین یار — ولیکن خط پشت لب نیش ہے

نہین کیا جو ہی میر بیہوش سا
خدا جانے یہ کیا ہی درویش ہے

گوش ہر اک کا اسیکی اور ہے — کیا قیامت کا قیامت شور ہے
پوچھنا اس ناتوان کا خوب تھا — پر نہ پوچھا ان نے وہ بھی زور ہے
صندل درد سر مہر و وفا — عاقبت دیکھا تو خاک گور ہے
رشتہ الفت تو نازک ہی بہت — کیا سمجھ کر خلق اسیر ڈور ہے

دخیل اُٹھ نہین عشق مین کہ میر کو دیکھ
ذلیل کیسے ہین اونکی ہر گو کہ ذات بڑی

سے ہے تماشا حسن و خط حیرت بھی ہے
یعنی خط تو خوب ہے صورت بھی ہے

تا دم آخر نہین بوسے ہین ہم
کچھ کہین گے بار ہے اب رخصت بھی ہے

سے وہ فتنہ ہم حریف و ہم ظریف
یار ہی گالی سے پھر منت بھی ہے

تیغ نے اوسکی ہمین قسمت کیا
خوش نصیبی ہے تو پھر قسمت بھی ہے

وا نسیم صبح سے ہوتا ہے گل
تجھکو اے مرغ چمن غیرت بھی ہے

جی ہی دینے کا نہین کڑھنا فقط
اسکے در سے جانے کی حسرت بھی ہے

وہ رسیے باتین کرے ہے یونہی یار
میر صاحب سے نہین صحبت بھی ہے

چلے ہم اگر تمکو اکراہ ہے
فقیروں کی اللہ اللہ ہے

نہ افسر ہے نے درد سر نے کلہ
کہ یان جیسا سر ویسا سر واہ ہے

جہان لگ چلے گل سے ہم داغ ہین
اگرچہ ہوا بھی ہوا خواہ ہے

سے غم عشق ہے لالہ نے بلا
جہان دل لگا کڑھنا جانکاہ ہے

چراغان گل سے ہے کیا روشنی
گلستان کسو کی قدمگاہ ہے

خونریزی کی تو لاگو ہو نہیں لیکن ایک
ہوون خاک سے ہر یکساں میر انہال تماشا مت
ہر لحظہ پہر لینا آنکھوں کا ہمسے کیا ہے

پہلے تو پوچھتے ہین ظالم گناہ کو بھی
پامال یون ہوتی دیکھا گیاہ کو بھی
منظور کیسے کچھ تو باری نباہ کو بھی

خواہش بہت جو ہو تو کاہش ہے جان و دل کی
کچھ کم گران و نو نہین اے میر چاہ کو بھی

سنا جاتا ہے اے کہیں ترے مجلس نشینوں سے
گئی گرم اختلاطی کبکی ان سحر آفرینوں سے
گلی لگ کر نہ یک شب کاش پہر سو گیا ہوتا
خدا جانے ہے اپنا تو جگر کا نیا ہی کرتا ہے
بہت کوتاہ دامن تھی شیخونکی پہٹی پائیے
رہے محو خیال اسکی تو اک وقت سے ہاتھہ آئے
ہے رنگ برگ گل ساتھہ یکشادابی کی ہوتا ہے
بہت مین لخت دل رو یا مجھے اک خلق نے جانا

کہ تو دارو پہنچی ہے رات کو ملکر کمینوں سے
لگی رہتی ہین داغ ہجر ہی اب بھی سینوں سے
مری چھاتی جلا کرتی ہے اب کتنے مہینوں سے
چڑہی تیوری سے مجہونکی اور ابرو کی چینوں سے
کہین نکلی تہی گوری ہاتہہ اسکی آستینوں سے
نزاکت اس کمر کی پوچھیے ہم بارکیبینوں سے
عرق چین مہکتا ہے دلبرونکی جب جبینوں سے
ہوا ہے پہن میرا نام ان رنگین نگینوں سے

غزل ہے کی ردیف و قافیہ کار فتہ رہتا ہے
نکلنا میر اب مشکل ہے میر ان زمینوں سے

٣٢٢

منہ ادہر کرکے وہ نہین سوتا — خواب مین آوے تو تلطف سے ہے

یان تو تکلیف سی کھنچی تکلیف — وان وہی اب تلک تکلف سے ہے

چھیڑ اس شوخ نے رکھی ہمسے — عہد پر عہد ہے تخلف سے ہے

مرگ گیا منزل مراد سے میر
یہ بھی اک راہ کا توقف سے ہے

تسکین دردمندونکو یارب شتاب دے — دلکو ہمارے چین دے آنکھونکو خواب دے

اسکا غضب سے نامہ نہ لکھا تو سہل ہے — لوگونکے پوچھنے کا کوئی کیا جواب دے

گل ہے بہار تب ہی جب آنکھونمین ہو نشہ — جاتی ہے فصل گل کہین ساقی شراب دے

وہ تیغ میری تشنۂ خون ہو گئی ہے کند — گر رحم مجھپہ کاشکے یار اوسکو آب دے

دو چار الم جو ہوویں تو ہین ثابت شان — کیا دردِ بیشمار کا کوئی حساب دے

تار نگہہ کا سوت نہین بندہتا ضعف سے — ٹیکا ہے یہ رشتہ دلا اسکو تاب دے

مژگان ترکو یار کے چہرے پہ کہول میر
اس آب خستہ سبزے کو ٹک آفتاب دے

نہ جرات ہے نہ جذبہ ہے نہ یاری بخت بد سے ہے — یہی بیطاقتی خون گشتہ دلکو میر کد سے ہے

جہان شطرنج بازندہ فلک سا ہم ہین تم سب مہرے — بسان شاطر نو ذوق اہمرونکی زد سے ہے

آنکھین ہی لگی جاتی ہین اس جاذبہ کو میر
آتی ہی بہت دیر جو اس منہ پہ نظر جاے

تھو نکی جرم الفت پر ہمین زجر و ملامت ہے
کھڑا ہوتا نہین رہزن دل پاس عاشق کے
جھکی ہی شاخ پر گل نازسی کیا صحن گلشن مین
نکلتا ہی سحر خورشید ہر روز اسکی گھر پر سے

مسلمان بھی خدا لگتی نہین کہتی قیامت ہے
موافق رسم کے اک دور کی صاحب سلامت ہے
نہال قد کی اسکی مدعی تھی سو ندامت ہے
مقابل ہو گیا اس سے تو اس سادہ کی شامت ہے

پھیر دار و ڑپی پھرتے تھے کل تک میر کوچون مین
انہین کو مسجد جامع کی دیکھی آج خدمت ہے

خدا کرے مرے دل کو ٹک اک قرار آوے
کمانین اسکی بہون کی چڑہی ہی رہتی ہین
ہمین تو ایک گھڑی گل بغیر دو بھر ہے
اٹھی بھی گرد رہ اسکی کہین تو لطف ہے کیا
ہر ایک شہر کا ہے موسم بجانی تھا منصور
ستمگار سے جور ہے اب حال جا عبرت ہے
نہین ہے چاہ بھلی اتنی بھی دعا کر میر

کہ زندگی تو کرون جبتلک کہ یار آوے
نہ جبتلک سر پر ستم شکار آوے
خدا ہی جانی کہ اب کبتلک بہار آوے
جب انتظار مین آنکھون ہی پر غبار آوے
کہ نخل دار مین حلق بریدہ بار آوے
کسو سے کہیے تو اوسکو نہ اعتبار آوے
کہ اب جو دیکھو انھین بہت نہ پیار آوے

قوم شماری سی ہر رنج قلب سے — اب حساب زندگی بیباق ہے

اپنی عزلت رکھتی ہے عالم ہی اور — یہ سپید رو شہرۂ آفاق ہے

فرط خجلت سے گرا جاتا ہے سرو — قد دلکش اسکا بالا چاق ہے

دل زرہ کو اوسکے دیکھا نزع مین — تھا نمودار آنکھ سے مشتاق ہے

رنگ مین اوسکی جھمک ہے برق کی — سطح کیا رخسار کا براق ہے

گو خطا اسکے پشت لب کا زہر ہو — بوسہ کنج دہن تریاق ہے

خشک کردیتی ہے گرمی عشق کی — بید صحرائی سا مجنون قاق ہے

مت پڑا رہ دیر کے نگڑون پہ میر
اٹھ کے کعبے چل خدا رزاق ہے

بات کیا آدمی کی بن آئی — آسمان سے زمین نپوائی

چرخ زن اوسکے واسطے ہے مدام — ہوگیا دن تمام رات آئی

ماہ و خورشید و ابر و باد سبھی — اوسکے خاطر ہوئے ہین سودائی

کیسے کیسے کیے تردد عجب — رنگ رنگ اوسکو چیز پہنچائی

اسکو ترجیح سب سے دی اوپر — لطف حق نے کی عزت افزائی

حیرت آتی ہے اسکی باتین دیکھ — خودسری خودستائی خودرائی

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان چہارم

ردیف الف

کرتا ہون اللہ اللہ درویش ہون سدا کا
سرمایۂ توکل یان نام ہے خدا کا

مین نے نکل جنون سے مشق قلندری کی
زنجیر سر ہوا ہی تھا سلسلہ جو پا کا

یارب ہماری جانب یہ سنگ کیون ہے عائد
جی ہی سے مارتے ہین جو نام لین وفا کا

کیا فقر مین گذر ہو چشم طمع سیے بن
ہے راہ تنگ ایسی جیسے سوئی کا ناکا

ابر اور جوش گل ہے چل خانقہ سے صوفی
ہے لطف میکدے مین در چند اس ہوا کا

زلف سیاہ پیچدار ہے
شور سے زور یار کے لب کا
لعل کی بات کون سنتا ہے
اپنا آگے طفل مکتب کا
الحمد کہ جنون کا تو مجنون
تجھ سے ہو گا وصول مطلب کا
ہم تو تا کام ہی پہچانیں سے
میں بھی عاشق ہوں اپنے مشرب کا
مست رہتا ہوں جیسے ہوش آیا
دیکھ رہتا ہوں درد مذہب کا
ہو کے جب ورد یار کرتے ہیں

ہے سخن میر کا عجب ڈھب کا

[illegible]

واعظ کبھی سوچ ہے دلی میفروش سے	ہم ذکر بھی سنا نہیں صوم و صلوات کا
ہونگا کرین قریب پڑی کوئی یار مین	کسکے تئیں دماغ عفت ہے سکات کا
ان ہونٹھونکا حریف ہو ظلمات مین گیا	پردے مین روسیاہ ہے آب حیات کا
عالم کسو حکیم کا باندھا طلسم ہے	کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا

گر یار میر اہل ہے تو کام سہل ہے
اندیشہ تجکو نہیں ہے اپنی نجات کا

تجاہل تغافل تساہل کیا	ہوا کام مشکل توکل کیا
نہیں تاب لاتا دل زار اب	بہت ہمنے صبر و تحمل کیا
زمین غزل ملک سی ہو گئی	یہ قطعہ تصرف مین بالکل کیا
جنون تہا نہ مجھکو نہ چپ رہ سکا	کہ زنجیر ٹوٹی تو مین غل کیا
نہ سوز درون فصل گل مین چھپا	سر و سینہ سے داغ نے گل کیا
ہمین شوق نے صاحبو کہو دیا	غلامون سے اوسکے توسل کیا

حقیقت نہ میر اپنی سمجھی گئی
شب و روز ہمنے تامل کیا

رفتۂ عشق کیا ہو نہین اب کا
جا چکا ہون جہان سے کب کا

٣٢٨

[illegible]

اس شوق زدگی نے بھی کیا بات بڑھائی تھی | رقعہ اسے لکھنے تو طومار لکھا جاتا
یہ ہمدمی کا دعوی ہی کی لب خندان سے | بس کچھ نہ چلا ورنہ پستہ کو چبا جاتا
اتنو زہا رہ بھی طاقت گئی سب دل کی | جو حال کبھو اپنا مین تمکو سنا جاتا

وسواس نکرتا تھا مرجانے سے ہجران مین
تھا میر تو ایسا بھی دل جی سے اوٹھا جاتا

مستانہ اگرچہ مین طاعت کو لگا جاتا | پر بعد نماز اٹھکر میخانے چلا جاتا
بازار مین ہو جانا اس مہ کا تماشا تھا | یوسف بھی جو وان ہوتا تو اسپہ بکا جاتا
دیکھا نہ ادہر ورنہ آتا نہ نظر مہر مین | جی مفت مرا جاتا اوس شوخ کا کیا جاتا
شب آب و شرر افشان ہو ٹھون آہ پہ کر میرے | سر کھینچتا یہ شعلہ تو مجکو جلا جاتا
کیا شوق کی باتونکی تحریر ہوئی مشکل | تھے جمع قلم کاغذ پر کچھ نہ لکھا جاتا
آنکھین مری کھلتی تو اوس چہرے ہی پر پڑتین | کیا ہوتا یکایک وہ سر پر مرے آجاتا
سبزے کا ہوا رکش خط رخ جانان کی | جو ہاتھ مرے چڑھتا تو پاؤن کو کہا جاتا
ہر شوق سے رو سے بدنامی و رسوائی | کیون کام بگڑ جاتا جو صبر کیا جاتا

تھا میر بھی دیوانہ پر ساتھ ظرافت کی
ہم سلسلہ دارون کی زنجیر ہلا جاتا

بکا نے شب و روز اب چھوڑ میر
نواح آنکھوں کا تو ورم کر گیا

یاری نے کسو با کی ہمکو نام نکلا
ہنگامے سو جہان میں ہم جیون کیا ہے
پامالی کے خطرے سے نکلا نہ کبک اودھر
جنگ زمانہ میں تیغ ہمیشہ ہے عشق ہی کا

ناکام عشق تب تو عاشق کا نام نکلا
ہم جس طرف سے نکلے ساتھ ازدحام نکلا
جیسے ہر سو ناز کرتا وہ خوش خرام نکلا
بیجا ہوا دل اپنا جب وہ مقام نکلا

جانا تھا ہمنے تجھکو تو پختہ مغز ہوگا
دیکھا تو میر تیرا سودا بھی خام نکلا

نے ہمسے کچھ نہ اوس ستم ایجاد سے ہوا
شیریں کا حسن ایسا تھا جو خستہ جان دے

ظلم صریح عشق کی امداد سے ہوا
جو کچھ ہوا سو خواہش فرہاد سے ہوا

خوش زمزمہ طیور ہی ہوتے ہیں میر اسیر
ہم پر ستم یہ صبح کے فریاد سے ہوا

زار گیا بیمار گیا اس دل نے کیا آزار گیا
جرم ہے ہم الفت کشتوں کا لگ پڑنے کا شوخ ہوا
چاہا ہمنے کیا تھا اپنا چاہا کیسے نہ ہوا

داغ سے تن گلزار گیا سب آنکھوں کو خونبار کیا
اب کہتی ہیں دلبر ایسے ہمنے اوسے کیوں پیار کیا
عزت کھوئی ذلت کھینچی عشق نے خوار و زار کیا

بعد مرگ آنکھیں کھلی ہیں یہ جانا گیا
سنکے ضائع روزگاری اسکی جی للایا نہ تاب

آنکھیں جاتی ہیں ہنر منصف دلی سوز مبدم
دل گیا یہ آج کل آرہیب نہیں مجھکو لگی

دیکھنے کی اسکی میری جی میں تھی حسرت بہت
آپ کو کر بیٹھے ضائع ہمکو تھی غیرت بہت

ان نون انکو سہی ایدہر رہا ہی غفلت بہت
گذر ہی اس سہی بات کو اہی ہمنفس نہ صحبت

دل میں چلا کرتا ہی طور میر شاید دوستان
ان نے صاحبدل کسو سے رکھی ہی صحبت بہت

چشم رہنی لگی پر آب بہت
دیر و کعبے میں اوسکی خواہش مند

دل کی دل ہی میں رہ گئے ارمان
مارنا عاشقون کا گر ہی ثواب

گئیے بی پردہ کیونکہ عاشق ہیں
شاید آوی گا خون ناب بہت

ہوتی پہرتی ہیں ہم خراب بہت
کم رہا موسم شباب بہت

تو ہوا ہی تمہیں ثواب بہت
ہمکو لوگون سے ہی حجاب بہت

میر بیخود ہیں اس جناب سے اب
چاہیے سبکو اجتناب بہت

دل نے کام کیے ہیں ضایع دلبر ہی دلخواہ بہت
راہ کی بات سنی بہی تو جانا حرف غریب و اسکا

قدر بہت کم ہی دلکی پر دلمیں ہی چاہ بہت
خوبی پر اپنی حسن پہ انکے پہرتا ہی گمراہ بہت

شب باش آ کر کہتے ہیں آ کر کہا ہے ہم
دن اچھے ہوں تو یہ بھی ہوا اس مہرباں کی بات

ردیف ثای

نہیں گر چھوٹ دیکہ گریہ و زاری
رنگین کا

٣٣٩

منہ اسکا دیکھہ رہیے کہ رفتار ناز کو	سرتاقدم ہی لطف ہی اس خوش پسر کی بیچ
ہر دانہ سرشک مین تار نگاہ ہے	اس رشتے کی روش کہ جو ہووے گہر کے بیچ
کیا دلکو خون کیا کہ تڑپنے لگا جگر	یکتا ہی روزگار ہین ہم اس ہنر کے بیچ
ایسا ہوا ہے معتبر کہ اب ہی حساب پاک	کہیے جو کچہ بہی باقی ہوا ہے جگر کے بیچ

ہے اپنی خانوادی مین اپنا ہی شور میر
بلبل بہی ایک ہی ہو تو ہوتا گہر کے بیچ

رنج کیا کیا ہمنے کہینچے دوستی یاری کی بیچ	کیا ہوئی تقصیر اسکی ناز برداری کی بیچ
دوش و آغوش و گریبان دامن گلچین ہوگئے	گلفشانی کر رہی ہے چشم خونباری کی بیچ
ایک کو اندیشہ کار ایک کو ہے فکر یار	لگ رہے ہین لوگ سب چلنے کی طیاری کی بیچ
منتظر تو رہتی رہتی پہر گئین آنکھین ندان	وہ نہ آیا دیکھنے ہم کو تو بیماری کی بیچ
جان کو قید عناصر سی نہین ہی دار رہے	تنگ آئی ہین بہت اس چار دیواری کی بیچ
روتی ہی گوزری ہمین تو شب نشستی باغ کی	اوس سے پڑتی رہی ہی رات ہر کیاری کی بیچ
یاد پڑتا ہی جوانی تہی کہ آئی رفتگی	ہو گیا ہون مین تو مست عشق ہشیاری کی بیچ

ایک ہو وین جو زبان و دل تو کچہ نکلی بہی کام
یون اثر اے میر کیا ہو گریہ وزاری کی بیچ

عشق کی کہیو طرح کیا او متو فرہاد و قیس	یکساں مرگئے وی لوگ ساری اس طرح

جو عرق تحریک میں اوس رشک مہ کی منہ پہ ہے
میر کب ہووے ہیں گرم جلوہ تاری اس طرح

پہونچے ہے ہمکو عشق میں آزار ہر طرح	ہوتی ہیں ہم ستمزدہ بیمار ہر طرح
ترکیب و طرح ناز و ادا سب سے دل لگی	اوس طرحدار کی ہیں گرفتار ہر طرح
یوسف کی اس نظیر سے دلکو نہ جمع رکھ	ایسی متاع جاتی ہے بازار ہر طرح
جس طرح میں دکھائی دیا اوس سے لگ پڑے	ہم کشتنی و خونکی ہینگی سزاوار ہر طرح

چھپ لگ کے بام در سے گلی کوچے میں سے میر
میں دیکھ لوں ہوں یار کو اکبار ہر طرح

ردیف خای

ہے میری چوب رشک دمادم کا رنگ سرخ	ریزش سے اسکی تختہ ہے سینے کا سنگ سرخ

ردیف دال

زردی عشق سے ہے تن زار بد نمود	اب میں ہوں جیسے دیر کا بیمار بد نمود
بے برگی و بینوائی سے ہیں عشق میں ہزار	پائیز دیدہ جیسے ہوں اشجار بد نمود
ہر چند خوب تجھکو بنایا خدا نے لیک	اے ناز پیشہ کبر ہے بسیار بد نمود

مست و بیخود ہم اسکے در پہ سے گئے
لوگ اسکو خبر کریں کیونکر

سو رہا دل منہ پہ کھول کے وہ
ہم شب اپنی سحر کریں کیونکر

مہر فلک پہ ہے وہ زمین پر آہ
اسکو زیر و زبر کریں کیونکر

دل نہیں درد مند اپنا میر
آہ و نالے اثر کریں کیونکر

ردیف زای

ہے زیر خاک لاشۂ عاشق طپان ہنوز
پیدا ہے عشق کشتی کا اوسکے نشان ہنوز

گردش سے اوسکی خاک برابر ہوئی ہے خلق
استادہ روی خاک پہ ہے آسمان ہنوز

اوس تک پہونچنے کا تو نہین حال کچہ ولے
جاتے ہین گرتے پڑتے بھی ہم ناتوان ہنوز

پروانہ جل کی خاک ہوا پہر اُڑا گیا
اے شمع تیری رہتی نہین ہے زبان ہنوز

چندین ہزار جانین گئین اسکی راہ مین
ایک آدہ تو بھی مر رہی ہے نیم جان ہنوز

مدت ہوئی کہ خوار ہو گلیون مین مر گئے
قصہ ہمارے عشق کا ہے داستان ہنوز

لخت جگر کے غم مین کہ تہا لعل پارہ میر
رخسار زرد پر ہے مرے خون روان ہنوز

دیوانگی کی ہے وہی زور آوری ہنوز
ہر دم نئی ہے میری گریبان دری ہنوز

۳۴۳

[illegible]

یہ لگی جان خون ہو جگر افسوس
دیدنی ہے یہ خستہ حالی بلک
ایدہر اوسکی نہیں نظر افسوس
عجب ہے عجب ہے میری نظر افسوس
مجھ سا آیا نہ پہنچا ہنر افسوس
میر ابتر بہت ہے اس دل کا حال
ریختہ ویران پڑا ہے گھر افسوس

ردیف شین

[illegible]

خاک ہو کر اڑیں ہیں یار ہنوز	دل کا بیٹھا نہیں غبار ہنوز
نہ جگر میں ہے خون نہ دل میں خون	دربی خون ہے روزگار ہنوز

دست بر دل ہوں مدتوں سے میر
دل ہی ویسا ہے بیقرار ہنوز

دوستاں حسن و خوبی ہے کیا چیز	ٹھہری ہے جان سے بھی کیا چیز

ردیف سین

مدت ہجر میں کیا کرئے جیاں یار کے پاس	حال پرسی بھی نکی آن کے بیمار کے پاس
حق یہ ہے خواہش دل تو ہے مری آجاتا	جبکہ خونریزی کو بٹھلائیں مجھے دار کے پاس
دراسیری کا کھلا نہ یہ ہمارے کیا تنگ	مر ہی رہئے گا قفس کی در و دیوار کے پاس
آنا اسکا تو دم قتل ضروری ہے ولے	کون آتا ہے کسو خون کے سزاوار کے پاس
اپنے یار اکیلا تو غم دل کہئے	سو تو بیٹھا ہے وہ اس بات ہیں دو چار کے پاس
منہ پہ ناخن کی خراشوں سے لگا دل بہنے	چشمہ نکلا ہیں نئی چشم جگر یار کے پاس

میں تو تلوار تلے اوسکے لیے بیٹھا میر
وہ کبھو آ ابھی نہو آ گنہگار کے پاس

کل جاتا جا رہا تھا دل بیقرار پاس	گویا کہ جا رہا کسو زندہ یار پاس

[illegible]

ردیف ضاد

ردیف طای

ردیف ظای

کیا چال ہوگئی رہی سپہری روزگار کی
سب اس گزندگی ہی سیہ مار کی روش

وہ رفت و خیز گرم تو مدت سی ہوچکی
رہتی ہین اب گری پڑی بیمار کی روش

جاتی ہین رنگ و بوی گل آبجو سی چلے
آئی نہ خوش ہمین تو یہ گلزار کی روش

مائل ہوا ہی سرو گلستان کا دل بہت
کچہ آگئی تہی اسمین قد یار کی روش

زندان مین جہانکی بہت ہین خراب حال
کرتی ہین ہم معاش گنہگار کی روش

یون سر بکھیری عشق مین پہرتی نہین ہین میر
اظہار ہی کمرہین تو اظہار کی روش

۳۴۵

رہتی ہین بہت دل کی ہم آزار سی ناخوش
بستر پہ گری رہتی ہین بیمار سی ناخوش

جانا جو مقرر ہی مرا دار فنا سے
اس بستی کی ہین ہون در و دیوار سے ناخوش

ہمواری سی ہین نرم و خشن ایک سی دونون
خوش ہین گل تر سی نہ ہم خار سی ناخوش

سر رشتہ دل بند نہین زلف و کمر مین
کیا جانیے ہم کس لیے ہین یار سی ناخوش

ہے عشق مین صحبت مری خوبان کی عجب کچہ
اقرار سی بیزار ہین انکار سی ناخوش

خوش رہتی ہین احباب بہم ربط کسی سے
رہتی ہو تمہین ایک مری پیار سی ناخوش

اک بات لگا ہی لوگون مین پہپٹ اہی کرنا
ہم ہینگے بہت میر کے گفتار سی ناخوش

ردیف عین

ردیف غین

ردیف قاف

لوگ بہت پوچھا کرتے ہین کیا کہیے میان کیا ہے عشق
کچھ کہتے ہین سر الہی کچھ کہتے ہین خدا ہے عشق
عشق کی شان اکثر ارفع لیکن شان عجائب ہے
گہہ ساری ہے دماغ و دل مین گاہ سب سے جدا ہے عشق
کام ہے مشکل الفت کرنا اس گلشن کے نہالون سے
بو کش ہو کر سیب ذقن کا عشق نہ کرے تو نرا ہے عشق

احتیاط صراحی سے سے | ہمنے سجادہ کے دہلائے داغ

دیکھی دامن کے نیچے کیسی دیی
میر نے گرتلے چھپائے داغ

ردیف فای

آج ہمارا سر پھرتا ہے باتین جتنی سب ہو توف
حرف و سخن جو بایکدیگر رہتی تہی سو اب موقوف

اسکو دماغ رہا ہے یان آٹھ پہر کی منت کا
ربط اخلاص سے دن گذرے ہے خلطہ اسی سبب موقوف

اسکی گلیمین آمد شد کی گھات ہی مین ہم رہتے ہے
اب جو شکستہ پا ہو بیٹھے دیکھ ہے گریئے کی موقوف

وہ جو مانع ہو تو کیا ہے شوق کمال کو پہونچا ہے
وقفہ ہو گا تب ملنے مین ہم ہی گر تنگ جب موقوف

حلقے پڑے ہین چشم تر مین سو کبھی ایسی تم تھے
رونا کرھنا عشق مین اوسکی میر کرو گے کب موقوف

ہین آگے تھا دیدہ پرآب سے واقف
پلکین تھوی نہین مری خوناب سے واقف

تہر تو بہت لڑکونکی کھائے ہین و لیکن
ہم اب بہی جنون کی نہین آداب سے واقف

ہم تنگ خلائق یہ عجب ہے کہ نہین ہین
اس عالم اسباب مین اسباب سے واقف

شب آنکھین کھلی رہتی ہین یا ہم منتظر ونکی
جون دیدۂ انجم نہین ہین خواب سے واقف

بل کھاتی نہین بالونکی ہم جاتی ہین ای میر
ہین پیچ و غم و رنج و تپ و تاب سے واقف

گھر کیسے کیسے دین کی نمد گونگی ہین خراب
توضبط کرتی ہووین جراحت جگر کی زخم

القصہ ہی خرابہ کہنہ دیار عشق
روتا نہین ہی کبھول کی دل رازدار عشق

بارا پڑا ہی انس ہی کرتی ہین ورنہ میر
ہی دور گرد وادی وحشت شکار عشق

ردیف کاف

وحشت تہی ہمین بہی وہی گہر بار سی اتبک
سر مارتی ہین اپنی در و دیوار سی اتبک

مرتی ہی سنا انکو جنہین دل لگی کچہ تہی
اچہا بہی ہوا کوئی اس آزار سی اتبک

جب سی لگی ہین آنکہین کہلی راہ تکی ہین
سوئی نہین ساتہہ اوسکی کبہو یار سی اتبک

آیا تہا کبہو یار سو ماسول ہم اوسکی
بستر پہ گری رہتی ہین بیمار سی اتبک

بد عہد یونہین وقت وفات آن بہی پہونچا
وعدہ نہوا ایک وفا یار سی اتبک

ہی قہر و غضب دیکہہ طرف کشتی کی ظالم
کرتا ہی اشارت بہی تو تلوار سی اتبک

کچہ رنج دلی میر جوانی مین کہنچا تہا
زردی نہین جاتی مری رخسار سی اتبک

رہا پہول سا یار تربت سی اتبک
نہ ایسا کہلا گل نزاکت سی اتبک

لبالب ہی وہ حسن معنی سی سارا
نہ دیکہا کوئی ایسی صورت سی اتبک

ردیف کاف فارسی

۲۴۷

کیا چلے جاتے ہین جہان سے لوگ
گر آتے تہے میہمان سے لوگ

تہر ہی بات بات پر گالی
جان بلب ہین تری زبان سے لوگ

شہر مین گہر خراب ہے اپنا
آتی ہین یان اراس نشان سے لوگ

ایک گردش مین ہین برابر خاک
کیا جہگڑتے ہین آسمان سے لوگ

درد دل ان نے کب سنا میرا
لگ رہتے ہین اسکے کان سے لوگ

یاد سے بہی پلک لگی ہی نہین
ہم بہی سبزی دہان بان سے لوگ

شوق مین تیر سے چلے او دہر
ہم خمیدہ قدان کمان سے لوگ

آدمی اب نہین جہان مین میر
اٹہہ گئے اس بہی کاروان سے لوگ

ردیف لام

بلبل نے گل کہا کہ بہت ہی کہائی گل
لیکن ہزار حیف نہ ٹہہری ہوای گل

رعنا جوان شہر کی رہتی ہین گل لسبر
سر پر ہماری داغ جنون کی ہی جای گل

دل پوشی ہے مرغ چمن کی نہ کی نظر
بیدرد گلفروش سبد بہر لائی گل

حیف آفتاب مین لسبی دیوار باغ ہین
جون سایہ وا کشیدہ ہیو تہم پای گل

بوئی گل و نوای خوش عندلیب میر
آئی چلی گئی بہی کچہ تہی وفای گل

ای میر اسی ہی نسبت کن حلقہ حلقہ موسی
بیتاب کچھ ہے گاہی پیچ ہی گئے دل

حال تو حال زار ہی تا حال
دل وہی بیقرار ہی تا حال
بڑھتی ہی حال کی خرابی روز
گرچہ کچھ روزگار ہی تا حال
خستہ جانی نی تنگ خلق کیا
پر اوسی مجھسے عار ہی تا حال
حال فکر سخن مین کچھ نہ رہا
شعر میر اشعار ہی تا حال
حال مستی جوانی تھی سو گئی
میر اسکا خمار ہے تا حال
آنکھین بدحالی سی ٹھہرتی نہین
شوق دیدار یار ہی تا حال

غم سی حال آنکھہ خون دل سو کہا
چشم تر اشکبار ہے تا حال

کھچتا ہی اوس طرف ہی کو بی اختیار دل
دیوانہ دل بلا زدہ دل بیقرار دل
سمجھا ہی تو کہ دل کسی کہتی ہین دل ہی کیا
آتا ہی جو زبان پہ تری بار بار دل
آزردہ خاطری کا ہماری نکر عجب
اک عمر ہم رہا کیے ہین مار مار دل
واشد فسردگی سی تری اس چمن مین ہے
دل جو کھلا تو جیسے گل بی بہار دل
میر اوسکی اشتیاق ہم آغوشی مین نہ پوچھ
جاتا ہی اوٹھ جی ہی رہا در کنار دل

ردیف میم

۳۴۹

کہہ سکے کون ہمکو نا ہموار
اٹہو ہین خاک سے برابر ہم

کوفت سی کوفت اپنے دل پر ہے
چہاتی کوٹا کیے ہین اکثر ہم

ابر کرتا ہے اب کمی سے میر
دیکہین ہین سوئے دیدۂ تر ہم

تہا ہی حیرت عشق سے گفتگو کو ہم
خاموش دیکہتے رہتے ہین اوسکی رو کو ہم

اگرچہ وصل ہی پر ہین طلب مین سرگردان
یہ وہم کار ہی جاتی ہین جستجو کو ہم

اب اپنی جان سے ہین تنگ دم رکی ہی بہت
بلا ہی دینگے تری تیغ سے گلو کو ہم

جلا کے خاک کرے وہ کہ رہکے داغ کرے
لگا وین آگ سے کیا اپنے گرم خو کو ہم

مرید پیر خرابات یون نہوتے میر
سمجہتے عارف اگر اور بہی کسو کو ہم

عشق تو نہیں اب نگرینگے عہد کیا ہے خدا سے ہم
آجاوین جو یہ ہرجائی تو بہی بچا وین جا سے ہم

گریہ جنون مین ٹک بہی آنکہ کسی منہ پر پڑتی ہے
شام و سحر رہتے ہین یعنی اپنی بہو کی بیا سے ہم

اسکی نہ چہوڑ دور ہین ان دنو پرسش حال ہماری کی
ہمکو دیکہو بارے گئے ہین آکر پاس وفا سے ہم

چیکے کیا انواع اذیت عشق مین کہنچی جاتی ہے
دل تو بہرا ہے اپنا تو بہی کچہ نہین کہتے حیا سے ہم

کیا کیا عجز کرین ہین لیکن پیش نہین کچہ جاتا میر
سر رگڑتی ہین آنکہین تلے ہین اسکی حنائی پا سے ہم

ردیف نون

دل کو نہیں ہے بس نہیں جاتا ہے جی دوری ہے دیکھے اُدہر
جانا رُخ گو جانا نہیں ہے بال اس کا گو جال نہیں

کب تک لگی نگڑی جوڑون میر جگر کے لختون سے
کسب نہیں ہے پارہ دوزی مین کوئی وصال نہیں

ہے وضع کشیدہ کا جو شور اسکی جہان مین
نکلی ہے مگر تازہ کوئی شاخ کمان مین

ہر طور مین ہم حرف و سخن لاگ سے دلگی
کیا کیا کہین ہین مرغ چمن اپنی زبان مین

کیا باد نے بھی دست تطاول کو دیا طول
پھیلے پڑے ہین پہول ہی سب اسکی خزانمین

خوش رنگ ہے کس مرتبہ انہار کا پانی
خونناب مری چشم کا ہے آب روانمین

روئے مری احوال پہ جون ابر بہت میر
بیطاقتی بجلی کی سی ہے آہ و فغان مین

دل لگی بیدل کہلائے آگے دیکھیے کیا کیا ہون
محزون ہوے مفتون ہوے مجنون ہوے رسوا ہون

عشق کی رہ مین پانو رکھا سو ہونے لگے رفتہ سے
آگے چلکر دیکھین ہم اب گم ہووین یا پیدا ہون

خار و خس الجھین ہین آپ ہی بحث انہو سی کیا کیجیے
موج زن اپنی طبع روان سے جب ہم جیسے دریا ہون

ہم بھی گئے جا گھر سے اپنی شوق مین اس ہرجائی کے
عشق کا جذبہ کام کرے تو پھر ہم ارزون بجا ہون

کوئی طرف یان ایسی نہین جو خالی ہووے اوس سے میر
یہ طرفہ ہے شور جرس سے چار طرف ہم تنہا ہون

احراق اپنے قلب کا روئے سے کب گیا
پانی کی چار بوند ہین ہین کیا احتراق مین

تحصیل علم کرنے سے دیکھا نہ کچھ حصول
ہین نے کتابین رکھین اٹھا گھر کے طاق مین

دم نا کمین بقول زنان عاشقونکے ہین
ملنا بلا ہے سوتی کا اوسکی بلاق مین

اک نور گرم جلوہ فلک پر ہے ہر سحر
کوئی تو ماہ پارہ ہے میر اس رواق مین

صبح ہوئی گلزار کے طائر دل کو اپنے ٹٹولین ہین
یاد مین اس خوش رو گل تر کے کیسے کیسے بولین ہین

باغ مین جو ہم دیوانے سے جا نکلین ہین ہنا کر نالان
غنچے ہو ہو مرغ چمن کے ساتھ ہمارے ہو لین ہین

یار ہمارا آسان کیا کچھ سینہ کشادہ ہم سے ملا
خون کرین ہین جیب لگو ہے بند قبا کے کھولین ہین

سینہ جو بر سے ہے شد تسے دیکھ اندیری کیا ہے
یعنی تنگ جو ہم آئے ہین لگو کہو لگے رولین ہین

وہ دھوبی کا کم ملتا ہے میل دل آئے ہے بہت
کوئی کہے اس سے ملنے مین تجھکو کیا ہم دھولین ہین

سرو تو ہے سنجیدہ لیکن پیش مصرع قد یار
ناموزون سے نکلے ہے جب دل مین اپنے تولین ہین

مرگ کا وقفہ اس رستے مین کیا ہے میر سمجھتے ہو
ہارے ماندے راہ کے ہین ہم لوگ کوئی دم سولین ہین

غزل میر کی کب پڑھائی نہین
کہ حالت مجھے غش کی آئی نہین

زبان سے ہماری ہے صیاد خوش
ہمین اب امید رہائی نہین

قطعہ

رنگ نہ پیر کا چہرہ کیونکر آنکھین ہمیشہ نہ جاتین نہ کیونکر
رکھے کیسے کیسے غم کھائے ہین کیا کیا رنج اٹھائے ہین
جی ہی جائے گا میر جو اپنا وزیر کی جانب پھر سے
یون تو مرنے طرف کعبے کے بہتیرا ہم لائے ہین
دیکھی کچھ تقصیر نہین ہے آنکھین وس لگ رہیان
مار رکھا سوان نے مجلوکس ظالم سے جا لگیان
ایک نگہ مین مرجانا ہے عاشق

وہ نہین اب کہ فریبون سے لگا لیتے ہین
ہم جو دیکھین ہین تو دیدہ آنکھ چرا لیتے ہین

کچھ تفاوت نہین ہستی و عدم مین ہم بھی
اٹھ کے اب قافلۂ رفتہ کو جا لیتے ہین

نازکی ہاۓ ہماری طالع کی نکوئی سے کبھو
پھول سا ہاتھون مین ہم اوسکو اٹھا لیتے ہین

صحبت آخر کو بگڑتی ہے سخن سازی مین
کیا در انداز بھی اک بات بنا لیتے ہین

دیار حسن مین دلکی نہین خریداری
وفا متاع ہے اچھی پہ یان کی بات نہین

حساب پاک ہو روز شمار مین تو عجب
گناہ اتنے ہین میرے کہ کچھ حساب نہین

گذر ہے عشق کی بیطاقتی سے مشکل آہ
دنکو چین نہین ہے شبو نکو خواب نہین

جہان کے باغ کا یہ عیش ہے کہ گل کے رنگ
ہمارے جام مین لوہو ہے سب شراب نہین

تلاش میر کی اب سکدو نمین کاش کرین
کہ مسجدونمین تو وہ خانمان خراب نہین

ہمکو کہنے کے تئین بزم مین جا دیتے ہین
بیٹھنے پاتے نہین ہم کہ اٹھا دیتے ہین

ان طیورونسے ہونہین سبھا اگر آتی ہے صبا
باغ کی چار طرف آگ لگا دیتے ہین

گرچہ جلتے ہین خنک غیرت سے ہری لڑکی
دل جگر دونونکو یک لخت جلا دیتے ہین

دیر رہتا ہے ہمارا لاشن پہ غم کشتو نکی
استخوان انکی جلی کچھ تو مزا دیتے ہین

اس شہ حسن کا اقبال کہ ظالم کے تئین
ہر طرف سیکڑون درویش دعا دیتے ہین

دل جگر ہو گئے بیتاب غم عشق جہان
جی بھی ہم شوق کی مارونکی دعا دیتے ہین

کیونکے اس راہ مین بار کیے کہ صاحب نظران
یان سے لیوان تئین آنکھین ہی بچھا دیتے ہین

ملتے ہی آنکھ ملی اسکی تو برہم ہی تہ
خاک مین آپ کو فی الفور ملا دیتے ہین

طرفہ صناع ہین اے میر یہ موزون طبعان
بات جاتی ہے بگڑ بھی تو بنا دیتے ہین

کہین درکا مرغان گلشن سے گیا — یہ بے حوصلہ ہمکو رسوا کرین

کہپا عشق کا جوشش دل مین بہلا — کہ بد نام ہو وین جو سودا کرین

بری حال اوسکے گلی مین سے ہے میر

جو اٹھہ جائین وان سے تو اچھا کرین

ہجر مین روتا ہون ہر شب مین تو اس صبح تریبالا — وی اندہیری منہہ پر سی جو نکلہو شدت سی یان

کسقدر بیگانہ خو ہین مردمان شہر حسن — بات کرنا رسم عادت ہی نہین الفت سی یان

اٹھہ گئی ہین جیسی ہم سونا پڑا ہی باغ سب — شور ہنگام سحر کا مہر سے مدت سی یان

سر کوئی پہوڑی محبت مین تو بارے اسطرح — مر گیا ہی عشق مین فرہاد جس قدرت سے یان

دلکشی اس بزم کی ظاہر ہی تم دیکہو تو ہو — لوگ جی دیتی چلی جاتے ہین کس حسرت سی یان

صورتون سی خاکدان یہ عالم تصویر ہے — بولین کیا اہل نظر خاموش ہین حیرت سی یان

فہم حرفون کی تنافر کا بہی یارون کو نہین — اسپہ رکہتے ہین تنفر سب مری صحبت سی یان

پیچ روزہ عمر کرئی عاشقی یا زاہدی — کام کچہ چلتا نہین اس تہوڑی سی مہلت سی یان

کیا سر جنگ جدل ہو بیدماغ عشق کو

صلح کی ہی میر نی ہفتاد و دو ملت سی یان

داغ غم قسمی کیا یہ جو ہوا آگ لگائی سینے مین — جہاتی سی وہ منہہ نہ لگا ٹک گر اس ہی مہینے مین

کہا تہا مُنہ کہ ہر حرف پر ہے بوسۂ لب ۔ جو باتین کین ہین تو اب قرض کا حساب کرو

قطعہ

ہوا ہی اہل مساجد پہ کام از بس تنگ ۔ نہ شب کو جاگتے رہنے کا اضطراب کرو

خدا کریم ہی اوس کی کرم سے رکہکر چشم ۔ دراز کہینچو کسو سیکدے مین خواب کرو

جہانمین دیر نہین لگتی آنکہین مندتی میر ۔ تمہین تو چاہیے ہر کام مین شتاب کرو

وہ گل سارو سرا ہوں یا پیچدار مو کو ۔ نرمی بہی کاش دیتا خالق ٹک اوسکی خو کو

ان گیسوؤں کی حلقے ہین چشم شوق عاشق ۔ وی آنکہین دیکہتی ہین حسرت سی اوسکی رو کو

دم کی کشش سی کوشش معلوم تو ہی لیکن ۔ پاتی نہین ہم اسکی کچہ طرز جستجو کو

آلودہ خون دل سی صد حرف منہ پر آئے ۔ مرغ چمن نہ سمجہا انداز گفتگو کو

دل میر دلبرون سی چاہا کرے ہے کیا کیا ۔ کچہ انتہا نہین ہے عاشق کی آرزو کو

عجب گر تیری صورتکا نہ کوئی یار عاشق ہو ۔ جو صحن خانہ مین تو ہو در و دیوار عاشق ہو

تجہے اکبار گر دیکہے کوئی بیجا ہو دل اسکا ۔ خرام ناز پر تیری لگا گہر بار عاشق ہو

تری چہاتی سی لگنا ہار کا اچہا نہین لگتا ۔ مبادا اس وجہ سی گل رو گلی کا ہار عاشق ہو

کتنے دنون کہا تھا دلا ضبط نالہ کر

پھر شب کو ناشکیبی سے نالان ہوا نہ تو

ہوتا ہے میر روسے سخن آدمی اور

افسوس ای ستمزدہ افسانہ ہوا نہ تو

کیا کرون مین صبر کم کو اور رنج بیش کو

کھول آنکھین صبح سے آ گئی کہ شیر لیڈ کی

عشق کے بیتاب کی آزار مین منکر شتاب

دشمن اپنا مین تو فکر دوستی ہی مین رہا

زہر دیوین کاشکی احباب اس درویش کو

دیکھتے رہتے ہیں غافل وقت مرگ عیش کو

جان دیتے دیر لگتی ہے نہین دلریش کو

اب کہون کیونکر سلامت جان عشق اندیش کو

مختلط ترسا بچون سے شیرخانہ مین رہا

کن نے دیکھا مسجدونمین میر کافر کیش کو

نازکی کوئی یہی ٹھسک ہے جی کا ہیکو تڑپاتی ہو

غیر کی ہمراہی کی عزت جی مارے ہے عاشق کا

سرت نہین ہے بال ہین بکھرے پیچ گلمین نگڑی گی

پردہ ہم سے کر لیتی ہو جب آتی ہو مجلس مین

سوچ نہین ہے فقیر ہے اپنا جیب یہ دیوانا

رفتہ عشق کسو کا یار و راہ چلی ہے کسکی کے

آتی ہو تمکین سے ایسی جیسی کہین کو جاتی ہو

پاس کبھو جو آتی ہو تو ساتھ اک تحفہ لاتی ہو

ساختہ ایسی بگڑی رہو ہو تم جیسے مرہ ماتی ہو

آنکھین سب سے ملاتی ہو کچھ ہم ہی سے شرماتی ہو

ٹھوکر لگتی ہے دامن کو کس ناز سے تم یان آتی ہو

کون ہا ہے آپ مین یان تم کسکی تئین سمجھاتی ہو

تصویر قیس و لیلی تک ہاتھ لے کے دیکھو

کیسے ہیں عاشقی کی حیران کار دونون

دست جنون نے ایسی کپڑون کی دھجیان کین

داماں جیب میرے ہیں تار تار دونون

برسات کی سی بارش روتی ہیں پھر بھی تھی

ابر اور دیدۂ تر روتی ہیں زار دونون

دن ہیں بڑے کبھو کے راتیں بڑی کبھو کی

وارفتہ ہی گلستان اوسکے روپ مین کا
ہی فصل گل یہ گل کا اب وہ نہین مزا کچہ

وہ آرسی کی آگے بیرون ہی بی تکلف
سنہ سی ہماری اسکو آتی نہین حیا کچہ

دل ہی کی غم مین گذری وسن جو عمر کی تہی
اوہیچ ہی اس نگر سی جاتا نہین دیا کچہ

سنہ کر بہی میری جانب سوتا نہین کبہو کچہ
کیا جانون اوسکی جی مین ہی اسطرف سی کیا کچہ

دل لی فقیر کا بہی ہاتہون مین دل دہی کر
آجای ہی جہانین آگے لیا دیا کچہ

یارون کی آہ وزاری ہووی قبول کیونکر
انکی زبان مین کچہ ہی دلمین ہی کچہ دغا کچہ

ساری وہی حقیقت ملحوظ سب مین کہیی
کہیی نمود ہووی جو اسکی ماسوا کچہ

حرف و سخن کی اوس سی اپنی مجال کیا ہی
ان نی کہا ہی کیا کیا مین نی اگر کہا کچہ

کبتک یہ بد شرابی پیری تو میر آئی
بازی کی ہو صیا اب کر چلو بہلا کچہ

حیرت طلب کو کام نہین ہی کسو کی ساتہہ
جان عزیز ابہی ہی مری آبرو کی ساتہہ

یکرنگ آشنا ہین خرابات ہی کے لوگ
سر میکشونکی پہوٹتی دیکہی سبو کی ساتہہ

قمری کا لو ہو پانی ہوا ایک عشق مین
آتا ہی اسکا خون جگر آبجو کی ساتہہ

خالی نہین ہی خواہش دلسی کوئی بشر
جاتی ہین سب جہانسی یک آرزو کی ساتہہ

دم مین ہی دم جہان تئین گرم تلاش ہون
سو پیچ و تاب رہتی ہین ہر ایک سو کی ساتہہ

ہی بلا دہوم دل تڑپنی کی — ایسا ہوتا نہیں ہے اودھم بھی

کچہ نہیں اور دیکھین ہین کیا کیا — خواب کا سا ہے یان کا عالم بھی

حیف دل جا نہ پڑ گئی جی کی — ورنہ غم کرتے لیتے ماتم بھی

حرم کعبہ کا نپایا بھید — نہ ملا وان کا ایک محرم بھی

خشک زاہد تھا شیخ حیف موا — یون تو یار اوسکو دیتے تھے دم بھی

کب ہی جاتا ہے آدمی اے میر
آفت جان ہے عشق کا غم بھی

لطف ہی کیا انواع ستم جو اوسکو کوئی بیان کرے — گوشہ زدا کدن ہوویں کہین تو ای لطفی سو زبان کرے

ہم تو چاہ کر اس تہر کو سخت ندامت کہینچی ہے — چاہ کرے اب وہ کوئی جسکو چاہت کا ارمان کرے

سود مین دلکی نفع جو چاہے خام طمع سودائی ہے — سارا سارا عشق مین کیا جی کا بہی نقصان کرے

حشر کی ہنگامے مین چاہین داد عشق تو حسن نہین — کا شکی یان وہ ظالم اپنے دل ہی مین دیوان کرے

آتش خو مغرور سہی ویسی عہدہ برا کیا عاشق ہو — دلکو جلاوے منت رکہے جی مارے احسان کرے

مین عشق غم افزا سے کام نہایت مشکل ہے — اب نہین نعمیری دلکو شاید عشق آسان کرے

کہنے مین یہ بات آتی نہین ہے سیر خدا کی قدرت کے
موند کر آنکھین میر اگر تو دل کی طرف ٹک دہیان کرے

امید ہر نہین آتا وہ آوی تو تصدق کر	ہی جامہ اوٹھا و نیگی گہر بار لٹا دینگی

معشوقوں کی گرمی ہی ای میر قیامت ہر
چہاتی مین گلے لگ کر ٹک آگ لگا دینگی

جنگل مین چشم کسنی بستی کی رہبری کی	صاحب ہی نی ہماری یہ بندہ پروری کی
نت شب سنگی شور میں کچہ کی نہ بید ماغی	اسکی گلی کی سگ نی کیا آدمی گری کی
کرتی نہین ہین دل خون اس رنگ سی حنا کا	ہم دل شدونکی ان نی کیا خوب دلبری کی
اندر بی کیا ٹک ہی آدم کی حسن مین بہی	اچہی لگی نہ ہمکو خوش صورتی پری کی
ہی اپنی مہر ورزی جانکاہ و دل گدازان	اس رنج مین نہین ہی امید بہتری کی
رفتار ناز کا ہے پامال ایک عالم	اس خودنمائی کیسی خودرائی خودسری کی
اے کاش اب نہ چھوڑی صیاد قید یون کو	جی ہی سی مارتی ہی آزادی بی پری کی
اس رشک مہ سی ہر شب ہی غیر سے لڑائی	بخت سیہ نی باری ان روز ون یاوری کی
کٹ بچ رہان ہی کی ہین صرف کی نزیسے	ہیسی دری ہیسر دی کی پہر لیکئی گہری کی

گذری لبسان صرصر عالم سی بے تامل
افسوس میر تمنی کیا سیر سرسری کی

اکثر کی بید ماغی ہر دم کی سرگرانی	اب کب گئی اٹھائی ہی زور ناتوانی

۳۶۴

کرین ضبط گریہ سو دل کی عمارت	ہوئی چشم تر اس خرابی کی بانی
ملادی ہو خاک ہی آدمی کو	محبت ہی کوئی بلا آسمانی

گرامی گہر میر جی تھا ہمارا
دل عشق مین قدر ہمنے نجانی

چلتی ہو تو چمن کو چلئی کہتے ہین کہ بہاران ہے	بات ہری ہین ہوا کہلی ہین گم باد بو باران ہے
نگہوا سے یون جھکی ہے جیسے شراب جو آئی ہین	آگے ہو میخانہ کے نکلو عہد بادہ گساران ہے
عشق کے میدان داران مین بھی یہ کنکا بہت وصف ہے	یعنی مصیبت ایسی اٹھانا کار کار گذاران ہے
دل ہی داغ جگر ہی ٹکڑے آنسو ساری خون ہوئے	لوہو پانی ایک کرے یہ عشق لالہ عذاران ہے

کوہکن و مجنون کی خاطر دشت و کوہ مین ہم نگئی
عشق مین ہمکو میر نہایت پاس عزت داران ہے،

ہم اس مرتبہ پہر بہی لشکر گئے	تعب ایسی گذری کہ مر مر گئے
نظر اک سپاہی پسر سو لڑی	قریب اسکی تلوار کر کر گئے
بہم مہر ورزی کی سرگرم تھے	خدا جانی وہ لوگ کیدہر گئے
لہو میری آنکھوں نہین آتا نہین	جگر کی نگر زخم سب بہر گئے
رباط کہن مین نہین میر جی	ہوا جو لگی وی بہی باہر گئے

روز وداع لگا چھاتی سے وہ جو خوش پرکار گیا
گور بغیر آرام اسکو دنیا میں پھر کوئی نہیں
ضعف دماغی جسکو ہوے عشق کے رنج و محنت سے
شور جرس شبگیر کا غافل طیاری کا تکیہ ہے
بال نہیں عاشق کی بدن پر ہر بن مو سے مو رُود
(جسکو ہوے عشق کے رنج و محنت سے) ہر بن مو سے مو لگتا ہے

دل ٹر رہا ہے جان کبھی ہے سینہ سارا جلتا ہے
عشق کا مارا آوارہ جو گھر سے اپنے نکلتا ہے
جی بھی سنبھلتا ہے پر بعد از دیر سنبھلتا ہے
یعنی آنکھ نہ لگنے پاوے قافلہ صبح کو چلتا ہے
بل کر اسکو جلاوی کیا ہو آپھی جلتا بلتا ہے

میر ستم کشتہ کی سماجت ہے مشہور زمانے کی
جان دیئے بن آگر سے اسکے کب وہ ظالم ٹلتا ہے

جب سے ستارہ صبح کا نکلا تب سے آنسو جھمکا ہے
آمد و رفت دم کی اوپر پہنچی بنا ہے زیست کبھی
کہہ صوفی حال ہنگامی میں لطف نہیں اب مسجد میں
کیا امید رہائی رکھے ہمسا رفتہ وارفتہ

دل ٹر رہا اس پہر دن پر کو ہمارا دھمکا ہے
دم سو ہوا آوے نہ آوے کسکو بہر وادمکا ہے
ابر ہے باران باد ہے ترک رنگ بدن میں جھمکا ہے
دل اپنا تو زنجیر میں اس زلف خم در خم کا ہے

دل کی نہیں بیماری ایسی جس میں ہوا امید بھی
کیا سنبھلے گا میر ستمکش وہ تو مارا غم کا ہے

خواہش دل کی کس سے کہیے محرم تو ناپیدا ہے
ہیں متوقع پرسش اسکی ہم جو گرے ہیں بستر پر

چپ ہیں کچھ کہہ سکتے نہیں چمن میں ہمار کیا کیا ہے
رہنا اس بدحالی سے اپنے حق میں اچھا ہے

ابر کوئی رویا جو [illegible] پر برسوں وادی لیلیٰ میں
سیر کیا وہ قطعہ زمین کا [illegible]
شہر حسن عجب بستی ہے [illegible]
سب تو متاع گران قیمت پھر اسکی [illegible]
در بدر و رسوائی عاشق شائع [illegible]
جان گئی ایسا ہی تو جی سے جانا جانا ہے
[illegible]

دیکھیہ رہ بیچ خرام ناز اوسکا — پر کسو پاس گر رہا بہی جاے
درد دل طول سی کہی عاشق — روبرو اوسکے جو کہا بہی جاے
حیرت گل سی آبجو ٹھٹہکا — یہی بہتیر ہی بہا بہی جاے

کیا کوئی اوس گلی مین آوی میر
آوی تو لوہو مین نہا بہی جاے

اب ترک کر لباس توکل ہی کر رہے — جیسے کلاہ سر پہ رکہی در بدر رہے
اس دشت سی غبار ہمارا نہ ٹک اوٹہا — ہم خانمان خراب نہ جانا کہ ہر رہے
آنے سے اس طرف کے تری مین نے غش کیا — شکوہ بہی اوس سے کیجیے جسکو خبر رہے
دونون طرف سے دیدہ درائی نہین ہے خوب — اس چاہ کا ہی لطف جو آپسمین ڈر رہے
جبتک کہ خون دل مین جگر مین مژہ ہون نم — نہ کچہ بہی جو نہو دی تو کیا چشم تر رہے
رہنا گلی مین اوسکی نہ جیتے جی ہو سکا — ناچار ہو کی وان جو گئی اب سو مر رہے
عاشق خراب حال ترے ہین گری پڑی — جون لشکر شکستہ پریشان اتر رہے

عیب آدمی کا ہی جو رہا اس دیار مین
مطلق جہان نہ میر رواج ہنر رہے

پہر اب جلو چمن مین کہو غنچہ رک گئے — شاخون میں مست بہول نہالونکی جہک گئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان نجم

دل رفتۂ جمال ہی اوس ذوالجلال کا
مستجمع جمیع صفات و کمال کا

ادراک کو ہی ذات مقدس مین دخل کیا
اودہر نہین گذار گمان و خیال کا

حیرت سی عارفون کو نہین راہ معرفت
حال ان زرکیہ ہی بیان اونہونکی حال قال کا

ہی قسمت زمین و فلک سے غرض نمود
جلوہ دگر نہ سب مین ہی اوسکی جمال کا

مرنے کا بہی خیال رہے نجم اگر تجہے
ہی اشتیاق جان جہانکی وصال کا

ہی حرف خامہ دل زدہ حسن قبول کا
یعنی خیال سر مین ہی نعت رسول کا

سخن مشتاق ہے عالم ہمارا
غنیمت ہے جہان مین دم ہمارا

پہلے تدارک کچہ ہوتا تو نفع بہی ہوتا سو تو میر
کام ہی آخر عشق مین اسکی بیارون بدحالونکا

اگر ہنستا اسے سیر چمن مین اب کی پاؤن گا
تو بلبل آشیان تیرا ہی مین پہونکوں جلاؤنگا

مجہے گل اسکی آگی خوش نہین آتا کچہ اسیر بہی
جو تو آزردہ ہوتی ہی گلستان مین نہ آؤنگا

بشارت ای صبا دیجو اسیران قفس کو بہی
تسلی کو تمہاری سر پہ رکہہ دو پہول لاؤنگا

دماغ ناز برداری نہین ہی کم دماغی سے
کہانتک ہر گہڑی روٹہی کو پہر پہرون مناؤنگا

خشونت بدسلوکی خشمگینی کس لیئے آہی
نہ منہ کو پہیر پہر پہریان نہ آؤنگا جو جاؤنگا

ابہی ہون منتظر جاتی ہی چشم شوق ہر جانب
بلند اس تیغ کو ہونی تو دو سر بہی جہکاؤنگا

بلا مین زیر سر ہون کاش افتادہ رہون یونہین
اوٹہا کر خاک سے تو میر ہنگامے اٹہاؤنگا

رسوائی شہر ہی یان حرف و سخن ہمارا
کیا خاک مین ملا ہی افسوس فن ہمارا

دل خون ہو گیا تہا غم لکہتے سو رہی ہی
شنگرف کی قلم سا پر خون دہن ہمارا

ظل ریاض مین شب مہتاب کی نہین گل
انگارون سی بہرا ہے اس بن چمن ہمارا

میدان عشق مین تو قیمہ بدن ہوا ہے
تہ کر کی خاک ہی مین رکہدین کفن ہمارا

میر اسکی آنکہین دیکہین ہمنے سفر کو جاتے
عین بلا ہوا ہے سواب وطن ہمارا

میر جوان نے منہ کو ادہر کر سے کوئی بات کہی
لطف کیا احسان کیا انعام کیا اکرام کیا

عشق ہو حیوان کا یا اُنس ہو انسان کا
عاشق و معشوق کی مین طرفہ صحبت ہے میر کی
مین خرد گم عشق مین اس لڑکی کی آخر ہوا
مرنا اسکی عشق مین خالی نہین ہے حسن سے
گر پڑینگی ٹوٹ کر اکثر ستارے چرخ سے
ہر ورق ہر صفحے مین اک شعر شور انگیز ہے
کیا ملاوے آنکھ نرگس اسکی چشم سرخ سے
بات کرتی جاے ہے منہ تک مخاطب کی جھلک

لاگ جیکی جس سے ہو دشمن ہے اپنی جان کا
ایک جی مارے ہی مرہون لیک ہے احسان کا
یہ ثمر لایا نہ دیکھا چاہنا نادان کا
رشک کی قاتل ہے جو کشتہ ہے اس میدان کا
ہل گیا جو صبح کو گوہر کسیکے کان کا
عرصۂ محشر کا عرصہ ہے میرے بھی دیوان کا
زرد اس غمدیدہ کو آزار ہے یرقان کا
اس کا لعل لب نہین محتاج رنگ پان کا

کیا کہون سارا زمانہ کشتہ و مردہ ہے میر
اسکے اک انداز کا اک ناز کا اک آن کا

عشق ہمارے خیال پڑا ہے خواب گئی آرام گیا
عشق گیا سر دین گیا ایمان گیا اسلام گیا
کسکس اپنی کل کو روے ہجراں مین بیکل اسکا

جی کا جانا ٹھہر رہا ہے صبح گیا یا شام گیا
دل نے ایسا کام کیا کچھ جس سے مین ناکام گیا
خواب گئی ہے تاب گئی ہے چین گیا آرام گیا

٣٧٣

کیسا کیا جگر خون آزار کیسے کھینچے	آسان نہیں ہوا دل اندوہگین ہمارا
حرف و سخن تھے اپنے یا داستان جہان مین	مذکور بھی نہیں ہے یا اب کہین ہمارا
کیا رائیگان تھون کو دیکھ ہو گئے ہین کافر	ارشاد پر جواب تھا یہ کہنہ دین ہمارا
لخت جگر بھی اپنا یاقوت ناب سے ہے	قطرہ سرشک کا ہے در ثمین ہمارا
کیا خاک مین ملایا ہمکو سپہر دون نے	ڈھونڈھا نشان تربت پایا نہین ہمارا
حالت ہے نزع کی یان رک جاتے ہین ہم	آنکھون مین منتظر ہے دم واپسین ہمارا

اک عمر مہر ورزی جنکے سبب سے کی تھی
ہاتھے ہین میر انکو سرگرم کین ہمارا

آج ہمارا دل تڑپے ہی کوئی ادہر سے آویگا	یا کہ نوشتہ ان ہاتھون کا قاصد ہم تک لاویگا
ہم نہین لکھتے اسلئے اسکو شوخ بہت ہے وہ لڑکا	خط کا کاغذ بادی کریگا باؤ کا رخ بتلاویگا
رنج بہت کھینچے تھے ہمنے طاقت جبکی تمام ہوئے	اینچ کبھی پھر پاوینگے یہ وہ نہیں بہت پچتاویگا
آندھی سے ہم چاہ مین آگے گو ای ناصح پھر دیکھ	سوجھتا ہے کچھ کرتے ہنگے کیا تو ہمکو سمجھاویگا
عاشق ہو وہی تو بھی رب کچھ اسے کہا جاتا ہے	یعنے حال سنیگا وہ ہی ال کہہ کے کیسے لگاویگا
عاشق کے دلجوئی کی ہی آہ و رسم ہی واقف ہو	ہو جو ایسا گم شدہ اپنا اسکو نہ تو پھر پاویگا
آنکھین موندے ہی وہ پھر جو سوتے رہین بہتر ہے	چشمک کرنا ایک انہون کا سو فتنہ جگاویگا

مل گئے اوس سے گاہ گاہ تو کیا جمع باطل ہوں تو سو آئے تو کیا	دل رہے وصل جو مدام رہے ایک اللہ کا بہت ہے نام

میر کیا ہے فقیر مستغنی
آوے اوس پاس بادشاہ تو کیا

ہو کر فقیر صبر مری گور پر گیا جلتا ہوں میں سنوں کہ ہم ٹھہر گیا ہجران میں اسکے جی ہی گیا او زر گیا	بتیاں ہونکے جو رسے میں جب کے مر گیا ای آہ سر عرصۂ محشر میں بچ جا مفلس سو مر گیا نہ ہوا وصل یار کا

تیرے ہی رہگذر میں جی جا رہا ہی شوخ
سنیو کہ میر آج ہے کل میں گذر گیا

ہو کے عاشق بہت میں پچتایا نخل ماتم مرا یہ پہل لایا کیوں شگوفہ لے کہلنے کا آیا ہو سفیدی کا جس جگہ سایا	دل گیا مفت اور دکھ پایا مر گئے پر بہی سنگسار کیا صحن میں میرے اے گل مہتاب یہ شب ہجر ہے کہ ہی نور ہے

جیسے بیخود ہوا ہے اسکو دیکھ
آپ میں میر پھر نہیں آیا

بیدلی مین ہے میر غوش او سی سے
دسلکے جا بیٹھنا حیف غم نہوا

گل تلک داغ نو سی خونکی دامن مین پاک تھا
آج تو گشتہ کوئی کیا زینت فتراک تھا

کیا جنون کو روون تہی سحر اسکے گل منظ
لی گریبان ہے نہ دامن تک ایکہی چاک تھا

رو جو آئی رونیکو مژگان بہری ایک پل
راہ اس دور کی گویا خس و خاشاک تھا

ایکہ شمع شعلہ خوئی لالیے مین جل بجہا
جب تلک پہنچی کوئی پروانہ عاشق خاک تھا

بادشاہ وقت تھا مین تخت تھا میرا دماغ
اجلکے چارہ دل و راک جوش گل تریاک تھا

ڈہال تلوار اس جو آئی ساتہ اب ہیٹی نہین
وہ جفا آئین شتابی مین لڑکا ہی بیباک تھا

تنگ پوشی تنگ و رزمی اسکی جہین کپ گئی
کیا ہی وہ محبوب خوش ترکیب خوش پوشاک تھا

بات ہے جی مارنا بازیچہ قتل عام ہے
اتنی ہے صد چند اگر وہ نپدوہ سفاک تھا

غنچہ دل وا ہوا نہ باغون باغون مین پہرا
اب ہی ہی ویسا ہی جیسا پیشتر غمناک تھا

درک کیا اس دور سے گہہ مین میر عقل و فہم کو
کسکے تئین ان صورتون مین معنی کا ادراک تھا

عبداللہ سمیتن سے کیسا سونا
کہ مٹی کو ڑسے کا اب ہے بچھونا

بہت کے جستجو اسکے نپایا
ہمین در پیش ہے اب جی کا کھونا

تب زمزمہ کرتی ہے جو صد چہچہے ہو دل مین	بلبل سے کوئی سیکھے لی انداز سخن کا
اب شست نمک سے ہوئی تسکین جراحت	اب جوش ہے ہکسار مرے زخم کہن کا

جو چاک گریبان کہ دامن کی ہو زہ تک
قربان کیا میر اسے چاک کفن کا ❊

یہ نو جدا ہوں تو ہم گئے تھی جانکا تو کہئیے گا	پاس ہمارا گو نکرو تم پاس ہی اب رہیگا

ردیف بای

کب سے صحبت بگڑی ہے کیونکر کوئی بناے اب	نازو نیاز کا جھگڑا ایسا کسکے کہنے آئے اب
سوچے آتے ہین پر پکڑی گل رکھی ہے	کسکو دماغ رہا ہے اسکی حرف بسختی اٹھائے اب
تیغ بلند ہوئی ہے اسکی قسمت ہو نگی زخم رسا	مروا گر یہ جیسا جو ہم تو کوئی جراحت کھائے اب
داغ سروِ سینے کی میر ہی حسرت آگین چشم ہوے	دیکھین کیا کیا عشق ستم کش ہم لوگوں کو دکھائے اب
دم دو دم گھبراہٹ ہو تو ہو سکتا ہے تدارک بھی	جیسے چال ہے پیدا ہے تین گھڑی مین جائے اب
ہلکے داغ بھی گل ہین لیکن دل کی تسلی ہوتے نہین	کاشکے وہ گلبرگ ادھر سے باد اوڑا کر لائے اب

اسکی کفک کی پامالی مین دل جو گیا تھا شاید میر
یار ادھر ہو پانک تو وہ رفتہ ہاتھ آوے اب

دل خون ہوا اتنا یکسر پانی ہوا جگر سب	خون بستہ بنیان تھین پلکین سو اب ہین تر سب

رات سے شہرت اس بستی مین میر اٹھہ جانیکی ہے
جنگل مین جو جلد بسا جا شاید تھا بیمار بہت

باد صبا نے اہل چمن مین اس چہرے کی چلائی بات
اس لب و لہجے پر بلبل کو اسکی آگے نہ آئی بات

دور تلک قاصد کے پیچھے کچھہ کہتا مین جاتا تہا
شوق ستم کش ظالم نے کیا رفتہ رفتہ بڑھائی بات

آگ ہوا آتی ہے میر لال آنکھین کہہ گہور رہا
کیا جانو سرگوشی مین کیا غیر نے اس سے لگائی بات

لعل کو نسبت ان ہونٹوں سے نیا سب کا تصنع تہا
کچھہ بن آئی جب کسو سے تب یہ ایک بنائی بات

غیر سے کچھہ کچھہ کہتا تہا سو سامنے سے میر آیا مین
پھیر لیا منہ میری طرف سے یعنے مجھسے چھپائی بات

زرد چمن ہے پھر سوکھہ گئی یعنے نہین ہے ما بہت
عشق کی گرمی لگو پہنچی کہتی ہین آزار بہت

نالہ و زاری سے عاشق کی گیا ابر بہار طرف ہوگا
دل ہے نالان حد سے زیادہ آنکھین ہین بیمار بہت

برسون ہوئے اب ہم لوگوں سے آنکہ انہونکی ملتی نہین
برسون تک آپس مین ہا ہے اپنے جنہوں کی پیار بہت

ارض و سما کی پستی بلندی اتہو ہمکو برابر ہے
یعنے نشیب و فراز جو دیکھے طبع ہے ہموار بہت

سو غیر و نہین ہو عاشق تو ایک اسی سے شہر ویران
اس مستی مین آنکھین اسکی رہتی ہین ہشیار بہت

کم ہے ہمین امید ہے سو اتنی ترا رہی ہے پر اسکے
پچھلے دنون دیکہا تہا ہمنے عاشق تہی بیمار بہت

میر نہ ایسا ہووے کہین یہ کوئی پتھہ مار مرے
ڈانٹ ہے اس سے ہمکو بھی ونمار بہت

رہا تہا زیر دیوار اسکی میں شام میں جا کر … گری اس منہ میں پہر رہ گئی دیوار یا قسمت
موی ہم تشنہ لب دیدار کو حال آنکہ گریان تہی … نصیب اپکہ سوکہی چشم دریا بار یا قسمت
در مسجد پہ ہوکر بینوا بیٹہے ہیں یا ہادی … ہمیں تہی ورنہ میخانی میں تکیہ دار یا قسمت

نصیبون میں ہے جنکے عیش وہ ہی میر جیتے ہیں
جیے ہیں ہم ہی ہو مرنیکو تیے تیار یا قسمت

ردیف ثای مثلثہ

دلکو اس بہیر سی ہمنے لگایا ہے عبث … مہر کی رکہہ کر توقع جی کہپایا ہے عبث
دیکہکر اسکو کہڑی سو جیسے ہم عاشق ہوئے … بیٹہے بیٹہے ناگہان یہ رنج اوٹہایا ہی عبث
اپنی تو گبڑی ہے کوئی کام کی صورت نہیں … اُن دنون لطفی سی منہ اچہا بنایا ہے عبث
جیکے بہاتی وہ جو خط آتا تو بابت بہی تہے … لطف کر مرد یہ عاشق کی آیا بہی ہی عبث
تب تیغ خانہ باغیسہ اپنے نہوچہی بات بہی … کیا ہو تربت پر مری اب پہول لایا ہے عبث

رات دن سنتا ہے نالی یون نہین کہتا کبہو
میر دل آزردہ کو کسنے ستایا ہے عبث

ردیف جیم

کستا زہ مقتل پہ کہیندی تیر ہوا ہے گذار آج … زہ دامن کی بہری ہے اہو کسکو تو نے مارا آج

رنگ یہ ہے دیدۂ گریان سے آج
لہو ٹپکتا ہے گریبان سے آج

سر بفلک ہونے کو ہے کسکی خاک
گرد یک اٹھتی ہے بیابان سے آج

کون سو کیا کون نے صبر و قرار ہے آج
جو اس چمن میں یہ اک طرفہ انتشار ہے آج

سر اپنا عشق میں ہنسنے ہی یوں میں ہو چڑا تھا
پر اسکو کیا کہیں اور ونکا اعتبار ہے آج

گیا ہے جانب وادی سوار ہوکر یار
غبار گرد دیہر ہے بہت شکار ہے آج

جہان کے لوگو میں جسکے تھی کل میں عزت
اسے عزیزو کو دیکھا ذلیل و خوار ہے آج

سحر سواد میں چل زور پہونچے ہیں سر سون
ہوا ہے عشق ہی کل زرد کیا بہار ہے آج

سوار اوسکی ہی سرگرم گشت دشت مگر
کہ خیرہ تیرہ نمودار یک غبار ہے آج

سپہر چہڑیوں میں کل تک پہری تہا ستانے اپنے
عجب ہے سبکا اسی سفلہ پہ مدار ہے آج

نجار دل کا نکالا تہا درد دل کہہ کر
سو درد سر ہے بدن گرم ہی بخار ہے آج

کسو کے آنے سے کیا اب کہ غش ہے کل دل سے
ہمیں تو اپنا ہی اے میر انتظار ہے آج

ردیف جیم فارسے

آج ہمیں بدحالی سی ہے حال نہیں ہے جانکی بیچ
کیا عاشق ہونیکا نتیجہ یہ ہوتا ہے جہانکی بیچ

پایہ اسکی شہادت کا ہے عرش عظیم سے بالاتر
جو مظلوم عشق ہوا ہے ہر یکدم تا میدانکی بیچ

کیا کام اوسکو یانگی نشیب و فراز سے	رکھتا ہی پانون یکسہ کی ہموارہ دردمند
اس کاروان سرای کی ہے ہیچ رفتنی	حسرت سے انکا کرتی ہین نظارہ دردمند

سو بار ہو چلے سے اگر رنج کش ہو میسر
پھر فرط غم سے مرہی یکبارہ دردمند

ہے عشق کا فسانہ میرا نہ یان زبان زد	ہر شہر مین ہوئی ہی یہ داستان زبان زد
حسرت سے حسن گل کی جیکا ہوا ہون ورنہ	طیران باغ مین ہون مین خوش زبان زبان زد
مذکور عاشقی کا ہر چار سو ہے باہم	یعنے نہین کہانی میری کہان زبان زد
فرہاد و قیس و وامق ہر یک سے پوچھ تو تم	شہرہ نہین عشق کی ہون مین ناتوان زبان زد

کیا جانی میر کسکے غم سے ہے چپ و گر نہ
حرف و سخن مین کیا ہے یہ جوان زبان زد

کیا کہئے ہوئی مملکت ہستی مین وارد	بے یار و دیار اتنے ہوا اس بستی مین وارد
کچھ ہوش نہ تھا منبر و محراب کا ہمکو	صد شکر کہ مسجد مین ہوئے مستے مین وارد

الیضا

کچھ نہ پوچھ تباہ ہمکو دل اپنا ہے درد آلود	خاک اڑاتی کہان تک پھرے گی جہد سے آگے تو

ردیف زای معجمہ

بھری تھی مگر آگ دلمین وہ دونین
ہوئی اشک شورش سے اوسکی شرر پر

گیا لی جوان آنسوونکے تئین مین
سراسر ہین اب داغ سطح جگر پر

سر عجز ہر شام تھا خاک پر ہے
تہ دل ستے کیسے ہے آہ سحر پر

پلک اٹھے آثار اچھے نہ دیکھے
پڑی آنکھ ہرگز نہ روے اثر پر

طرف شاخ گل کے لچک سے نہ دیکھا
نظر میر کی تھے کسو کے کمر پر

غزل در غزل صاحبو یہ بھی دیکھو
نہین عیب کرنا نظر یک ہنر پر

بھروسا اسیرے مین تھا بال و پر پر
سو پروا ہوئے نہ قفس کے بھی در پر

سواران شایستہ کشتے ہین تیرے
نہ تیغ ستم کر علم ہر نفر پر

کھلا پیش دندان نہ اوسکا گریبچہ
کنھون نے بھی تھوکا نہ سلک گہر پر

جلے کیون نہ چھاتی کہ اپنی نظر سے
کسو شوخ پرکار رعنا پسر پر

نہ محشر مین چونکا مرا نبون خفتہ
وہی تھا یہ خوابیدہ اس شور و شر پر

کئے زخم کھا کر تہہ پیتا رہا دل
تسلی تھی موقوف زخم دگر پر

سنا تھا اوسی پاس لیکن نپایا
چلے دور تک ہم سے گئے اس خبر پر

سر شب کہے تھا بہانہ طلب وہ
گھر سے ایک رات آئی ہوگی پہر پر

گل کہا تو نے بلبل نے شور قیامت کا سا تہا
سہ نہیں کر لیتا تہا تلوار چلاتی ہم پر وے
گالی مار غم پر میں نے صبر کیا خاموش رہا
نادیدہ ہم نام خدا کی ایسے جیسے قحط زدہ کو

دیکھ چمن میں اس بن میر چلے جی ہیلاتے پر
یہ سمجھ گئی خونریزی میں آپ نے اوسکی پہر تیغ کے
رحم نہ آیا ٹک ظالم کو اس میر کے غم کہانے پر
دور رہتی میں کیا آنکہیں اپنی سبھی کے وا کرنے پر

حال پریشاں سن مجنوں کا کیا جلتا ہے جی اپنا
عاشق ہم بہی میر رہے ہیں اوس ہی کے دیوانے پر

روز سو نہیں رہ سکیں گے ہم بے شراب کیونکر
تہوڑی سی پانی میں بہی چل نکلی ابہی ہوا
چشمے بحیرے اب تک ہیں یادگار اوسکے
دل کے طرف کا پہلو سب متصل چلے ہے
اول سحور کہانا آخر صبوحی کرنا
اجڑی نگر کو دل کے دیکہو ہو ہوں جیسے ہیں ہو
جرم و ذنوب تو ہیں بے حد و حصر یارب
پیش از سحر اٹہے ہے آج اوسکی منہ کا پردا
خط میر آوے جاوے جو نکلے راہ ادہر کی

گذریگا اتقا میں عہد شباب کیونکر
بے تہ ہے میر نہ کہینچے یکدم حباب کیونکر
وہ سو کہے سب گئے ہیں چشم پر آب کیونکر
مخمل ہو فرش کیوں نہ آوے گی خواب کیونکر
آوے نہ اس عمل سے شرم و حجاب کیونکر
اب پہر بسے گی ایسی بستی خراب کیونکر
روز حساب لیں گے مجہسے حساب کیونکر
نکلے گا اسطرف سے اب آفتاب کیونکر
بہیجا نہیں ہے قاصد لاوے جواب کیونکر

سوز دل و جگر سے جلتا ہے تن بدن سب
میں کیا کہوں کوئی ہو ویسے عذاب کیونکر
پہرتا ہی اوسکا مجموعہ میر کا سے
یک حرف اس دہن کا ہوتا ہے کیونکر

دل کیا مکان اوسکا کیا صحن میر لیکن
غائب ہی تو سبھی مین میدان لا مکان پر

ردیف زای

آیا نہ پھر ادھر وہ مست شراب ہوکر
کیا پھول مرگئی ہین اس بن خراب ہوکر

صید زبون مین میری یکقطرہ خون نہ نکلا
خنجر تلے بہا مین خجلت سے آب ہوکر

وعدہ وصال کا ہی کہتی ہین حشر کے دن
جانا ہوا ولیکن وان سی شتاب ہوکر

دارو پیئی نہ ساتھ آ غیرون کے بیشتر یان
غیرت سی رہ گئی ہین عاشق کباب ہوکر

یک قطرہ آب اس بن مین نی اگر پیا ہے
نکلا ہی میر پانی وہ خون ناب ہوکر

ابر سیہ قبلہ سی اوٹھکر آیا ہی میخانے پر
بادہ کشونکا جھرمٹ ہی کچھ شیشے پیمانے پر

رنگ ہوا سی ٹپکے لگا ہی سبزہ مین کوئی پھول کھلا
یعنی چشمک گل کرتا ہی فصل بہار کی آنے پر

شور جنون ہی جوانونکی سر مین بالونمین زنجیرین ہین
سنگ زنان لڑکی پھرتی ہین ہر سو دیوانے پر

بیتابانہ شمع پر آیا گر پھرا پھر جل ہی گیا
اپنا جی بھی حد سے زیادہ رات جلا پروانے پر

قدر جان جو کچھ ہووی تو صرفہ بھی ہم میر کرین
منہ موڑین کیا آنی سی اوسکی اپنی جان کی جانے پر

رانون پاس گلے لگ سوئی نگی ہوکر ہے عجیب
ساتہہ کی پرہنی والی فارغ تحصیل علمی سی ہوگئی

دنکو ہی پردہ نہین ملتی ہمسے شرماتی ہین ہنوز
جہل ہی یکسب کے لڑکو نہین ہم دل ہلاتی ہین ہنوز

گل صد رنگ چمن مین ابا د خزان سی بکہر ہی گئے
عشق جنونکی بہار عاشق ہے امیر گل کہاتی ہین ہنوز

کب سی قیدی ہین یہ ہے نالش بسیار ہنوز
وہ ہہر چار رہ اس شہر سے کبکا نکلا
بالا بالا ہی بہت عشق میں باہی گئے یار
سال مین ابر بہاری کہین آ کر برسا

دل بہاران چمن کا ہے گرفتار ہنوز
ہر گلی جہانکتے پہرتے ہین طلبگار ہنوز
وہ تہ دل سے کسو کا نہوا یار ہنوز
لوہو برساہی ہی مین دیدۂ خونبار ہنوز

ابکی بالیدن گلہا تہا بہت دیکہو نہ میر
ہمسر لالہ ہے خار سر دیوار ہنوز

سرکش ہی تند خو ہی عجب ہی زبان دراز
پروانہ تیری چرب لسان سی ہوا ہلاک

آتش کا ایسا لایچہ کب ہی زبان دراز
ہر شمع تو تو کوئی غضب ہی زبان دراز

ردیف سین

یار ہمسے جدا ہوا افسوس
جب تلک آن کر رہی مجہ پاس

نہ جدا ہو کے پہر ملا افسوس
مجہمین تب تک نہ کچہہ رہا افسوس

۳۹۱

کیا میر اسیرونکو در باغ جو وا ہو
سبے رنگ ہوا دیکھنی کو جہاک قفس بس

آنکھہ کہلتے گئی بہار افسوس	گل کو دیکھا ہے نہ ہزار افسوس
جسکی خاطر ہوے کنارہ گزین	نہوے اوس سے ہمکنار افسوس
نہ معرفت نہ آشنا کوئے	ہم ہین بی یار و بے دیار افسوس
بیقراری نے یونہین جی مارا	اوسی نے عہد نے قرار افسوس
خون ہوئی دل ہی مین امید وصال	مر رہے جی کو مار مار افسوس
چارۂ اشتیاق کچھہ نہ ہوا	وہ نہ ہمسے ہوا دوچار افسوس
اک ہی گردش مین اوسکی آنکھونکے	پہر گیا ہمسے روزگار افسوس
کورا ہنی رہے گذر گھہ مین	نہوا یار کا گذار افسوس

منتظر ہی ہم اوسکے میر گئے
یان تک آیا کبھو نہ یار افسوس

کیا کیا تمنے ہمسے کہا تھا کچھہ نکیا افسوس افسوس	کیا کیا کہڑ رہا یا جی ہر بار الو ہو بیا افسوس صد افسوس
نور چراغ جان مین تھا کچھہ یونہین آیا لیکن وہ	گل سو ہی گیا آخر او یہ چھپتا سا دیا افسوس افسوس
رخصت مین پابوس کی بیکی جی جاتا تھا سو اون نے	ہاتھہ مین عاشق و دلبر کی دل نہ لیا افسوس افسوس

کیسا خودگم سر بکھیری میر ہی بازار مین
ایسا اب پیدا نہین ہنگامہ آرا دلفروش

ادہر آتا بہی وہ سوار ای کاش — اوسکا ہو جاتا دل شکار ای کاش
زیر دیوار خانہ باغ اوسکے — ہمکو جا ملتی خانہ دار ای کاش
کب تلک بیقرار رہیے گا — کچھہ تو ملنے کا ہو قرار ای کاش
راہ تکتے تو پہٹ گئین آنکھین — اوسکا کرتے نہ انتظار ای کاش
اوسکی پامالی سرفرازی ہے — راہ مین ہو مرا مزار ای کاش
پہول گل کچھہ نہ تہے کہلی جب چشم — اور بہی رہتے اک بہار ای کاش

اب وہی میر جی کہپاتا ہے
ہمکو ہوتا نہ اس سی پیار ای کاش

غصے مین ناخنون نے مری کی ہی کیا تلاش — تلوار کا سا گہاو ہی جی کا ہر خراش
صحبت مین اوسکی کیونکہ رہی مرد آدمی — وہ شوخ و شنگ دلربا و اوباش بدمعاش
بیرحم تجھکو ایک نظر کرنی تہی ادہر — کشتی کی تیری ٹکڑی ہوئی لیکئے بہی لاش
آباد اجڑا لکھنؤ چغدون سی اب ہوا — مشکل ہی اس خرابی مین آدم کی بود و باش
عمر عزیز یاس ہی مین جاتی ہی چلی — امیدوار اسکے نہ ہم ہوتے میر کاش

ردیف ضاد

ردیف طا

خبث یارون کا کر فسانو نہین	عیب کرنیکو بھی ہنر ہے شرط

لعل پارے ہین میر لخت جگر
دیکھکر خون رو نظر ہے شرط

رکھتا ہی میری دلسے تمہارا غم اختلاط	ہر لمحہ لحظہ آن و زبان ہر دم اختلاط
ہم وی بڑی رہتی ہین مردم کی شکل کیا	ان صورتو نہین ہوتا نہین باہم اختلاط

شیرین لبان جہان کی نہین چھوٹتے جا
ہون گو کہ میر صاحب و قبلہ کم اختلاط

ردیف ظای

لطف جوانی کے ساتھ گئے پیری ذکیا ہی کیا محظوظ	کیونکہ جئین یا رب حیرت ہی بڑی مزہ ایسی نامحظوظ
روز کرو ہر کو عیش کہو ہو ہمتو تمہارے دعا گو ہین	یو نہین ہمیشہ عشق مین اسکی رکھی ایسا خدا محظوظ

زردی منہ کی اشک کی سرخی دونون اتو رنگ پہ ہین
شاید میر بہت رہتے ہوئے ہو کی جدا محظوظ

ردیف عین

لئے داغ سر پہ جو آئی تھی شمع	سحر تک سب آنی ہی کھائی تھی شمع
پتنگے کے حق مین تو بہتر ہوئے	اگر موم کی بھی بنائی تھی شمع

ہرگز طرف نہو سکے رخسار یار کے	پہنچے ہی اوسکے سامنے گلزار کی طرف

کچہ گل صبا کا لاگو نہین اس چمن مین میر
کرتی ہین سب ہی اپنی طرفدار کی طرف

نظر کیون گئی رو و موکی طرف	کھنچا جای ہی دل کسو کی طرف
ندیکہو کبہو موتیون کی لڑی	جو دیکہو مری گفتگو کی طرف
اگر آرسی مین صفائی ہی لیک	نہین کرتی منہ اوسکی رو کی طرف
جرسے نہ کہین کو دسہہ مغز مین	نگر شانہ تو گل کی بو کی طرف

اوسے ڈہونڈہتے میر کہوئی گئے
کوئی دیکہے اس جستجو کی طرف

ہنستے ہنستے مار رکہا تہی جو ہم ظریف	ہے یار بہی ہمارا قیامت ستم ظریف

ایضاً

بہار و باغ و گل و لالہ دلربا بن حیف	بہرین ہین ہو سکے تو جیب و کنار لیکین حیف

ایضاً

اری تجہہ بغیر لالہ و باغ و بہار حیف	گل سی چمن بہرین ہون نہو تو ہزار حیف

ردیف قاف

رونا جہان تو عین آرزو ہی لیکن — روتا ہون رو یا جاوے میر کر گئی جہان تک

اکثر صداع محکور رہتا ہی عاشقی مین — تصدیع درد و غم سی کہینچی کوئی کہان تک

آوارہ ہی ہوئی ہم سر مار مار یعنے — تو پر نکل گئی ہین اپنے سب آشیان تک

ای وای بد نصیبی سر سی بہی گذری لیکن — پیشانی تک نہ پہونچی اس خاک آستان تک

نفع کثیر اٹھایا کر عشق کی تجارت
راضی ہین میر اتنے ہم جانکی زیان تک

دلکی ترسی نی ہلاک کیا ہی دہر مین اوسکی اوڑائی گی خاک — خشک ہوا خون اشک کی بدلی رنگ رو نسے آئی خاک

صورت ملکی ہم آئینہ کی سی ظاہر فقر نہین کرتے — ہوتی ساتی روتی پاتی اونے منہ کو لگائی خاک

پیچ و تاب سی خاک بہی میری جیسی بگولا پہر لگی — سر مین ہوا ہے اوسکی بہت تہی تب تو ہوئی ہے اپنی خاک

اور غبار کسو کی دلکا کس انداز سے نکلے آہ — روی فلک پر بدلی سی تو سارے ہمارے چہا گئی خاک

نعمت نگار رنگ حق سی پہر بخت سیہ کو نہین — سانپ ہا گو گنج کی اوپر کہائی گو تو کہائی خاک

اپنی تئین گم جیسا کیا تہا یان سر کہینچ کی لوگون نے — عالم خاک مین ویسی ہی اب ڈہونڈہی اون نے پائی خاک

آتش نہین انسان سی اچہا عشق و جنون آئی آفت ہین — فرق ہوئی کیا چہوڑے ہی آدم مین اوسکی جدائی خاک

ہو کی فقیر گلی مین اوسکی چین بہت سا پایا ہم — لیکے سرہانی تہر رکہا جا بی فرش بچہائی خاک

قلب گداز ہین جنکی وی بہی مٹی سونا کرتی ہین — میر اکثیر بنائی انہون نے جنکی جہان سی اٹہائی خاک

جی ہمیر نے دیا تھا ایک وصل یار
افسوس ہے کہ مفت ہوا یہ جوان ہلاک

جب کبھی تو بہت تمنی تو گوش ہوش تھو ٹک
اب جو بہاتی جلی فی الواقع لطف نہیں ہے بہت گا

چپکے چپکے کسو کو چاہا ہو چھپی آئی نہ ہو ٹک
صبر کو کیا ہوتا ہے یون پڑ رہیں لگ کے دیکھو ٹک

آنکھیں کھولیں حال کی کہتے دیر ہوئی ہے بس بخیر
ساری رات کہانی کہی ہے میر اب چلکر سو ٹک

ردیف کاف فارسی

رہتی بات کہیں ہم کس سے کہ دے تیر یاں اکثر ہیں گم
بد تر آپ سے پاؤں کسو کو تو میں اسکا عیب کہوں

سرگرم ہیں راہ رو بیں خود گم ہی رتبہ ہیں لوگ
خوب تامل کرتا ہوں تو سب مجھ سے بہتر ہیں لوگ

دیوانی ہیں شہر وفا کی راہ و رسم کی ہم تو میر
دل کی کہیں جی دینی قاطبتاً گھر گھر ہیں لوگ

رہتے ہیں اسی لاگ پہ ہم بیقرار الگ
تھا گرد بوئی گل سے بھی دامن ہوا کا پاک
پاس اسکا بعد مرگ ہے آداب عشق سے
ناگاہ اس نگاہ سے ہیں بھی ہوا نہان

کرتے ہیں دور سے ہی تماشائی یار الگ
کیا ابکی اس چمن سے گئی ہے بہار الگ
بیٹھا ہے میری خاک سے اٹھکر غبار الگ
جاتا ہے جون نکلکے کسو کا شکار الگ

ردیف لام

بستر سے اوس کے پھول تر و تازہ لگ گئے ۔ سو کچھ ہی دیر رکھے تو ہوتا ہے خار گل

دیکھا کبھو نہ ہم نے سنا ہے فگندہ میر
داغ جنوں ہے سر پہ ہمیشہ بہار گل

صد ہزار افسوس اگر خالی پائی جائے گل ۔ ہے خزانہ میں دل سے لب تلک ہائے گل ایوائے گل
بد نصیبی ہے ہوئے ہم موسم گل میں اسیر ۔ تھوڑا ہے پیشانی میں اپنی سجدہ ہائے پائے گل
دعوی حسن سراپا تھا یہ نازاں تجھکو دیکھ ۔ شاخ میں گل جھڑ گئے یعنی بہت شرمائے گل
کیا گل مہتاب و شبو کیا سمن کیا نسترن ۔ اس حجرے میں نقش پا سے اوسکے پائے گل
جیتے جی تو داغ ہی رکھا موئے پر کیا حصول ۔ گور پر دلسوز یسی جیوں شمع سر کھلائے گل
بیدلی بلبل نکر تاثیر میں گو تو ہی داغ ۔ خوش زبان عشق کی جب ہم نے بھر کھائے گل

اس چمن میں جلوہ گر جس سے ہے خوباں میں میر
موسم گل میں کہیں اس خوبی سے کب آئے گل

رنگ ناز رنگ چمن میں اسکے موسم گل میں آئے ۔ ہمتو اس بن داغ تھے سو اور بھی جلکر کھائے گل
بار رنگ گل کی بو کر جیسے یاد رکھا تب عرق میں ۔ طرفہ تو یہ ہے اب منت سے گور پہ میری لائے گل

آتی شب گل سیر میں کیا صبح بہار سے کیا حاصل
داغ جنوں ہر سر پہ ہمارے شمع کی رنگوں چھائے گل

عشق سے تمہارے رہی جان آئی گھر سے نکلکر ہم
باہر پہ دیکہا یہی فلک ہے جاوین جلکر کیدہر ہم

بل کہائے ان بالونسے کب عہدہ برا ہوئے ہین ہزار
نکلے گا سانپ نکلا ہے ٹک جو جلی تہی بل کر ہم

مست پوچہہ کہ پچہتاتے ہین کیا کیہے گہبراتے ہین
جی تو لیا ہے پاس بغل مین وان بیٹہے ہین ٹرلکر ہم

بے تنگ ہو دو کیا پہرتے ہو وریدار کے ہم سے تشنونکو
پانی بہی پی سکتے نہین ٹک اپنی جگہہ سے ہلکر ہم

عشق میں ہوتا واقع مین تو سیدہے جاتے تیغ تلے
راہ ہوس کی پہرلی ہمنے یعنی چلے ہین ٹلکر ہم

ہوائے جوانی شور کنان پابوس کو اسکے پہرتے تہے
اب چپ بیٹہے رہے ہین یکسو ہاتہ بہت سے ملکر ہم

آگے تو کچہہ اس کی آہین گرم شعلہ فشانی تہین
اٹہو ہوئے ہین میر ایک ڈہیری خاکستر کی جلکر ہم

ڈول لگائی بہتیری پر ڈہب پہ کبہو نہین آتے تم
آنا یکسو کب یکہو ہوا یدہر آئے جاتے تم

ہر صورت کو دیکہہ رہو ہو ہر کوچے کو جہانکو ہو
آگے عشق کیا ہوتا تو پہرتے جی نہ کہپاتے تم

چاہت آفت کنفت کلفت مہر و وفا رنج و بلا
عشق ہی کے سب نام ہین دل کاش کہین نہ لگاتے تم

شایق ہو مرغان قفس کے آئے گہر صیادونکی
پہول اگر دیکہین گو انکی کاش چمن سے لاتے تم

دونون طرف کشش رہتی تہی نیا نیا تہا عشق اپنا
دہوپ مین داغ ہوئے تو گرمی سے گل کہاتے تم

کیہر اب وہ بگڑینگی جو دیکہہ نسکتے دل تنگی
رکتے پاتے ٹک جو ہمین تو دیر تلک گہبراتے تم

کیا کیا شکلین محجوبونکی پردہ غیب سے نکلی ہین
منصف ہو ٹک اے نقاشان ایسے چہرے بناتے تم

سر نہ بالین سے اٹھاویں کاشکی بیمار عشق
ہوگا یک ہنگامہ بر پا فتنہ زیر سر ہیں ہم

سو طرف لیجاتی ہے ہمکو پریشان خاطری
یان کسو ڈہونڈہے سو ہم کیا جانیے کیدہر ہیں ہم

گر نہ رہیں کیا کرین ہر چار سو ہے بیکسی
بیدل و بیطاقت بیدین و بے دلبر ہیں ہم

وہ جو رشک مہ کبھی اس راہ سے نکلا نہ میر
ہم نہ رکھتے تھے ستارہ یعنی بد اختر ہیں ہم

کہا سنتے تو کاہے کو کسو سے دل لگاتے تم
نجاتی اسطرف تو ہاتھ سے اپنے نجاتے تم

شکیبائی کہان جو اب رہی جاتی ہوئی عزت
کوہ ہر دو نازہ جبین سے سر فرو ہرگز نہ لاتے تم

یہ حسن خلق تم میں عشق سے پیدا ہوا ورنہ
گہڑی میں روٹھ کو دودو پہر تک کب بناتے تم

نظر دزدیدہ کرتے ہو جھکی رکھتے ہو پلکو نکو
لگین ہوتین نہ آنکہیں تو یہ آنکھوں کو چھپاتے تم

یہ ساری خوبیان دل لگنے کی ہین مت گئے بانو
کسو کا بار منت بے علاقہ کب اوٹھاتے تم

پہرا کرتے تھے جب مغرور اپنے حسن پر آتے
کسو سے دل لگا جو پوچھتے ہو آتے جاتے تم

جو ہوتے میر سو سر کی نکرتے اک سخن انسے
بہت تو یان کہاتے ہو نہ منہ غصے سے چباتے تم

اسکی گلی میں غش جو کیا آ سکے نہ ہم
پہر ہوش کر وہیں کہیں گہر جا سکے نہ ہم

سو دے تو غنچہ ہو کسو گلشن کی آس پاس
اس تنگ نا میں پاؤں بھی پہیلا سکے نہ ہم

۱۰۴

نہ عشق کا کہین نام و نشان تہا
بہت کرتا رہا وارد وارد مین
گیا صبح آخر آزار [illegible]
ہوا ہون ایک مدت مین رہا مین
نظارہ بہی غنیمت ہے [illegible] پہم
ہوا تہا کسی کو آشنا [illegible] مین
کسو کو دل نہین مینے [illegible]
چمن مین غنچہ پیشانی رہا مین
[illegible]

ہوا تہا شہرہ جب نام خدا مین
ہوا تہا میر مشکل عشق مین کام
گیا پتہر جگر کی ہوا مین
فرہاد سے کیا لوگ ہین ان ہی کو عجب ہین
رہتی ہے خلش نالون کی میر کے دل شب مین
حسرت کی جگہہ ہے کہ سبزان گلی اندام
جاتی ہین چلی آگے سے آنکہ نہین ڈہب مین

باتین کذہب ترتیب کی ساری ہوئین قبول
مجلس مین توخفیف ہوئی اوسکی واسطے
عالم کی ساتہہ جائین چلی کسطرح نہ ہم

مجھکو جواوس عشق تہا میری نشانیان
پہر اور ہمسے اٹہتی نہین سرگرانیان
عالم تو کاروان ہی ہم کاروانیان

سررفتہ سن نہ میر کا گر قصد خواب ہے
نیندین اوچٹتیان ہین سنکر کہانیان

رسائی ہو آتے ہوا اہل ہوس مین
درا مین کہان شور ایسا دہرا تہا
ہمین عشق مین بیکسی ہی بسی ہے
نہ مطمئین بستہ باز فلک سے
بہت روئے پردے مین جب دیدہ تر
تن زرد لاغر مین ظاہر رگین ہین
محبت وفا مہر کرتی تہی باہم
تمہین ربط لوگون سی ہر قسم کی ہے

ہزار س مین ہر لوگو کیا تم کو رس مین
کسو کا مگر دل رکہا تہا جرس مین
نہ دشمن بہی ہو دوستی کی تو بس مین
دغا سی یہ بہتون کی کہینچے ہی قسمین
ہوئی اچہی برسات تب اس برس مین
بہرا ہی مگر عشق ایک ایک نفس مین
اٹہا دی ہین وی تمنے اب ساری رسمین
نہ کہایا کرو جہوٹی جہوٹی تو قسمین

ہوا ہی کو دیکہی ہین اے میر اسیران
نگاہین مگر آنکہین جا کی قفس مین

[illegible]

رونا روز شمار کا مجھکو آنکھ بھی پر رہتا ہے
رنگ شکستہ دل سا ہی ہر شکستہ ہستی میں

اپنی میر گناہوں کو کچھ حصر و حد حساب نہیں
حال کسو کا اپنا سا اس میخانے میں خراب نہیں

ٹھہرے ہیں میر کسو جاگہ ہم دل کو قرار جو ٹک آوے
ہوگی تقصیر اس در پہ بیٹھیں اوسکی بھی ہم تاب نہیں

آنکھیں سفید دل بھی جلا انتظار میں
کیا کچھ نہ ہم بھی دیکھ چکے ہجر یار میں

دنیا میں ایک روز نہیں کرتا کوئی مقام
جو ہے رواروی ہی میں ہے اس دیار میں

دیکھی تھیں ایک روز تری مست انکھڑیاں
انگڑائیاں ہی لیتی ہیں اب تک خمار میں

انکا تھا دل نہ تھا مرا جیسی تو زمیں
لگ لگ اوٹھی ہے آگ کفن کو مزار میں

بیدم ہیں درانگاہ میں یکدم تو چلکے دیکھ
سنتے ہیں دم نہیں کسی تیرے شکار میں

محمل کی تیری گرد ہیں محمل سے کئی ہزار
ناقہ ہے ایک لیلی کا سو کس قطار میں

شور اب چمن میں میری غزلخوانی کا ہے میر
ایک عندلیب کیا ہے کہوں میں ہزار میں

طلب ہے کام دلکی اوسکی پانو کی اسیر ہیں
گدائی شب کروں ہوں میں خجالت سے فقیر میں

نگہ عزلت میں وسل پہ کمانگی ہے ادہر یعنی
لگا تیر اوسکا چھاتی میں ہماری گوشہ گیر میں

نظر اوسکی نظر آئی نہ سیاحان عالم کو
سیاحت دو رنگ کی ایک ہے وہ بے نظیر میں

ان اجڑی ہوئی بستیون مین دل نہین لگتا
ہی جی مین وہین جا بسین ویرانہ جہان ہو

وحشت ہی خردمندون کی صحبت سی مجھے میر
اب جا رہونگا وان کوئی دیوانہ جہان ہو

اپنی حسن رنگینی پر آج مست مغرور رہو
دیکھیہ کروہ راہ چلتا ہی نہین گلزار نہ ہم
شہر دل کی کیا خرابی کا بیان باہم کرین
ہم بغل اس سنگدل بسی کا شکوہ اسدم ہو جب

پاس تو ہی جسکی وہی کل کہین گی دور رہو
پاؤن اسکی انکھون پر رکھہ لیوین جو منظور ہو
اسکو ویرانہ نہ کہہ جو کبھو معمور رہو
شیشہ ہی پاس ہووے اور وہ مخمور ہو

عشق دلکش نرچ ہی پہ کہیل قدرت کا ہی میر
صرف کر دی اسمین اپنا جسقدر مقدور ہو

عاشق ہو تو اپنی تئین دیوانہ سب مین جانتی رہو
دوستی جسکو ہوگی کہین مین جانتی اسکو جھوٹ ہی
دل لگی کی چوٹ بری ہی اس صدمی سی خدا حافظ
آئی بہار جنون ہی مبارک عشق الله ہمارے لیے
شاعر ہو مست چپکے رہو اب چہین جانین جاتی ہین
ابر سیہ قبلی سی آیا تم بھی شیشہ پاس کرو

جگر پارہ جیسی بگولا خاک اڑاتی آتی رہو
ہو جاوے جو تمکو کسی سی تا مقدور چھپاتی رہو
بارے کوشش کوشش سی جیکو اپنی بچاتے رہو
نعل جری سینوں ہی پہر تم داغ سرون پہ جلاتے رہو
بات کرو ابیات پڑہو کچھ بیتین ہمکو بتاتی رہو
تحقیقی تک الٹی بانڈھو ساختہ ہی وہ باتی ہو

خشم و خطاب چین جبین پر نہ تھا تو حسن ہی گلزار سا نکھا
وہ محبوب جنگ ہوتا ہے جس میں نہ زور و عتاب نہ ہو

میں نے جو کچھ کہا کیا ہے حد و حساب سے افزون
روز و شمار میں یا رب میرے کہنے کا حساب نہ ہو

صبر بلا ہے عشق پر حوصلہ وا کئے رہیں
رحمت ہے اس خستہ جگر کو دل جسکا بیتاب نہ ہو

جس شب گل دیکھا ہے ہم نے صبح کو وہ سر کا پہنکا دو
خواب ہمارا یہ وہ ہے کہ لوگوں کا سا خواب نہ ہو

شہر میں چمن کی سیر کرو نہیں ہے گویا بادہ و آبگر
ہے عکس گل لالہ بہی ان جو پو نہیں آب نہ ہو

اس میں تو مستانہ ہوتا ہوں کوئی کو چہ گدا
جس دن کاسہ چوبین میں میرے کچھ عمر بہی شراب نہ ہو

تہ داری کچھ دیدۂ تر کی میر نہیں کم دریا سے
جوشان شور کنان آجاوے یہ شعلہ سیلاب نہ ہو

تمکو ہمسے آگ لگی ہے روتے ہیں تو ہنستے ہو
ہمنے کمر کو کھول رکھا ہے اپنی کمر تم کستے ہو

درج گوہر مال نہیں کچھ دین در بستہ مصر اگر
تو بھی ایسی قیمت پر تم آگے ہماری سستے ہو

رستے راہ میں دیکھ لیا تو بستی میں لگے تمہیں
کیا جانیں ہم روز و شب تم کیدھر رہتے بستے ہو

ابر کرم کی راہ تکو اب رحمت حق پر نظر رکھو
گو کہ تم آدے ستان مجرم اس سے دل خستے ہو

پیری میں بھی جوان رکھا ہے دختر تاک کی صحبت نے
یعنی پی پی کر انگوری میر ہوئے گت مستی ہو

رہ میں رکے یہ اوس سے ملاقات ہو تو ہو
تنہا موقع ان یون سے کوئی بات ہو تو ہو

ردیف ہای ہوز

خواہش تھوڑے ولکی جو حاصل تو موت ہی
احوال میر دیکھہ نہین جی تو مار دیکھہ

پیدا ہے یا خدا نہین اس دلربا کی ساتھہ
ملتا رہا کشادہ جبین خوب و زشت سے
گو دست لطف سے سر اٹھا کوئی شفیق
تدبیر دوستان سی ہی بالعکس فائدہ
کی کشتی اوسکی پار کنارے دست عشق نے
اوباش لڑکو نسے تو بہت کر چکی معاش

دیر و حرم مین ہو کہین ہوئے خدا کی ساتھہ
کیا آئینہ کری ہی بسر یان حیا کی ساتھہ
دلکا لگاو اپنا ہی دست دعا کی ساتھہ
ہی درد عاشقی کو خصومت دوا کی ساتھہ
جن نے ملائی ہاتھہ تنکا پایا اس بلا کی ساتھہ
اب عمر کاٹیگا کسو میرزا کے ساتھہ

کیا جانون مین چمن کو ولیکن قفس یہ میر
آتا ہی برگ گل کبھو کوئی صبا کی ساتھہ

عز و وقار کیا ہی کسو خود نما کی ہاتھہ
بٹھلا دیا فلک نے ہمین نقش پا کی رنگ
آنکھو نہین آشنا تہا مگر دیکھا تہا کہین
دیکھہ وسکو مجھکو یارون نے حیران ہو کہا
دلکی گرہ نہ ناخن تدبیر سے کھلے

ہے آبرو فقیر کی شاہ ولا کی ہاتھہ
اٹھنا ہمارا خاک سے ہی اب خدا کی ہاتھہ
نو گل کل ایک دیکھا ہی مین نے صبا کی ہاتھہ
کٹ بہ سے لگ گیا ہی یہ گوہر گدا کی ہاتھہ
عقدہ کھلے گا میر یہ مشکل کشا کی ہاتھہ

وہ جو کہتا تھا تو ہے کریو قتل
میر کا سو کہا کیا تو نے

آنکھوں کی طرف گوش کی در پردہ نظر ہے
کچھ یار کی آنیکی مگر گرم خبر ہے

یہ راہ و روش سرو گلستان نہیں ہو گی
اس قامت دلچسپ کا انداز دگر ہے

یہ بادیۂ عشق ہے البتہ ادہر سے
بچکر نکل اے سیل کہ یان شیر کا ڈر ہے

وہ ناوک دل دوز ہی لاگو مرے جی کا
تو سامنے ہو ہمدم اگر تجھکو جگر ہے

کیا پہیل پڑے مدت ہجران کہ نپوچھو
مہ سال ہوا ہمکو گہڑی ایک پہر ہے

کیا جان کہ سب جسکے لئے منہ ہو پڑے تمسے
تم آؤ چلو داعیہ کچھ تمکو اگر ہے

تجہسا تو سوا ایک ہی محبوب نکلا
جس بُلبُر خرد کام کو دیکہا سو نفر ہے

شب شور و فغان کرتے سے گئے تجھکو تو اثر
دلکش ہو ٹک اے مرغ چمن وقت سحر ہے

سو چوتہے کہ سود ہے محبت مین کچھ سود
اب دیکھتے ہین اسمین تو جی ہی کا ضرر ہے

شانے پہ رکھا ہار جو پہولونکا تو لچکے
کیا ساتھ نزاکت کے رگ گل سی کمر ہے

گر کام کسو دل مین گئی عرش پہ تو کیا
اے آہ سحر گاہ اگر تجھ مین اثر ہے

پیغام بھی کیا کرئی کرے اوباش ہے ظالم
ہر حرف میان دار یہ شمشیر و سپر ہے

ہر بیت مین کیا میر تری باتین گہتی ہین
کچھ اور سخن کر کہ غزل سلک گہر ہے

دیوان میر ۱۱۴

مجبور راہ اسکی دیکھا کرے ہے اکثر
وحشی اطیر آنکھیں ہر سو نگار ہی ہین
شاید کہ وصل اوسکا ہووے تو جی بھی ٹھہرے
مدت سے چشم بستر بیٹھا رہا ہون لیکن
گو ہاتھ وہ نہ آوے پر دل غم سے خون کرتا
ہے گل نیا کھلا ہے بال تو قفس مین
دیکھو نہ چشم کم سے یہ آنکھہ دیدہ ہاے
گلشن سے دی قفس تک آواز ایک سی ہے
ہر ایک خراش ناخن مجھپہ ہے صد تک ہے

محفوظ رکھہ الٰہی اسکو نظر گذر سے
گرد رہ اسکی دیکھین اٹھہ چلتی ہے کدھر سے
ہوتی نہین ہے راحت تسکین دل خبر سے
وہ روی خوب ہرگز جاتا نہین نظر سے
ہے لاگ میری جیکو اوس شوخ کی کمر سے
کوئی کلی نہ نکلی مرغ چمن کے پر سے
سیراب ابر ہوتی دیکھین ہین چشم تر سے
کیا طائر گلستان ہین نالہ کش اثر سے
رجھوا رہو تو پوچھے کوئی ہمین ہنر سے

یہ عاشقی ہے کیسی ایسے جیوگے کب تک
ترک وفا کرو ہو مرنے کے میر ڈر سے

بسکہ ہے گردون دون پرور دنے
بزم مین سے اٹھو چل اے رشک صبح
مین چراغ صبح گاہ ہون نسیم
مجھسا محنت کش محبت مین نہین

ہووے پیوند زمین یہ رقلنی
شمع کی اوپر بھری ہے مردنی
مجھسے الکرم کے لئے کیا دشمنی
ہر زمان کرتا رہا ہون جانکنی

ادہر طرب کا عودی رنگ کب طناز آتا ہے
عجب ہیں لوگ جو کہتے ہیں مہ ناساز آتا ہے

خبر ہو شہر ما اتنا مت برس لے ابر زندہ
ہمیں بھی آج سونا ور و دل پرواز آتا ہے

اوٹھی ہے گرد معشوقانہ اس سب سے عاشق کے
کبھو تک جسکے اوپر پردہ سراپا ناز آتا ہے

عجب رنگ حنا لمائہ ہے دست آموز نوباؤ نکا
اثر ہے ہجر تو بھی ہاتھوں سے ہیں گہہ پرواز آتا ہے

وہی نازان خرامان کبک سا آیا مری جانب
کوئی معزور وہ شوخی ہو اپنے باز آتا ہے

رہائی اپنی ہے دشوار کب صیاد چھوڑے ہے
اسیر دام ہو طائر جو خوش آواز آتا ہے

اگر مسجد سے اون میر تو بھی لوگ کہتے ہیں
کہ میخانے سے پھر وہ دیکھو شاہباز آتا ہے

اسکے رنگ چمن میں شاید اور کھلا ہے پھول کوئی
شور طیور اٹھتا ہے ایسا جیسے اوٹھے ہے ہول کوئی

یوں پھرتا ہوں دشت و دمن میں اسو ہیں سرگشتہ
غم کا مارا آوارہ جوں آ گیا ہو بہول کوئی

ایک کہیں سے کھینچی ہے ایسا جسکے کر سے غضب ہو
سو ہر اک کو قبول ہوا نہ یہ لیگا قبول کوئی

کس امید کا تجھکو ابھی دل چاہ ہے میں اسکے حصول ہے
شوخ و سلامی نہیں شہر و یان رہتا ہا مول کوئی

لینے اسکے بالوں کا میں صف لکھا ہے دور تلک
طرف مار تو طومار اتنا پھر بھی دے ہے طول کوئی

مستے حسن ہے پرستی بندی ہے عمل سے ہے مدت سے
پیر گر ہے سو تو کیا ہے کبھو بھی ہی معمول کوئی

سروقد کا پیش سکر و قسکا ہیت اک دفعہ د و تیرہ پھر
میر کو جا کر دیکھا ہے بھی ہے مرد معقول کوئی

چلتے ہوئے تسلی کو کچھ یار کہہ گئے
کیا کیا مکان شاہ نشین تھے وزیر کے
اس گردش سے ملنا خرابات مین تھا
وے زور ور جوان جنہین کہئے پہاڑ تھے

اس قافلے مین ہم بھی تھے افسوس رہ گئے
وہ اٹھ گیا تو یہی گھر بیٹھے ڈھہ گئے
مبطور ہم بھی جاکے ملے اپنی جگہ رہ گئے
جب آئے موج حادثہ تنگی سے بہہ گئے

وہ یار تو تھا تہ دل سے کسو کا میر
ناچار اسکے جور و ستم ہم بھی سہہ گئے

ہای جو آئے وصل مین اسکے کیا کیا لذت پاتی تھی
کیا کیا تمنے فریب دئیے ہین ساعگی مین دل لینے کو
ہای جدائی ایکبھی جاگہ مار گئی ہمکو توڑ رکھا
غیر فرنگی تم سنتے ہے سو غیرت سے ہم سہتے رہے
رنج و الم غم عشق ہی کی اعجاز سے کھنچتے تھے
وہ دن کیسے سالتے ہین جو اگر سے نے پاتی کبھو
چاہت وگ ہرا ہی جیکا میرسی پر ہنر بہلا
بات ہماری یاد رہی جی بھولا بھولا جاتا ہے
تھوڑے سے پانی مین سے سر کیسو کئے جیسی حباب

بوسہ کنج لب سے پہر بھی القے اپنی بناتے تھے
ٹیڑھی کہر کی کلاہ آتی تھی ہمے ناخوردہ ماتے تھے
وہی دن یاد آتی ہین اب جب انکے آتے جاتی تھے
وہی تو تمکو لگا جاتی تھی تم آ ہمکو جلا جاتی تھے
حوصلہ کتنا اپنا حسین ہے آزار سہا تی تھے
آنکھوں سے ہم سہلا سہلا تلوے اسکو جگاتی تھے
اگلے لوگ تنہا ہی بیٹھے دل نہ کسو سے لگاتی تھے
وحشت پہ جب آتا ہے تو جیسے بگولا جاتا ہے
کہتے ہین لینا مجھکو کیا ابھرا ہوا جاتا ہے

تو آگہ طائر بے بال ہوس تا کہ سب جیسے
شوق گلگشت گلستان مین گرفتاری ہے

جرم بے جرم کہینچے رہتی ہے جسکی شمشیر
اوس ستمگار جفا جو سے ہمین یاری ہے

آنکہہ مستی مین کسو پر نہین پڑتی اوسکی
یہہ بہی اوس سادہ و پرکار کی ہشیاری ہے

وان سے جز ناز و تبختر نہین کچہہ پاتے میر
عجز ہے دوستی ہے عشق ہے غمخواری ہے

درد و غم سے دل کہو فرصت نپائے
یہہ صعوبت کب تلک کوئی اوٹہائے

طفل تہ بازار کا عاشق ہون مین
دل فروشی کوئی مجہہ سے سیکہہ جائے

زار رو تا چشم کا کب دیکہتے
دیکہیے ہین لیکن خدا جو کچہہ دکہائے

کب تلک چاک کفن سے جہانکیے
برگ گل پان بہی صبا کوئی تو لائے

کب سے ہمکو ہے تلاش دست غیب
تا کمر پیچ اسکا اپنے ہاتہہ آئے

اسکی اپنی بنتی ہے ہرگز نہین
بگڑی صحبت ایسی کیا کوئی بنائے

جو لکہی قسمت مین ذلت ہو سو ہو
خط پیشانی کوئی کیونکر مٹائے

داغ ہے مرغ چمن پائیز سے
دل نہو جلتا جو اسکا گل نہ کہائے

زخم سینہ میر اسکے ہاتہہ کا
ہو کوئی رہوار تو اسکو دکہائے

میر اکثر غم کے افسوس مین
زیر لب بالای لب ہے ہای وای

صاحب ہو تم ہمارے بندے ہین ہم تمہارے
موقوف رحم پر ہین دشوار کام سارے

ہو ملتفت کہ ہم بھی جیتون مین آوین جینے
یہ عشق بے محابا تا چند جان مارے

آشوب بحر ہستی کیا جانیے ہے کب سے
موج و حباب اٹھکر لگ جاتی ہین کنارے

کوئی تو تہا طرف پر آواز دے نہ ہمکو
ہم بیقرار ہوکر چارون طرف پکارے

بیطاقتی سے کیونکر سر مارتے رہے نہ
صبر و قرار دونون یکبارگی سدھارے

کوئی تو ماہ پارہ اس بھی رو قمین ہے
چشمک کرے ہین ہر شب اسکی طرف ستارے

دنیا مین میر آکر کھولا ہے بار ہمنے
اس رہگذر مین دیکھین کیا پیش آوے بار

عشق ہمارا در پے جان ہے کیسی خصومت کرتا ہے
چین نہین دیتا ہے ظالم جب تک عاشق مرتا ہے

شاید لنبے بال اوس مہ کے بکھر گئے تھے باد چلی
دل تو پریشان تہا ہی میرا رات سے جی بھی بکھرتا ہے

صورت اسکی دیدۂ تر مین پھرتی ہے ہر روز و شب
ہے نہ اچنبھا یہ بھی کہین پانی مین نقش ابھرتا ہے

کیا دشوار گذر ہے طریق عشق مسافر کش یارو
جی سے اپنے گذر جاتا ہے جو اس راہ گذرتا ہے

حال کسو کی تہ کا یان ماناہے حباب دریا سے
تنک جو ہوا دنیا کی لگی تو یہ کم ظرف ابھرتا ہے

یاد خدا کو کر کے کھوٹک پاس ہمارے ہو جاوو
صد سالہ غم دیکھے اس خوش چشم و روکی بسر تا ہے

دامن دیدۂ تر کی وسعت دیکھی ہے بن آوے گی
ابر سیاہ و سفید ہو سو پانی انکا بھرتا ہے

سیج ہی راحت تو بعد مرینگے
تیغ اگر در میان رہی تو رہی

رو نہین چشم تر سے اب رہی کہہ
حال ہم ڈوبتونکا کیا جانے

پر بڑا واقعہ یہ حایل ہے
یار میرا جوان جاہل ہے

سیل اسی در کا کب سے سایل ہے
جسکو دریا یہ سیر ساحل ہے

میر کب تک بجال مرگ جیئین
کچہہ بہی اس زندگی کا حاصل ہے

بیکسان عشق تھے ہم غم مین کہپا رہے گئے
بار گل تک ناتوانونکو تہا اس بزم مین

چہاتی میری سرد آہون سے ہوئی تھی سب گرخت
سخت جاگی ہے نہ تک جو ہے خبر گہر مین آ ہے

باز خواہ خون تہا ماری گئے مارے گئے
گر آ پڑی ہم بہی عاجز آج وان بارے گئے

استخوان اب سکی اشک گرم سے دہارے گئے
صبح تک ہم رات دیوارون سے سر مارے گئے

میر قیس و کوہ کن ناچار گذرے جان سے
دو جہان حسرت لیے ہمراہ بیچارے گئے

بے یار ہون بیکس ہون آگاہ نہین کوئی
کیا تنگ مخوف ہے اس نیستی کا رستا

موہوم ہے ہستی تو کیا معتبری اسکی

بنگم کرد خونریزی خونخواہ نہین کوئی
تنہا پڑا ہے جانا ہمراہ نہین کوئی

ہے گاہ اگر کوئی بیگاہ نہین کوئی

کیا شکایت کریں اوس خورشید چہرہ یار کے وصل کی دولت گئی ہو ہون تنگ فقر و ہجر مین	مہر وہ برسون نہین کرتا ستم فی الفور ہے یا الٰہی فضل کر یہ جور بعد الکور ہے

اوسکے دیوانی کی سر پر داغ سودا ہی جو میر
وہ محیط عاشقی و نکا اس سبب سر ہور ہے

گردون کش زمانہ تو تیرا اسیر ہے	سلطان عصر تیری گلی کا فقیر ہے
چشمک کرے ہے سیر یطرف کو نگاہ کر	وہ طفل شوخ چشم قیامت شریر ہے
تنکا سا ہو رہا ہے تن آگی ہی سوکھہ کر	اب ننگ کیا فقیر جو سب مین حقیر ہے
چہرہ بادہ دی ہے روز جو لگتا ہی صبح کو	ہے چشم ترکہ غیرت ابر مطیر ہے
اک دو اجل رسیدہ جو صید آئے کب بچا	ہے پیچ جال گیسوؤن کا جرگہ گیر ہے
جون جون بڑہا پا آتا ہی جاتی ہین اینٹھتے	کس مٹی کا نجانئے اپنا خمیر ہے
اس خوبصورتی سی نہ صورت نظر پڑی	صورت تلک تو سیر کی وہ بی نظیر ہے
پر جوہر اسکی تیغ ہی نامہ برائے قتل	پیغام مرگ عاشقو نکو اسکا تیر ہے
پوچھو اسی سو مضطرب الحال دلکی کچھ	وہ آفتاب چہرۂ روشن ضمیر ہے
جو طفل شوخ و شنگ و جوان بلند طبع	شایستہ فلک ہی اگرچہ رخ پیر ہے
فریاد شب کی سنکی کہا بید ماغ ہو	دیکھو تو اس بلا کو یہ شاید کہ میر ہے

پری اسکے سائی کو بھی لگ سکے نہ | وہ اس جنس کو کیا بلا جانتا ہے

جہان میں میر عاشق ہوا خوار ہی تہا
یہ سودائی کب دل لگا جانتا ہے

یہی عشق ہی جی کہپا جانتا ہے | کہ جانان سے بھی جی ملا جانتا ہے
بدی مین بھی کچھہ بہی ہوویگی تب تو | برا کرنے کو وہ بہلا جانتا ہے
مرا شعر اچہا بھی دانستہ ضد سے | کسو اور ہی کا کہا جانتا ہے
زمانے کے اکثر ستمگار دیکھے | وہی خوب طرز جفا جانتا ہے
نہین جانتا حرف خط کیا ہین لکھے | لکھے کو ہمارے مٹا جانتا ہے
نجانے جو بیگانہ تو بات پوچہے | سو مغرور کب آشنا جانتا ہے

نہین اتحاد تن و جان سے واقف
ہمین یار سے جو جدا جانتا ہے

تمام شد دیوان پنجم میر تقی میر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان ششم

فلک نے ہمیں کر سرمہ بنایا
نظر مین اسکی مین تو بہی نہ آیا

زمانے مین مرے شور جنون نے
قیامت کا سا ہنگامہ اوٹھایا

بلا تھی کوفت کچھہ سوز جگر سے
ہمین تو کوٹ کوٹ اون نے جلایا

تمامی عمر جسکی جستجو کے
اوسے پاس اپنے اکدم بہی نہ پایا

نہ تھی بیگانگی معلوم اوسکی
نہ سمجھے ہم اوسی سے دل لگایا

قریب دیر خضر آیا تھا لیکن
ہمین رستا نہ کعبے کا بتایا

دن رات اسکو ڈھونڈھتی ہی دلشوق نی مجھے
نایاب کس گہر کا طلب گار کر دیا

دوراس سی زار زار جو روتا رہا ہون مین
لوگونکو میری زاری سے بیزار کر دیا

خوبی سے بخت بدکی او سی عشق سی مری
یارون نے رفتہ رفتہ خبردار کر دیا

جسکے لگائی جی مین نہ اوسکی ہوس رہے
یعنی کہ ایک وار ہی مین پار کر دیا

پہلو مین دل نی لوگی آتش سی شوق کے
پایان کار آنکھونکو خون بار کر دیا

کیا جانون عشق جان سی کیا چاہتا ہی میر
خونریز کا مجھے تو سزاوار کر دیا*

موئے ہم جسکی خاطر بیوفا تہا
نجانا اون نی تو یون بہی کہ کیا تہا

علاج کی نہین تقصیر ہرگز
مرض ہی عاشقی کا لادوا تہا

نہ خود سر کیون کہ ہون ہم یار اپنا
خود آرا خود پسند و خود ستا تہا

رکہا تہا منہ کبہو اس کنج لب پر
ہمارے ذوق مین اب تک مزا تہا

نہ ملیو چاہنے والونسے اپنے
نجانا تجہ سے یہ کن نی کہا تہا

پریشان کر گئی فریاد بلبل
کسو سے دل ہمارا پہر لگا تہا

ملے برسون وہی بیگانگی سے
ہمارے زعم مین وہ آشنا تہا

نہ دیوانے تہے ہم سے قیس و فرہاد
ہمارا طور عشق انسے جدا تہا

کیا نماز میر اس اوقات سے پڑ
جب کہ قد محراب سا خم ہو گیا

وہ دیکھنے ہمین ٹک بیماری مین نہ آیا
سو بار آنکہین کہولین بالین سے سر اوٹہایا

گلشن کی طایرون نی کیا بیمروتی کی
یک برگ گل قفس مین ہم تک نکوئی لایا

بحر ہیچ اسکا غصہ یارو بلای جان ہے
ہرگز منا نہ ہمسے بہتیرا ہی منایا

قد بلند اگرچہ بی لطف بہی نہین ہے
سرو چمن مین لیکن انداز وہ بنایا

انگڑاتی خوبرویان جس تس پیش و پس مین
اینڈا پہری ہے پہر سو جب اوس پر پکا سا یا

نقشہ عجب ہے اوسکا نقاش ازل کے
مطبوع ایسا چہرہ کوئی نہ پہر بنایا

شب کو نشے مین باہم تہی گفتگوی درہم
اس مست نے جہکایا یعنی بہت جہکایا

دل بستگی مین کہلنا اوسکا اس سے دیکہا
بخت نگون کو ہمنے سو بار آزمایا

عاشق جہان ہوا ہے ذلت اوٹہائیان ہی گئین ہین
اس میر بیخبر نے کب ڈہب سے دل لگایا

باتین ہماری یاد رہین پہر باتین ایسی نہ سنیے گا
پڑہتے کسو کو سنیے گا تو دیر تلک سر دہنیے گا

سعی و تلاش بہت رہی ہمکو اس انداز کے کہنے کی
صحبت مین علما فضلا کی جاکر پڑہئے گنیے گا

دل کی تسلی جبکہ ہوگی گفتہ و شنود سے لوگونکے
آگ بہکیگی غم کی بدن مین اسمین جلئیے بہنئیے گا

جب رفتنی کو عشق کا آزار ہو گیا
نسبت بہت گناہونکی میری طرف ہوئی
حیرت زدہ مین عشق کی کامونکا یار کے
پہلے فگار سینہ سے اطراف درد سے
بازار مین جہانکی ہی حسن کیا متاع
دل لیکے میری جان کا دشمن ہوا اندان
عاشق کو اسکی تیغ سے ہی لاگ کیھی ہے
مرنے ہو ار رہا نہوا تنگ ہی رہا

دو چار دن مین بر سونکا بیمار ہو گیا
ناکردہ جرم مین تو گنہ گار ہو گیا
دروازی پر کھڑے کھڑے دیوار ہو گیا
کوچہ ہر ایک زخم کا بازار ہو گیا
سو جیسے جیسے دیکھے خریدار ہو گیا
جس بیوفا سے اپنے تئین پیار ہو گیا
یہ کشتنی بہی مرنے کو تیار ہو گیا
پہندے مین عشق کی جو گرفتار ہو گیا

کیا جرم تہا کسو پہ نہ معلوم کچھ ہوا
جو میر کشت و خون کا سزاوار ہو گیا

دشمن ہو جیکا گاہک ہوتا ہی جسکو چاہا
جی ہی جہان قیامت درد و الم رہا وان
تازہ جھلک تہی شب کو تارونمین آسمانکی
خمیازہ کش ہوں اسکی مدت سے اس ادا کا
جانا کہ منہ کہلا ہی آتشکدے کا شاید

ای دوستی کہ یار روا کی روگ مین بسایا
بیمار عاشقی مین شب صبح تک کراہا
اس آسیا کو شاید پہر کر کہنون نے راہا
لگ کر گلے سے میری انگڑائی ای جماہا
سینے کے زخم جو سے کا ہی ٹکسا ہی پہاہا

گھر سے وہ معمار کا جو اوٹھہ گیا
نقش اسکی بیوفائی کی ہے اصل
سر جو دے دی مارتی گھر مین سپہرے
اک گدائی در سے ہے سیلاب بہار
دلبران دل جنس سے ہے گنجایشی

حال ابتر ہو گیا گھر یار کا
کب وفاداری ہے شیوہ یار کا
رنگ دیگر ہے در و دیوار کا
غم کشون کی دیدہ خونبار کا
اس مین کچھہ نقصان نہین سرکار کا

عشق کا مارا ہے کیا پہنچ گا میر
حال ہے بدحال اس بیمار کا

جو تو ہی صنم ہمسے بیزار ہوگا
غم ہجر کیگا بیتاب دل کو
جو افراط الفت ہے ایسا تو عاشق
اٹھیگی ملاقات کب تک رہیگی
تجھے دیکھہ کر لگ گیا دل نجانا
لگا کرنے ہجران سختی سی سختی

تو جینا ہمین اپنا دشوار ہوگا
ہمین کڑھتے کڑھتے کچھہ آزار ہوگا
کوئی دن مین برسون کا بیمار ہوگا
کبھو ٹوٹتہ دل سے ہی یار ہوگا
کہ اس سنگدل سے ہمین پیار ہوگا
خدا جانے کیا آخر کار ہوگا

یہی ہوگا کیا ہوگا میر ہی نہونگے
جو تو ہوگا بی یار غمخوار ہوگا

طائر عمر کو نظر سے [illegible]
غنیب سے ہاتھہ یہ شکار آیا
وہ قماری کے گلے کا ہار آیا
سر مین رکھہ [illegible]
ہوس آیا تو تجھی دار مین میر
منصور ہی کا بار آیا
زمانہ ہجر کا آسان کیا بسر آیا
ہزار مرتبہ منہ تک مرے جگر آیا
رہی جو منتظر آنکھین غبار لا مین وے
وہ انتظار کشون کو نہ تک نظر آیا

[illegible]

ردیف تاے فوقانی

ٹک ٹھہرتا ہی نہ کہتے تہا کسو تجلی کی تاب
کی نماز صبح کو کہو کر نماز اشراق کے
دیکہنا منہ یار کا اس وجہ سی ہوتا نہیں
ضعف ہی اسکے مرض اور اسکی غم سی محو العرض
یار میں ہم مین پڑا پردہ جو ہستی ہی تہ
صورت دیوار سے مدت کہڑی در پہ سرہے
ہی سے توبہ کرتی ہی معقول اگر ہم جا ئیے

یا کہ نکہت گل کی تہا آیا گیا عہد شباب
ہو گیا مجہپر ستم اچہتا نہ تک مستی مین خواب
یا الٰہی وہ زمانی سے اٹہا رسم نقاب
دل بدن مین آدمی کی ایک ہی خانہ خراب
بیچ سی اٹہہ جا ہی تو ہو وے ابہی رفع حجاب
پہر کہو صحبت مین اسکے ہم نہ ہونے بار یاب
ہم ہی شیخ شہر پر سون کہرہی ہی اجتناب

جمع تہے خوبان بہت لیکن پسند اوسکو کیا
کیا غلط مین نے کیا ای میر وقت انتخاب

اس مغل زادے نہی ہر بات کے تکرار خوب
لگ نہین پڑتی ہین لیکر ہاتہہ مین شمشیر تیز
آخر ان خوبان نے عاشق جان کر مارا مجہے
آج کل سے مجہکو بیتابی و بیحالی ہی کیا
کیا کہی اوسکی گئی حسبت دربستہ کی
منحرف جو ستم مین ہے ہوا وہ نوجوان

بذر ربانی کی ہی اذنی تو کہا بسیار خوب
سبکے ہونگے قتل مین اتنا نہین اصرار خوب
چاہ کا اپنے مکرنا انسے تہا اظہار خوب
مجہ مریض عشق کی کب تہی آثار خوب
ورنہ مفلس عزروں کی گچہ نہ تہی کہر دار خوب
ظلم تب کیتا ہی جب کوئی منت دار خوب

زلفو پہ سر ہے اکثر مت فکر اسقدر کر
دل کوئی بھی گیا ہے تو ٹیڑھی نگہ جگر کر

خورشید ماہ دونوں آخر نہ ویسے نکلے
آنکھون مین پہر نہ آئی ہی سے مہر جو اثر کر

یوسف عزیز دلہا جا مصر مین ہوا تہا
ذلت جو ہو وطن مین تو کوئی دن سفر کر

ہم نشین عشق بھی ہی ہم عرش مین نہین ہون
مجھکو مری بانی سو بار اب خبر کر

کیا حال زار عاشق کر لی بیان نہ پوچھو
کرتا ہے بات کوئی دل کی تو چشم تر کر

دیتے نہین ہین سونے تک آہ نالی اسکے
یارب شب جدائی عاشق کی بھی سحر کر

اتنا ہی نہ چہپایا شوخ اسکے محرمون نے
جو کچھ گئی ہے زلفین اس تیری پہر نگہ کر

کیا پیہ پہیر گردن باتین کہری ہے سب مین
جاتی ہے غش کیے ہم مشتاق منہ ادہر کر

بن دیکھے تیری مین تو بیمار ہو گیا ہون
حال تبہ مین ہیر تو بھی تو ٹک نظر کر

رخنے کیے جو تو نے تہر کی سل مین تو کیا
لے آہ اس صنم کی دل مین ہے ٹک اثر کر

مارے ہی غل کئے سے جاتا نہین ہے ہر گز
نکلے گا اس گلے سو شاید کہ میر مر کر

باندھی کمر سحر کہ آیا ہے میرے کین پر
ہو جاوتہ فلک سے نازل ہوا زمین پر

اقرار مین کہان ہے انکار کی سی خوبی
ہوتا ہے شوق غالب اسکی نہین نہین پر

کنج قفس مین جون تون کاٹینگے ہم اسیرا
سیر چمن کی شایان اپنی رہی نہین پر

عشق کیا ہی اوس گل کا یا آفت لائی پر ہم
روز و شب کو اپنی یارب کیونکہ کرینگی روز و شب
پوچھی راہ شگفتہ دلی جا نکلی تھی کعبی مین
شام سی کرتا منزل آگر گھر کو ہماری صدر نشین
برسون خس و خاشاک پہ سوئی مدت گلخن تابی کی
روز رہی ہی حالت عشقی جیسی ہون بیمار اجل
اسکی جناب سی رحمت ہو تو جی بچتا ہی دنیا مین
ابتو ہماری طرف سی اتنا دلکو تیہرت کر لیو
آہ معیشت روز و شب کی ساتہہ اندوہ کی ٹھہری ہے

جہانکتی اسکو ساتہہ صبا کی صبح پرین مین گہر ہم
ہاتہہ رکھی رہتی ہین دل پر بیتابی مین اکثر ہم
سوچ وہان تو گذرا جی مین آئی کدہر سی کیدہر ہم
رکھتی ستارہ اوس مہوش کی چاہ مین بد اختر ہم
بخت نجاگی جو اوس سی ہون ایک شبی ہم بستر ہم
ہی نہ دوائی کوئی علاج کیونکر ہونگی بہتر ہم
اس جانب سی تو بیٹھی ہین مرنا کر کی مقرر ہم
سختی سی ایام کی اب تک جیتی رہی ہین مر مر ہم
روتی کڑہتی رہا کرتی ہین غم سی ہوئی ہین خوگر ہم

شعلہ ایک اوٹھا تھا دل سی آہ عالم سوز کا میر
ڈہیری ہوئی ہی خاکستر کی جیسی شب مین جلکر ہم

کڑہتی جو رہی ہجر مین بیمار ہوئی ہم
بہلانیکو دل باغ مین آئی تھی سو بلبل
جلتی ہین کہڑی دہوپ مین جب جاتی ہین اوسکی
اک عمر دعا کرتی رہی یار کو دن رات

بستر پہ گری رہتی ہین ناچار ہوئی ہم
چلانی لگی ایسی کہ بیزار ہوئی ہم
عاشق نہوئی اسکی گنہگار ہوئی ہم
دشنام کی اب اسکی سزاوار ہوئی ہم

دہوپ مین جلتے ہین پہرون آگی اسکی میرجی
زندگی سے دل کی ٹہہری ہین گنہگار و نہین ہم

ردیف نون

سر سے ایسی ہی لگی یاب کہ جلے جاتے ہین
اس گلستان مین نمود اپنی ہے جون برگ خزان
تن بدن ہجر مین کیا کہیے کہ کیسا سوکہا
رہتے دکہلائی نہین دیتی یا کشش اسکی
پہر تخود آگی نہ یہ حال مین تخود جو ہوئی
خاک پا اسکی ہے شاید کسو کا سرمۂ چشم

متصل شمع سے رو تو ہین کہلی جاتی ہین
دم بدم برتو سے آپ سے چلے جاتے ہین
ہلکی بہی یاد نہین تنگی سے ہلے جاتے ہین
ابہی کہہ جاتی ہین دل اپنے دبے جاتے ہین
آپ سے جاتی ہین ہم بہی تو بہلے جاتی ہین
خاک مین اہل نظر اس سے رلے جاتے ہین

گرم ہین اسکی طرف جانیکو ہم لیکن میر
ہر قدم ضعف محبت سے ڈہلے جاتی ہین

ایسے دیکہے ہین اندہیر لوگ کہین
مر گئے نا امید ہم مہجور
دیر دریا کنارا کرتا رہا
مرتے تہے اوس گلی مین لاکہون جان

پہوٹی سہتی ہین آنکہی سہتے ہین
خواہشین جیکی اپنی جیسین ہین
عشق مین آنکہین اپنی روز نہین
ہم بہی مارے گئے نہ ان دہین

۴۴۲

یک بیابان بہ مرئی بیکسی و بیتابی
تنگ آویگا کہاں تک نہ میرا قلب سلیم

مثل آواز جرس سب سے جدا جاتا ہوں
نگر ہی صحبت کی تئین روز بنا جاتا ہوں

گرمئی عشق ہے ہلکی سی ہی ہمدم دل مین
روز و شب شام و سحر مین تو جلا جاتا ہوں

تری راہ مین گرچہ اسی راہ ہون
مری در پئے خون ناحق ہے اب تک
تری دوستی سے جو دشمن ہین سب
نہ سمجھو مجھے بے خبر اسقدر

پہ یہ غم ہی مین بھی سر راہ ہون
نہ خونخوار ہون مین نہ خونخواہ ہون
انہونکی بھی خون تک مین ہمراہ ہون
نہ دل سے لوگونکی آگاہ ہون

مری گمرہی سادگی سے ہے میر
بہت اس روئی پہ گمراہ ہون

بہار آئی مزاجونکی سبھی تدبیر کرتی ہین
برہمن زادگان ہند کیا پرکار ساری ہین
موئے پر اور بھی کچھ بڑھ گئی رسوائی عاشق کی
ہماری حیرت عشقی کو چپ رہ جائیگی اس سے
تماشا دیکھنا منظور ہو تو مل فقیرون سے

جو انکو انہین ایام مین زنجیر کرتی ہین
مسلمانونکی یارانی ہی مین تکفیر کرتی ہین
کہ اسکی نعش کو اب شہر مین تشہیر کرتی ہین
مخالف مدعی کس کس طرح تقریر کرتی ہین
کہ جنکی خاک کو دیا تھ مین اکسیر کرتی ہین

اظہار فرحی ہی دم کی بیسد ماغی
ان روزون میر صاحب کچھ میرزا ہوئی ہین

بیکار مجھکو مت کہہ مین کارآمدہ ہون
بیگانہ وضع تو ہون پر آشنا زدہ ہون

مین منہ نہین لگایا بنت العنب کو گاہی
تب تہا جوان صالح اب پیر میکدہ ہون

اسرار دل کے کہتے ہین پر دہ جوا نہین
مدت نہین ہی بند ہماری زبان مین

رنگینی زمانہ سے خاطر نہ جمع رکھہ
سو رنگ بدلی جاتی ہین ان ایک آن مین

شاید بہار آئی ہی دیوانہ ہین جوان
زنجیر کی سی آتی ہی جھنکار کان مین

بو قصہ اس ضعیف پہ جور و ستم نکر
طاقت تعب کی کم ہے بہت میری جان مین

اسکے لبون کو آگی کنہون نی نبات کی
آئی ہی کتر شہد مصفا کی شان مین

چہرہ ہی یار کا ہی ہی چیت چڑھا سدا
خورشید و ماہ آتی ہین کب سیر و سیا مین

اب میر ہی اسکے عہد مین شاید کہ اوٹھہ گئی
آگی جو رسم دوستی کی تہی جہان مین

تارہ تو یہ نہین مری آہ و نسی رات سے
سوراخ پڑ گئی ہین تمام آسمان مین

ابرو کی طرح اسکی چڑہی ہی رہی ہی میر
نکلی ہی شاخ تازہ کوئی کیا کمان مین

منہ چاہئی جو کوئی کسو سی حساب کی
تا کسسی گفتگو نہین روز شمار مین

گنتی کی لوگوں کی وہان صف ہوویگی کہڑی
تو میر کس شمار مین ہی کس قطار مین

گو کہ تجہانی جا رہا ہون مین
بخدا با خدا رہا ہون مین

سب گئی دل دماغ و تاب و توان
مین رہا ہون سو کیا رہا ہون مین

برق تو مین نتہا کہ جل بجہتا
ابر تر ہون کہ چہا رہا ہون مین

اسکی بیگانہ وضع ہی معلوم
برسون تک آشنا رہا ہون مین

دیکہون کب تیغ اوسکی آ بیٹہے
دیر سی سر اوٹہا رہا ہون مین

اوسکی گرد سمند کا مشتاق
آنکہین ہر سو لگا رہا ہون مین

دور کی لوگ جن نی مارے قریب
اوسکی ہمسائی آ رہا ہون مین

مجہکو بدحال رہنی دین اکاش
بی دوا کچہ بہلا رہا ہون مین

ولجلبو نکو خدا جہان مین رکہے
باشتقائق ہی با رہا ہون مین

کچہہ رہا ہی نہین ہی مجہہ مین میر
جب سی اوس سی جدا رہا ہون مین

ردیف واو

کیونکہ تجھے ہاتھہ کر رکھا دل بیتاب کو
کم نہین ہی سحر سی یہ بھی تصرف عشق کا

تھا یہی سر تا بہ بحر بلا پھیلے دنون
تو کہو تھی برق خاطف ناگہان اگر کوئی

کیا سفیدی دیکھی اسکی آستین کی چاک سی
چاہتا ہی جب مسبب آپ ہی ہوتا ہی سبب

وہ جو رتبہ پا گیا آسودگی و خواب کو
پانی کر آنکھو نہین لایا دلکی خون ناب کو

چشم کم سے دیکھو مت اس دیدۂ پر آب کو
اک نگہہ سی مار رکھا اون نی شیخ و شاب کو

جسکے آگے رونا تھا کچھہ پر تو مہتاب کو
دخل اس عالم مین کیا ہی عالم اسباب کو

دم بخود رہتا ہون اکثر سر رکھا زانو پہ میر
حال کہکر کیا کرون آزردہ اور احباب کو

چھوڑا جنونکی دور مین رسم و رہ اسلام کو
مر تا مر د جیتا جیو آ کوئی جا کوئی

جس جنون نما تک جاؤن ہون اس سے ہشتون دور دور
بی چین بستر پر رہا بخواب خاکستر پہ ہون

آسایش و راحت ہی جو پوچھی کوئی تو کیا کہون
تا کر صنم خانی چلا ہون جامۂ احرام کو

ہی کام ہم لوگون سی کیا اس لبر خود کام کو
کیا منہ لگاوی کوئی ایسی روسیہ بدنام کو

صبر و سکون جیسے گئی پایا نہین آرام کو
مین عمر بھر کھینچا کیا رنج و غم و آلام کو

میر اب بھلا کیا ابتدای عشق کو روتا ہی تو
کر فکر جو پاوی بھی اس آغاز کی انجام کو

فرصت بود و باش یان کم ہی
محو صورت نہ آرسی مین رہو
جہوٹہہ اسکا نشان نہ دو یارو
منہ ہی کہلا اوسکی چاندنی چہٹکے

کام جو کچہہ کرو شتاب کرو
اہل معنی سی ٹک حجاب کرو
ہم خرابونکو مت خراب کرو
دوستو سیر ماہتاب کرو

میر جی راز عشق ہوگا فاش
چشم ہر لحظہ مت پر آب کرو

بس اب بن پکڑ رو دو موی سمن بو
نہ سمجہا گیا کہیل قدرت کا ہم سے
نہ درگیر کیونکر ہوا آپسمین صحبت
ہوا ابر و سبزی مین چشمک ہر گل کی
بہار آئی گل پہول سر جوڑے نکلے

اگری ہوگی بیہوش مشاطہ یکسو
کیا اوسکو بدخو بنا کر نکو رو
کہ مین بوریا پوش وہ آتشین خو
کرین ساز ہم برگ عیش لب جو
رہین باغمین کاش اس رنگ ہم تو

رہے آبرو میر تو ہے غنیمت
کہ غارت مین دل کی ہے ایمای ابرو

لگی ہے کچہہ توجہ کر چشم و ابرو
اگیا وہ ساتہہ سوتی لیکے کروٹ

برات عاشقان بر شاخ آہو
لگا بستر سے پہر اپنا نہ پہلو

عاشق کا کتنا حوصلہ یہ معجزہ ہی عشق کا
جو خستہ جان پارہ جگر سو داغ دلبر کہا گئی وہ

مشکل عجائب میر ہی دیدار جوئی یار کی
دیکھے کوئی کیا اوسکو جو آنکھیں لٹی شرما گئی وہ

اب دل خرابہ میں رہتا ہی جیکی رکن کی ساتھہ
کب تک خراب شہر میں اسکو پہرا کرین
ہم باغ سی غزا میں گئے پر ہزار حیف
کلفت سی کیا نکلتی نہیں اسکی منہ سی بات
جی خواب مرگ لیگئی حسرت ہی میں اندن
جی پہٹ گیا ہی رشک سی چسپان لباس کی

جانا ہی تہا ہمین بہی بہار چمن کی ساتھہ
اب جاوی یان سی کوئی غریب الوطن کی ساتھہ
جانا بنا نہ اپنا گل و یاسمن کے ساتھہ
چیکا ہی صرف یار کی شیرین دہن کی ساتھہ
اک شب نہ سوئے ہم کسو گل پیرہن کی ساتھہ
کیا تنگ جامہ لپٹا ہی اسکی بدن کی ساتھہ

کیا جانیں لوگ عشق کا راز و نیاز میر
اک بات اس سی ہوگئی دو دو بچن کی ساتھہ

مرتی ہیں ہم تو اس صنم خود نما کی ساتھہ
دیکہیں تو کار بستہ کی کبتک کہلے گرہ
ایکاش فصل گل میں گئی ہوتی اپنی جان
مدت ہوئی گرہ ہوئی ہکو پر اب تلک

جیتی ہیں وہی لوگ جو تہی کچہہ خدا کی ساتھہ
دل بستگی ہی یار کی بند قبا کے ساتھہ
ل جاتی یہ ہوا کوئی دن اوس ہوا کے ساتھہ
اڑتی پہری ہی خاک ہماری صبا کی ساتھہ

ملنا نہ ملنا ٹھہرے تو دل بھی ٹھہرا اپنا
اقرار ہے ہمیشہ انکار ہے ہمیشہ

آمادۂ فنا کچھ کیا میر اب ہوا ہے
جی مفت دینے کو وہ تیار ہے ہمیشہ

دل ہے میری بغل مین صد پارہ
اور ہر پارہ اسکا آوارہ

عرق شرم رو سے دلبر کے
رفتہ ثابت گذشتہ سیارہ

خواری عشق اپنی غربت سے
کی ہے ہموار ہینے ہموارہ

کام اس سے پکڑ کر نہ لیا
ہیچ کارہ بھی ہے یہ ناکارہ

ٹوٹتے پھوٹتین نہ کاش آنکھین
کرتے ان رخنون سے ہی نظارہ

گو مسیحا مزاج آوے طبیب
عشق مین مرگ بن نہین چارہ

کیا بھی اُس سے میر مین سکین
وہ جفا پیشہ و ستم کارہ

مکتوب دیر پہونچا ہر دو طرف ہی سادہ
کیا شوخ طبع ہی وہ پرکار سادہ سادہ

جب سیکڑی گئی ہین مایوس ہی کیا ہے
ہے غنچہ ہمارا گویا کہ پیر زادہ

سائے مین تاک کی ہم خوش بیٹھی ہین اب اپنا
اس سلسلے مین بیعت کرنی کا ہے ارادہ

دل اسقدر نہ رکتا گھبراتا جی نہ اپنا
چھاتی لگا جو رہتا وہ سینہ کشادہ

ردیف یای

کہتے ہین مرنے والے یارانے سے گئے
سب یہین رہ گئے کہان سے گئے
دم مین دم جب تلک تھا بیچ رہے
سانس کے ساتھ ساری سانس گئے

اس پریشان کو نشانہ کر | یار نے جمع افگنی کی ہے
کر دیا خاک آسمان نے ہمین | یہ بھی ہمت اسی دنی کی ہے
تکیہ ویران فقیر کا بھی ہو | یان خرابی بہت غنی کی ہے

قافلہ لٹ گیا جو آنسو کا
عشق نے میر رہزنی کی ہے

مین ہون تو ہی درمیان شمشیر ہے | سفک دم مین میری اب کیا دیر ہے
خضر دشت عشق مین مت جا کہ وان | ہر قدم مخدوم خوف شیر ہے
راہ تک تک کر ہوئی ہین جان بلب | پہ وہی اب تک بھی یان اوسیر ہے
جو گرسنہ دل تھا اس دیدار کا | اپنے جی ہی سے وہ اب سیر ہے
کچھ نہین جان انکی پیش تار ہو | گھر مین شمعی رنگو نکی اندھیر ہے
پاک ہی ہوتی رہے کشتی خلق | ہر زبردست اوس جوان کا زیر ہے
طائرون نے گل فشان کی میری گور | سامنے ہو لونگا گویا ڈھیر ہے
آشنا ڈوبی بہت اس دور مین | گرچہ جامہ یار کا گم گھیر ہے

انچل اوس دامن کا ہاتھ آتا نہین
میر دریا کا سا اسکا پھیر ہے

اب صبر میسر ہو نہین سکتا فراق مین
یک عمر جان وو لگی فریبندگی ہوئی

یار نے ہمسے بی ادائی کی
وصل کی رات مین لڑائی کی

بال و پر بھی گئے بہار کے ساتھ
اب توقع نہین رہائی کی

کلفت رنج عشق کم نہ ہوئی
مین دوا کی بہت شفائی کی

طرفہ رفتار کے ہین رفتہ سب
دھوم ہے اسکی رہگرائی کی

خندۂ یار سے طرف ہو کر
برق نے اپنی جگ ہنسائی کی

کچھ مروت نہ تھی اُن آنکھون مین
دیکھ کر کیا یہ آشنائی کی

وصل کے دن کو کار جان نہ کھنچا
شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

منہ لگایا نہ دختر رز کو
مین جوانی مین پارسائی کی

جور اس سنگدل کے سب نہ کھینچے
عمر نے سخت بیوفائی کی

کوہکن کیا پہاڑ توڑیگا
عشق نے زور آزمائی کی

چپکے اسکی گلی مین پہر تو رہے
دیر وان ہمنے بینوائی کی

اک نگہ مین ہزار جی مارے
ساحر کی کہ دلربائی کی

نسبت اوس آستان سے کچھ نہ ہوئی
برسون تک ہمنے جبہہ سائی کی

جس آنکھہ سے دیا تھا اون نی فریب لکو — اس آنکھہ کو جو دیکھو اب آشنا نہیں ہے

جب دیکھو آئینے کو تب رو برو ہے اسکی — بیچشم درد اوس سے کچھہ شرم و حیا نہیں ہے

مین برگ نبد اگرچہ زیر شجر رہا ہون — فقر مکب سے لیکن برگ و نوا نہیں ہے

شیرین نمک لبون بن اسکی نہیں حلاوت — اس تلخ زندگی مین اب کچھہ مزا نہیں ہے

اعضا گداز ہو کر سب بہہ گئی ہین میرے — ہجرا نمین اسکی مجھہ مین اب کچھہ رہا نہیں ہے

سُن سانحات عشقی ہنس کیون نہ دو پیارے — کیا جانو تم کسو سے دل تک لگا نہیں ہے

دل خون جگر کی ٹکڑے جب میر دیکھتا ہون
ابتک زبان سے اپنی مین کچھہ کہا نہیں ہے

لاکھون فلک کی آنکھین سب مند گئین ادہر سے — نکلی نہ نا امیدی کیونکر مری نظر سے

برسے ہے عشق یان تو دیوار اور در سے — روتا گیا ہے ہر ایک جون ابر میرے گھر سے

جو لوگ چلتے پہرتے یان چھوڑ کر گئے تھے — دیکھا نہ انکو ایکی آئے جو ہم سفر سے

قاصد کسو نی مارا خط راہ مین سے پایا — جب سے سُنا ہے ہمنے وحشت ہے اس خبر سے

سو بار ہم تو تم بن گھر چھوڑ چھوڑ نکلے — تم ایکبار یان تک آئی نہ اپنے گھر سے

چھاتی کی جلنے کی ہے شاید کہ آگ سلگے — اٹھنے لگا دہوان اب میری دل و جگر سے

نکلا سو سب چلا ہے نومیدی چلا ہے — اپنا نہال خواہش برگ و گل و ثمر سے

یارب نسیم لطف سے تیری کہین کہلے
دل اس چمن مین غنچہ سا کبتک رہا کرے

مین ذکہا کہ آتش غم مین جلے ہے دل
وہ سرو مہر گرم ہو بولا جلا کرے

رکنے سے میر رات کی سارا جہان رکا
آئی نسیم صبح کہ اک دم ہوا کرے

برسون کیا کرے مری تربت کو گلفشان
مرغ چمن اگر حق صحبت ادا کرے

عارف ہے میر اوس سے ملا بہتیر کرو
شاید کہ وقت خاص مین تمکو دعا کرے

مدت سے تو دلونکی ملاقات بہی گئی
ظاہر کا پاس تہا سو مدارات بہی گئی

کتنے دنون مین آئی تہی اوسکی شب وصال
باہم رہی لڑائی سو وہ رات بہی گئی

کچہ کہتی آکے ہمتو سنا کرتے وے خموش
اب ہر سخن پہ بحث ہے وہ بات بہی گئی

نکلے جو تہی تو بنت عنب عاصمہ ہی تہی
اب تو خراب ہو گئی خرابات بہی گئی

عمامہ جانماز گئے لیکے شیخجی
واعظ کی اب لباس کرامات بہی گئی

پہرتے ہین میر خوار کوئی پوچہتا نہین
اس عاشقی مین عزت سادات بہی گئی

گل نے بہت کہا کہ چمن سے نجائیے
گلگشت کو جو آئیے آنکہون پہ آئیے

مین بیدماغ کرکے تغافل چلا گیا
وہ دل کہان کہ ناز کسو کی اٹہائیے

گزنہا کرین ہین ہوا ہے سو دجہان جسم جیسے اپنا
نہین جو دیکہا ہی ہمنے اسکو ہوا ہی نقصان جان اپنا
بجا بہی ہی جو نہو وی مایل نگار سیر چمن کا ہرگز
کسے ہی رنج وغم و الم سی دماغ سر کی اٹہانیکا اب

غم جدائی جہان جان لگا ہماری دلمین جہان جہان ہے
ادہر بدیکہی ہی وہ کبہو تو نگہہ کا اسکی گزر یہان ہے
گلو نہین ہمدم ہی کوئی اسکا سو کسکا ایسا لب دہان ہے
مصیبت اسکی زبانی ہین تو ہماری اوپر زبان زبان ہے

نہین ہی اب میر اتنا جو ذکر حق سی تو منہ چہپاوے
پگاہ نعرہ زنے گیا کرا بہی نام خدا جوان ہے

سر راہ چند انتظاری رہے
رہا ہے کئی آنسو پلکون پہ شب
کہا بوسہ دیکر سفر جب چلا
کہین خشک ہو چشمہ چشم بہی
بس اب رہ چکی جان غمناک بہی
تسلی نہو دل اگر یار سے
ترے ہی دعا گو شنا خوب ہی
شب وصل تہی یا شب تیغ تہی
کرین خواب ہمسائے کیونکر یہان

بہلا کب تلک بیقراری رہے
کہان تک ستارہ شماری رہے
کہ میری بہی یہ یادگاری رہے
لہو منہ پہ تا چند جاری رہے
جو ایسی ہی تن کی نزاری رہے
ہمین سالہا ہمکناری رہے
فقیرونکی گر گوشہ داری رہے
کہ لڑتی ہی وے رات ساری رہے
بلا شور و فریاد و زاری رہے

اگر زلفی بکہری زلف سے ... کسو کی سے
آرزو مین بادِ صبح کے یہان اک دماغ سے
کجروی سے ... دل ناتوان پہ مین ...
اوس شوخ ... سے ہم جلتے ہیں
طبیعت نے عجب کل یہ ادا کی
کہ ساری رات وحشت ہی رہا کی
نمایش داغ سودا کی ہے سر سے
بہار اب ہے جنون کے ابتدا کی

ازدو کیا ہے ہستی مین جدائی
ہوا طالع جہان خورشید دن ہے
بہت ہے ہم نو تو کلیو نکی جبا کی
نہین ... کی تیغ ...
رہی تہی جان سو برسون جلا کی
گئے جل ... عشق سے جا و دل
نہین تقصیر اس نا آشنا کی
کبھی کو ... پہ ہم نہ آیا
ہمین گلزار مین مدت سنا کی
نہو گلشن ہم ... ر ا کیونکہ بلبل

پیام اوس گل کو پہونچا پہر نہ آئے
نہ خوش آئی میان گیری صبا کی

سبب حیرت کا ہے اسکا توقف
سبکپا وان یہ ابتک کیا کیا کی

جفائین سہیو گا کہتے تہے اکثر
ہماری عمر نے یہر گر و فا کی

جوان ہونے کی اسکی آرزو تہی
سواب باری ہمین سے یہ جفا کی

ق

گیا تہا رات دروازی پر اسکے
فقیرانہ دعا کر جو صدا کی

لگا کہنے کہ یہ تو ہمنشینان
صدا ہی دل خراش اسہی گدا کی

رہا تہا دیکہہ پہلے جو نگہہ کر
ہمارے میر دلمین اونے جا کی

ملا اتبو نہ وہ ملتا تہا اوسکا
نہ ہمسے دیر آنکہہ اوسکی ملا کی

ہم رو رو کی درد دل دیوانہ کہینگے
جی مین ہے کہون حال غریبانہ کہینگے

سودائی و رسوا و شکستہ دل و خستہ
اب لوگ ہمین عشق مین کیا کیا نہ کہینگے

دیکہو سو کہو کوئی نہین جرم کسو کا
کہتے ہین بجا لوگ بہی بیجا نہ کہینگے

ہون دربدر و خاک بسر چاک گریبان
اس طور سے کیونکر مجہے رسوا نہ کہینگے

ویرانی کو مدت کی کوئی کیا کرے تعمیر
اجڑی ہوئی آبادی کو ویرانہ کہینگے

مین رو یا گڑھا کرتا ہون فرہاد جو در روش
من بعد مرے تکیہ کو غم خانہ کہینگے

نہوے ہم نظیری سے یون تو
شعر کے فن مین بی نظیر ہوئے

بات کا ہم سے انکو کب ہے دماغ
میر درویشی مین امیر ہوئے

آؤ کبھو تو پاس ہمارے بھی ناز سے
کرنا سلوک خوب ہی اہل نیاز سے

پھرتے ہو کیا درختون کی سائے مین دور دور
کر لو موافقت کسو بی برگ و ساز سے

ہجرا نمین اسکی زندگی کرنا بھلا نہ تھا
کوتاہی جو نہووے یہ عمر دراز سے

مانند سبحہ عقدے نہ دل کے کبھو کھلے
جی اپنا کیونکہ اچٹے نہ روزی نماز سے

کرتا ہی چھید چھید ہمارا جگر تمام
وہ دیکھنا ترا مژۂ نیم باز سے

دل پر ہو اختیار تو ہرگز نکریے عشق
پرہیز کریے اس مرض جانگداز سے

آگے بچھا کی نطع کو لاتی تھی تیغ و طشت
کرتے تھے یعنی خون تو اک امتیاز سے

مانع ہون کیونکہ گریۂ خونین کی عشق مین
ہے ربط خاص چشم کو افشاے راز سے

شاید شراب خانے مین شب کو رہی تھی میر
کھیلے تھا ایک مغبچہ مہر نماز سے

رشک شمشیر ابرو کا خم ہے
تیز نشتر سے کیا پلک کم ہے

تم کرو شاد زندگی کہ مجھے
دل لگے خون ہونے کا بہت غم ہے

کیا زمانہ تھا وہ جو گذرا میر
ہم کو لوگ چاہ کرتے تھے

وے سیہ موئی و گرفتاری
ورنہ غمزونکی ویسی عیاری

اُنکی دل اُنسے بچ گیا تو گیا
چھوڑ جاتی رہی کہ اندہیاری

اچھا ہوتا نہین مریض عشق
ساتھ جیکے ہے دلکی بیماری

کیون نہ ابر بہار ہو رنگ
برسون دیکھی ہے میری خونباری

شور و فریاد و زاری شب سے
شہریونکی ہے مجھسے بیزاری

چلے جاتے ہین رات دن آنسو
دیدۂ تر کی خیر ہے جاری

مر رہین یا اسمین یا رہین جیتے
شیوہ اپنا تو ہے وفاداری

کیونکہ راہ فنا مین بیٹھے گا
جرم بیحد سے ہے گران باری

وانسے خشم خطاب و ناز و عتاب
یان سے اخلاص و دوستی یاری

میر چلنے سے کیون ہو غافل تم
سب کی یان ہو رہی ہے تیاری

جمع افگنی سے اون نے ترکش کیے ہین خالی
کس مرتبے مین ہو گئی سینونکی خستہ حالی

درگیر کیونکہ ہو گئی اس سفلہ خو سے صحبت
دیوانگی یہ اتنی وہ اتنا لاؤ بالی

۴۵۸

گیسو و رخسار یار آنکھوں ہی مین پہرتے ہین
میر یہ لیل و نہار دیکھیے کب تک رہے

فلک گردی کی قابل آسمان ہے — کہ یہ پیرانہ سر جاہل جوان ہے
گئے ان قافلون سے بہی اٹھی گرد — ہماری خاک کیا جانین کہان ہے
بہت نامہربان رہتا ہے یعنے — ہمارے حال پر کچہہ مہربان ہے
اسیکا دم بہرا کرتے رہینگے — بدن مین اپنے جب تک نیم جان ہے
ہمین جس جای کل غش آگیا تہا — وہین شاید کہ اوسکا آستان ہے
مژہ ہر اک ہی اسکے تیر ناوک — خمیدہ ہوں جو ہی زور مین کمان ہے
اسے جب تک ہے تیراندازیکا شوق — زبونی پر مری خاطر نشان ہے
چلی جاتی ہی دو ٹکڑون ہی مین جان ہے — یہین سے کہتے ہین جہان گذران ہے

بڑا ہی ہول گہر مین کا ہیکو میر
چمک ہر گل کی برق آشیان ہے

ہم رہین بادہ جامہ احرام کر چکے — مستی کی دیر مین قسم اقسام کر چکے
جامہ کی وجہ مے مین ہار انہین گیا — دستار و رخت سب گرو جام کر چکے
زنار پہنا سبحہ کی رشتے کے تار توڑ — ترک نماز و روزہ و اسلام کر چکے

یہ راہ دور عشق نہیں ہوتی میر طے
ہم صبح بھی چلے گئے ہیں شام بھی چلے

اب دشت عشق میں ہمیں تنگی ہی جا سے ہے
آنکھیں ہماری لگ رہی ہیں آسمان سے

پڑتا ہے پھول برق سے گلزار کی طرف
دھڑکے ہے جی قفس میں غم آشیان سے

یکدست جون صدائے جرس بیکسی کے ساتھ
میں ہر طرف گیا ہوں جدا کاروان سے

مجھکو تو التفات نہیں حال زار پر
اب ہم بلینگے اور کسو مہربان سے

تجھ ہم سے صرفہ ایک نگہ کا کیا سے کیے
اغماض ہمکو اپنے ہی جی کے زیان سے

جاتی ہیں اسکی اور تو عشاق تیر سے
قامت خمیدہ انکی اگرچہ ہیں کمان سے

دلکش قد اسکا آنکھوں تلے ہی پھرا کیا
صورت گئی نہ اسکی ہمارے دھیان سے

آتا نہیں خیال میں خوشتر کوئی کبھو
تو مار ڈالیو نہ مجھے اس گمان سے

آنکھوں نمیں آگے دلسے نہ ٹھہرا تو ایک دم
جاتا ہے کوئی دید کے ایسے مکان سے

دیں گالیاں انہیں نے وہی بیدماغ ہے
میں میر کچھ کہا نہیں اپنی زبان سے

گلبرگ سی زبان سے بلبل نے کیا فغان کی
سب جیسے اڑ گئی ہے رنگینی گلستان کی

مطلوب گم کیا ہے تب اور ہی پھرے ہیں
بیوجہ کچھ نہیں ہے گردش یہ آسمان کی

دیوان ششم تمام شد

۴٦۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فردیات

کیا کہیے عشق حسن کی آپہی طرف ہوا ‖ ولہ ‖ دل نام قطرۂ خون یہ ناحق تلف ہوا

مے گلگون کی بو سے بسکہ میخانہ مہکتا تھا ‖ ولہ ‖ لب ساغر پہ منہ رکھ کر کہ ہر شیشہ بھبکتا تھا

جب کہ تابوت مرا جای شہادت سے اٹھا ‖ ولہ ‖ شعلۂ آہ دل گرم محبت سے اٹھا

گرچہ امید اسیری پہ ناشاد آیا ‖ ولہ ‖ دام صیاد کا ہوتے ہی خدایا د آیا

یکپارہ جیب کا بھی کجا مین نہین سیا ‖ ولہ ‖ وحشت مین جو سیا سو کہین کا کہین سیا

خاک سی میر کیون نہ یکسان ہو	ولہ	تجھ پہ تو آسمان ٹوٹتا ہے
سوای سنگدلی اور کچھ ہنر بھی ہے	ولہ	بتان دلو نمین تمہاری خدا لگا ڈر بھی ہے
تری فراق مین کچھ کہا کی سو رہونگا مین	ولہ	تو کس خیال مین ہی تجھکو کچھ خبر بھی ہے
ہنس دی ہی دیکھتے ہی کیا خوب آدمی ہے	ولہ	معشوق بھی ہمارا کیا خوب آدمی ہے
افسانہ ہو جو کچھ ہی اور اک میر بولاک	ولہ	نادان زمین زمان سی مطلوب آدمی ہے
ہم روروکی درد دل دیوانہ کہینگے	ولہ	جی مین ہی کبہو حال غریبانہ کہینگے

موقوف غم میر کہ شب ہو چکے ہمدم
کل رات کو پہر باقی یہ افسانہ کہینگے

وصل کی جبسی گئی ہی چھوڑ دلداری مجھی	ولہ	ہجر کی کرنی پڑی ہی ناز برداری مجھی

مین گریبان پھاڑتا ہون وہ سلا دیتا ہی میر
خوش نہین آتی نصیحت گوئی غمخواری مجھے

حیران اوس ہبہوکی سب دو ش ہو گئے	ولہ	شمع و چراغ بزم مین خاموش ہو گئے
عمر گذری کہ تری کوچہ کو آنے سے گئے	ولہ	دور سے ایک نظر دیکھی جانی سے گئے
کیون گردن ہلال ابھی سی ڈہلک چلی	ولہ	ابرو تو ایک طرف پلک اوسکی نہین ہلے
ہمت دی باد تند کو ایسی کہ بعد مرگ	ولہ	مشت غبار میر النجف پہونچی یا علیؑ

پیر کنعان سے گیا کب درد عشق	ولہ گو شفا ہو آنکھہ بہوئی پھر گئی
وابستہ دلبرونکی خاموش ہین ہمیشہ	ولہ ان ساحرون نے ایسی منہ عاشقونکی باندہے
نسے گا فغان مری پہر تو	ولہ مین تری کان کہول رکھتا ہون
آرسے آرسے وہ ہی وہ نکلا	ولہ یہ نہ منہ دیکہہ کی سی مین نے کہی
بخت دشمن بلند ستہے ورنہ	ولہ کوہکن نے بہی سر کو پہوڑا تہا
جو ترے لب سے کار رکہتے ہین	ولہ یعنی کوڑے نام رکہتے ہین
دل تا بہ تنگ بہی لاتا نکو ہمین کچہ آتا	ولہ اوس تشنہ کام نے تو پانی بہی پہر نہ مانگا
لائق نہین تمہاری مژگان خونشنگاہان	ولہ مجروح دلکو میرے کانٹو مین مت گہسیٹو
غم مین دل صبر و ہوش اے پیارے	ولہ ہاتہہ کانو مین رکہہ گئے سارے
لٹ گئی اوسکو دیکہہ گل کی فصل	ولہ ساری گلبن پہر تو کہے بے اصل
کر نظر اک دور سے مجہہ داغ مین	ولہ آنکہین نیچی کر گیا گل باغ مین
اون نے دیکہا جو اوٹہہ کے سوتے سے	ولہ اوڑ گئے آئینے کے توتے سے
کیسہ پر زر ہو تو جفا جو یار ان	ولہ تمسے کتنے ہار سے جیب مین ہین

دیکہتا ہون تو کام میر امیر
اول عشق ہی مین آخر ہے

ولہ تجہہ بن چمن مین [illegible]
ولہ نقد دل چہوڑ کر نہین خوبان
ولہ پابوس وصل اسکا تو نہین [illegible]
ولہ خضر راہ عشق [illegible]
ولہ [illegible]

خود بخود دکھو یا گیا ہم کتنے روون سے فقیر | وله | وہ نہین ہے اب جو تھے پیشتر ان دنون کیا جانا ہم
دوستان ظلمی بحال نامرادم رفتہ است | وله | داشتم چیزی کہ من بودم ز یادم رفتہ است
نہ اپنے در سے مجھے دور کر شتابی سے | وله | کہ آہ یان نہین پہنچا ہون کس خرابی سے
ز ضعف دست بدیوار دادہ آمدہ ام | وله | بہر دو گام ز مانے ستادہ آمدہ ام
مشہور ہین عالم مین تو کیا ہین ہے کہین ہم | وله | القصہ نہ پیچھے ہو ہمارے کہ نہین ہم
عنقا سر و برگیم مپرس از فقر ہیچ | وله | عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ
مین رہ گیا تھا لاجرم شکوے سے جب ایمیہ تر | وله | تب کے ہلا تب بنے گئے ہنگامہ تھا ہمیر تہ
اکنون کہ تنہا و بدمست لطف آرے آزار مکن | وله | تلخی نگو ستنگے بزن تیغی ناشی کار می بکن
چمن مین صبح ہر ستارہ برنگ گل | وله | کہ صبح شاخ پہ یہ بیت پڑھتے تھے بلبل
درین حدیقہ بہار و خزان ہم آغوش است | وله | زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است
رہے ہم تشنگان سے خوشی منت یار کی کیسی | وله | کہ پھر پانی نہ مانگا ہم لگائی ایک ہے ایسی
بامید کسی نگذاشت بیداد ش دل ما را | وله | خدا اجری دہد در کشتن ما قاتل ما را
دور رہے ہی مین طاقت نہ رہی ہائے کے آخر | وله | رو رو کے تھوڑی رات ملاقات کے آخر
زہر غم ہجر تو بجان کار گر افتاد | وله | امید وصال تو بعمر و گر افتاد
آشنا سے کفر و دین عاشق نہین ہوتے ہین میر | وله | جانتے ہین طور میرے سب جا نجہ خورد ہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رباعیات

دامن عزلت کا اب لیا ہے مین نے
تہا چشمۂ آب زندگانی نزدیک
دل مرگ سے آشنا کیا ہے مین نے
پر خاک سے اوسکو بہر دیا ہے مین نے

رباعی

اے تازہ نہال عاشق پا مالے
سب تجہسے جہان بہرا ہے تسکے اوپر
یہہ تونے طرح نازکی کیسے ڈالے
دیکہین ہین جا ہے گی تیری خالے

ولہ

افسوس ہے عمر ہم نے یونہین کہوئے
جہنجہلا کے گلا چہری سے کاٹا آخر
دل جسکو دیا اُسنے نہ کی دلجوئے
جہل ایسی بہی عشق مین کرے ہو کوئے

ولہ

طاعت مین جوان ہوئے تو کرتے تقصیر
اکی روز دن مین یون سنا ہے ہمنے
وہ سر مین نشے نہین ہوئے ہین اب پیر
میخانی مین بیٹہے معتکف ہو کر میر

رباعی

اللہ کو زاہد جو طالب کرتے ہین
ظاہر تقوے سے لوگون کی بیر کرتے ہین
دکھلا کے نمونونکا ہے دونونکا صلہ
پیش انجمن نماز شب کرتے ہین

آزار بہت کھینچے ہیں اس بن دل نے — ہجران ہے شاید کہ وصال اپنا ہے

وله

دل جان جگر آہ جلاوے کیا کیا — درد و غم و آزار کھینچا وہ کیا کیا
ان آنکھوں نے کی ہو نہ رکھے دم دار — دیکھیں تو ہمیں عشق دکھائے کیا کیا

وله

چپکا چپکا پھرا نہ کر تو غم سے — کیا حرف و سخن عجیب ہے کچھ محرم سے
آخر کو رسے رہتے جنون ہوتا ہے — اے میر کوئی بات کیا کر ہم سے

وله

کیا گئے اداتیوں سے کیا ہوتی ہے — جو دل زدگان پر یہ جفا ہوتی ہے
یہ کیا کہ سجود میں نہ رکھا گر سر ہی — اک وقت نماز بھی قضا ہوتی ہے

وله

اب وقت عزیز کو تو یوں کھوؤ گے — پھر سوچ کی غفلت کی تیکیں روؤ گے
کیا خواب گران پہ میل ہے روز و شب ہے
جا گو ٹک میر پھر بہت سوؤ گے

پر پیچ بہت ہے شکن زلف سیاہ — وارفتہ نہ ہو اوسکا دلا بیگاہ و گاہ
دیتو انکی کمند کی جگہہ ہی ٹک دیکھ — جا ملتے ہی یہ کوچۂ زنجیر میں راہ

وله

جانان نے ہمیں کبھو نجانا افسوس — جو ہمنے کہا سو وہ نمانا افسوس
تب آنے میں یہ کی قیامت اب سو — آیا نزدیک جی کا جانا افسوس

وله

ہر لحظہ رلاتا ہے کڑھاتا ہے مجھے — ہر آن ستاتا ہے کھپاتا ہے مجھے

چپ ایسے ہین گویا کہ نہین منہ مین زبان — جب نام ترا لین تو زبان اپنی ہے

ولہ
شب بزم مین پیش رو جو ہستکا — اوس سے ناگاہ ایک بجلی جھمکے
آیا دل داغ کر گیا جس کا — کیا جانیے اوس نے گہر جلایا کسکا

ولہ
ہم میر سے لتے ہین تو رویا کر — پایا نہین جانے کا وہ در نایاب
ہنس کہیل کی ٹک چین سے بہی سویا کر — کڑہ کڑہ کے عبث جان کو مت کہویا کر

ولہ
ابرو سے مہ تو نے کمان چشم مارا — زلفون کو ترے ہم بہی پریشان نہین
ہونٹہو نسے ترے معل نے کب دم مارا — اک جمع کو ان دونو نے برہم مارا

ولہ
جان ہے بدن لطیف ورو ہے نازک — بلبل نے سمجہ کے کیا تجہی نسبت دے
پاکیزہ ہے تیرا طبع و خو ہے نازک — گل سے تو ہزار پردہ تو ہے نازک

ولہ
پوچہو نہ کچہہ اس بے سرو پا کی خواہش — جاتی ہین چلے جی ہی تبو نکی خاطر
رکہتے نہین جدا اہل وفا کے خواہش — معلوم نہین کیا ہے خدا کی خواہش

ولہ
دل غم سے ہوا گداز سارا اللہ — ہے نسبت خاص تجہسے ہر ایک کے تئین
غیرت نے ہمین عشق کے مارا اللہ — کہتے ہین چنانچہ سب ہمارا اللہ

ولہ
وصف اپنی دلونکی کسنے کیئے ساری — بالونمین چہپا منہ کہو یون پوچہا
اوس شوخ کی تمکین نے تو جی ہی مارے — کہہ میر گئی ہے رات کیونکر بارے

کچھ خواب سے ہے میر یہ صحبت داری
اٹھ جائینگے یہ بیٹھے ہوئے یکباری

ولہ

کیا آنکھوں کو کھولا ہے تنک گوش کو کھولا
دل خون ہوا ضبط ہی کرتے کرتے
ای مایۂ زندگی ستم ہے یہ اگر

افسانہ ہے پل مارتی مجلس ساری
ہم سو ہی چلے دکھونکے بھرتی بھرتے
بھر آنکھ تجھے دیکھیں نہ مرتے مرتے

ولہ

مستی نکر ای میر اگر ہے ادراک
دامان بلند ابر نظر رکھ تو پاک

ہے عار تیرے جامہ ہستے تیرا
کیا تمسے کہوں میر کنا تنگ ودن
جوں ابر جہاں جہاں بھرا ہوں غم سے

ہشیار کہ اوسپر نہ پڑے گرد خاک
روؤں تو زمیں سے آسماں تک سودن
شایستہ ہوں وفی کا جہاں تک دو دن

ولہ

میر اس سے ملے کہ جو ملا سب سے نہ کبھو
جی یوں سے کیا وہ آہ بھرا سب سے نہ کبھو

چپ جسکے لئے لگ گئی ایسے انکو
کیا کوفت ہے لخت دل کی کوئی نکلے
چھاتی جو بہت ندان جلتے جلتے

ان نے تو کہنہ زیر لب کھا سبے نہ کبھو
ٹکڑے جو ہوئے جگر کی ٹوٹی نکلے
اوس میں پہلو ہمارے ہوگی نکلے

ولہ

ایسا نہوا کہ جیسے تماشی کی ہو — یا سیر بہار باغ و صحرا ہی کے ہو

چہرہ مردہ کلی سے رنگ گلشن مین — غالب ہے یہی کہ نامرادی ہے ہو

ولہ

اتنے ہے ہم خراب ہوتے رہتے — کاہیکو غم و الم سے روتے رہتے

سنتے جو اب عدم سے چونکنی کی ہین بال — بہتر تھا یہی کہ وہین سوتے رہتے

ولہ

ہم میر ہر سے لگتے ہین وہ اتنا خوب

مشہور جہان ہم ہین وہ سب کا محبوب

ولہ

ہم ممکن او سے وجوب کا رتبہ — ہے کچھ بھی مناسبت کا باہم اسکو

ولہ

گو رو کش ہے تیاد و ملت سے ہم ہین — مرآت بدن نما سے وحدت ہم ہین

بے اپنے نمود او سکے اتنے معلوم — معنے محبوب ہین تو صورت ہم ہین

ولہ

محشر مین اگر یہ آتشین دم ہو گا — ہنگامہ سب ایک لپٹ مین برہم ہو گا

تکلیف بہشت کاش مجکو نکرین — ورنہ وہ باغ سب ہے جہنم ہو گا

ولہ

ہر صبح مرے سر پہ قیامت گذرے — ہر شام نئی ایک مصیبت گذرے

پامال کدورت ہے ربا یان آت — یون خاک مین ملتے ہمکو مدت گذرے

ولہ

اب شہر کی گلیو نمین جو ہم ہوتے ہین — منہ خون جگر سے دم بدم دھوتے ہین

یعنے ہر ایک جا پہ جون ابر بہار — عالم عالم جہان جہان روتے ہین

ہرچند کہ ای مہ اب تمامی ہی گی	ولہ	پر ہم جو گلہ کرین تو خامی ہی سے گی
شہرے مین تری کیونکے کرین سرتابی		خدمت تری ہمین غلامی سے ہے گی
زانو پہ قدم خم شدہ سر کو لایا	ولہ	جائے وندان کو ہمنے خالی پایا
آنکھونکے بصارت مین تفاوت آیا		پیری نے عجب سمان ہمین دکھلایا
اوقات جوانی کے گئے عشرت مین	ولہ	ایام لڑکپن کے گئے غفلت مین
پیری مین جز افسوس کیا کیا جائے		یکبارہ کمی ہے آ گئے طاقت مین
	ولہ	

تا چند تلف میسر حیا سے ہو گا

شایستہ صد ستم حیا سے ہو گا

کر ترک ملاقات بتان کعبے چل	ولہ	اُنسے ہو گا سو اب خدا سے ہو گا
وہ عہد گیا کہ جور اسکے سہئے	ولہ	وہ بات نہین رہے کہ چپکے رہئیے
جب جی ہی چلا تو صرفہ کیا ہے		بیصرفہ جو کچھ کہ منہ مین آئے کہئیے
حسن ظاہر ہی ہے ہمارا دلخواہ	ولہ	محو صورت ہی ہو ہین معنی آگاہ
باغ عالم کو چشم کم سے مت دیکھ		کیا کیا ہین رنگ یہان بھی اللہ اللہ
جسوقت شروع یہ حکایت ہو گی	ولہ	رنجیدگی یک دگر نہایت ہو گی
احوال وفا کا اپنے ہرگز مجھسے		مت پوچھ کہ کتنے مین شکایت ہو گی

پھر عشق مین میر پانو دہرتا ہے گا
بے اور منغص اپنا کرتا ہے گا

سب ملکے چلو بلاسے سمجھاوین
دل تجھ پہ جلے نہ کیونکر میر ابتیاب

ولہ

افسوس کہ وہ جوان مرتا ہی گا
یان تجھکو توقع ہے کہ لاتا ہی جواب

وان اون نے شراب پیکی مستی مین میر
گر گیائے ہی نامہ بر کبوتر سکے کباب

کہتا ہے یہ اپنی آنکھون دیکھینگے فقیر ولہ ہنگش نہین رکھتی کیا جوان ہون کیا پیر

آندہی ہین جہان کے لوگ ساری اے میر
سوجھے نہ جسے وسے یہ کہتے ہین بصیر

پیغمبر حق کہ حق کہا یا اسکا
سایہ او سکے تہا یہ باعث ہوگا

ولہ

معراج ہے کمترین پایا اسکا
کل حشر کو سب پہ ہوگا سایہ اسکا

ولہ

چپکے رہنا نہ میر دلین ٹہانو
بولو چاہو کہا ہمارا مانو

اک حرف نہ کہہ سکوگے وقت رفتن
کی حسن نے تجھسے بیوفائی آخر

ولہ

چلنے کو زبان کے غنیمت جانو
خوبی نرہی نہ میرزائی آخر

از غزل مربع

رباعی از غزل

ہم علیؑ کو خدا نہین جانا
پر خدا سے جدا نہین جانا

ہے علیؑ یہان کا مالک و مختار

ہے علیؑ مدعا علیؑ مقصود
ہے علیؑ وہ کہ سارے صاحب دل
کیا زمین کیا سپہر کیا مہر و مہ
جمع رکھ دل علیؑ سبب ہوگا
بندگی کے مقام مین معلوم
مصطفےٰ مرتضیٰ خدا سے ہے ایک
جھک ہی جاتے ہین سر سنی اسکا نام
حشر ہوگا علیؑ کے ساتھ اپنا
عندیہ اپنا اپنا ہے اے شیخ

وہی مشہود ہے وہی موجود
لیتے نام اوسکا بھیجتے ہین درود
کی علیؑ کے لیے سبھو نے نمود
کیا ہے اسباب اگر ہوئے مفقود
ہے یہ صاحب ہمارا تو معبود
لیک آگاہ راز ہین معدود
یعنی سب اوسکو جاتے ہین مسجود
کیا ہوا انکا ہمین غم بہبود
گوش کر اوسکو تو اچھل یا کود

ہم علیؑ کو خدا نہین جانا
پر خدا سے جدا نہین جانا

گاہ بیگاہ کر علیؑ خوانی
میر کا اوسکے رہ سر آشفتہ
فرش راہ علیؑ کر آنکھون کو
ہو سبے زور ہو علیؑ کا تو

ہے علی دانی ہے خدا دانی
ہے ولائے علیؑ مسلمانی
یون بچھا تو بساط ایمانی
کہ جہان مین کرے سلیمانی

تہا بزم لامکان مین بہی رونق فزا علیؑ

خواہش مردکی غیر سے ہی یہ خیال خام — کرتا ہی کب قبول اوسے عاقل تمام
کافی ہی دو جہان مین ہوا کا میرے نام — لازم ہیا سے آتش دوزخ ہوئی حرام

یکبار بہی زبان سے جن نے کہا علیؑ

سرتا قدم ثبات دل جہلگے ادب — صورت پکڑ کے سامنے آیا تہا لطف رب
ظاہر ہوئی ظہور جہان مین عجب عجب — محراب مین نہ گرم ابکا تہا کدام شب

ہفتاد زبانہ کون سے روز غزا علیؑ

عنتر کو نار خشم نے اوسکے جلا دیا — اژدر کو جیر ایک ہی دم مین کہپا دیا
خورشید کو نکال دوبارہ دکہا دیا — ہنگامہ کفر و شرک کا آکر مٹا دیا

تہا جانشین ختم رسل کا بجا علیؑ

گو چشم دل کہلی نہ کسی روسیاہ کی — اوس تک مجال کہ نہ ہو کسو کی نگاہ کی
اللہ ری بلندی تری قدر و جاہ کی — رہ رہ کے جبرئیل نے دربان سے راہ کی

شاہا ملک سپاہ جہان صفا علیؑ

دشمن کو آگہی ہی کیا بغض کہاں — قدرت سے اوسکی قدرت حق تہا عیان
زور آوری مزاج مین آوے تو الامان — کچہ بہی نہین ہے جو سب کچہ ہی

یکتا ہی عرصۂ دو جہان مرتضی علی

ہر چند کام ایسی جگہہ کیا کرے سمجھ
اس راز کو سمجھ جو سکے تو اسی سمجھ
یعنی نہ ذات پاک سوا آشنا دری سمجھہ
عقل نخست سے بھی اسے کچھ پری سمجھہ

ہے آنسوی خیال وگمان مرتضی علی

موجود اوسکی ہونے سے روشن جہان ہوا
اس پردے مین جو تہا پس پردہ عیان ہوا
فرمان شاہ بحر وبر اونپر روان ہوا
پیر زمانہ دیدۂ عالم جوان ہوا

چشم و چراغ کون و مکان مرتضی علی

شخصیت ایسی کسکی تھی کسکو تہا یہ شرف
اسقدر رسا تہہ کون بغیر از شہ نجف
اللہ رے زور کوئی نہ اوسکا ہوا طرف
دریای موج خیز تہا اوسکی کرم کا کف

ابن عم رسول زمان مرتضی علی

ہر چند ہے یہ عرصہ ہمیشہ سے پر غبار
یاران رفتہ کی بہی تردد مین یادگار
لیکن کہان یہ حرب کہان ایسی مرد کار
نکلی نہ دیسی تیغ کہ جیسی تہی ذوالفقار

دیکہا نہ تہا وہ جیسا جوان مرتضی علی

پامال راہ اسکی ہین سرہای پر غرور
نزدیک اہل عقل کے رتبہ ہے اسکا دور
شاہنشہ سجود سمجہتے ہین ذی شعور
ہر جملہ تن منزہ و سر تا قدم ہے نور

اس زمانے مین آہ کچھ ہے عظیم
ہے مری جان پر عذاب الیم
مستحق کرم ہون مین تو کریم
ملتفت ہو بہت ہے حال سقیم
میرے ہر درد کی دوا ہے تو

فرصت وقت یون حباب ہے کم
حال مانند موج ہے درہم
ڈوب جاتا ہے جی مرا ہر دم
جوش زن گو کہ ہو محیط غم
غم نہین کچھ جو آشنا ہے تو

تجھسے ظاہر ہوئے چھپے سب بھید
جلوہ تیری ظہور کا جسا وید
ذرے ذرے کو تجھسے ہے امید
دن ہی طالع ہوا جہان خورشید
سب پہ روشن ہے کیا چھپا ہے تو

میر کو کب تلک یہ رنج و غم
اس بھی اندوہگین کو کر خرم
منبسط ہے ترا سحاب کرم
یعنی سائے مین ہے ترے عالم
سارے عالم مین چھا رہا ہے تو

مخمس در منقبت

ہے حقیقت سے تو اگر آگہ
یاد مین روز و شب علی کی رہ
کعبہ اوسکا ہے در ہے اے ابلہ
میر مولا کی ذات پاک ہے وہ

اے مخالف بحث مت کر نا بکار
بس کہا ایسا آستان کا ہون غبار

بات ایسی سی ہے مجھکو ننگ و عار
کیا کہا تجھسے کہون مین بار بار

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

شیخ کو نسبت نہین تحریر سے
نے عقائد ہوتی ہین تائید سے

ہے یہ خر حکبڑا ہوا تقلید سے
گو کہا ان نے مرے تقلید سے

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

اس عقیدے ہی پہ اپنے مین ہون
بے ولا حیدر کے ہون مین تو نہون

گو خوارج کے ستم اسمین سہون
لب ہین جبتک بس یہی تب تک کہون

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

اب ہوا پیری سے ٹک مین مضمحل
شوق میرا گچہ نہ تہا بے صدق دل

ورنہ تہا یہ شور تا چین و چگل
رات دن رہتا تہا کہتا متصل

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

اے میرے سرمایۂ ہر دو جہان
ہو اگر تن پر مرے ہر مو زبان

عشق تیرا ہے مرے ہمراہ جان
بیگمان ہر زہ ہو یہ ہے ہر زمان

حیدری ہون حیدری ہون حیدرے

جور انواع و شمنون کے سہ
ودستے ہین علی کے ہیجو ورہ
پر نکر یار گفتگو بے تہ
بات یہ ہے گی اور کچھ مت کہہ

یا علی یا علی کہا کر تو

اسم یہ ایک جو مکرم ہے
یہ سب اور اوپر مقدم ہے
سب کے نزدیک اسم اعظم ہے
غرض لے ہمنشین جو آدم ہے

یا علی یا علی کہا کر تو

رہ و لاے علی کا خواہش مند
وے کبھی ہرگز نرکھہ زبان کو بند
ہے یہ شیوہ خدا رسول پسند
پست کرنے کو مدعی کے بلند

یا علی یا علی کہا کر تو

بدر آسا علی تمام ہے نور
بھول مت اوسکو گر تجھے ہے شعور
ذات پاک اوسکی ہی علیم و صدور
یا و خاطر رہے ضرور ضرور

یا علی یا علی کہا کر تو

سونپ رکھ اوسکو اپنی موت و حیات
کس ہے اوسکے ولا برای نجات
رحمت صرف ہی علی کی ذات
باتین یون سو ہین پر یہی ہی بات

یا علی یا علی کہا کر تو

تقصیر ہی بوالہوس کی اور تہمت
اکسا ہی نہ تیغ کہا کے بارے
ای طفل کہے گا بعد میرے
ہون مین تو چراغ اخیر شب کا
دل سوزی میری کری صبا تک
رونے ہی کو رونا ہے گا ناصح
کوئی نہین شہر غم مین میرا
غم کہہ کے رُلاتا ہون مین سبکو
پائے نہ وفا کسی مین دیکہا

مارا جاتا ہون درمیان مین
فارغ ہوا دیکہے امتحان مین
مارا کا ہیکو یہ جوان مین
کوئی دم کا ہون میہمان مین
ہونے تئین صبح کے کہان مین
پہرتا ہون دیا کے خانمان مین
بیچارہ غریب ہو نگاہان مین
تجہہ غم مین ہوا ہون روضہ خوان مین
عزبال تمام گہر جہان مین

بارے مین یہہ سب دیار دیکہا
ہر کوچے کو بار بار دیکہا

شب ہی عالم مین ہو گئے تہے
آنکہین گئین روتے روتی لیکن
اب وعدہ نہ کر زیادہ بس ہم
کہتے تہے یہہ ہم نکر تمنا

اپنے دلکا غبار دیکہا
تو نے نہ ادہر کو یار دیکہا
جانا تیرا اعتبار دیکہا
اے جان امید وار دیکہا

۴۸۳

ہے بندہ نواز ظلم مجھ پر
گو موسم دے خنک ہو مجھسے
تک دیکھ فلک نے شاہ خوبان
سر بیچ سو عشق مین رکھے پا
ہاتھون مین مرے ہین مرغ خوبان
کیا تجھسے کہون معاش اپنی

ہم نالہ نکر تو مجکو تے سے
دل گرمی ہے محکو رو جے سے
کیا کچھ کیے خاندان کینے
واقف نہین دل تو یانکی رسمی
کہتے ہین کہ اس کنے ہین پیسے
بار سے گذرے ہے جیسے تیسے

رہتا ہے غرض ہمیشہ سودا
کوچہ کوچہ ہوا ہون سودا

وہ تشنہ دہن ہون دل جلا مین
کہتے ہو جسے فلک ہوا ہے
کماتا تو سبھے کبھی بلا سے
اب جان سے جانا آرہا ہے
ہو جسکی خراب عاقبت ہے
مین ہون کہ سر آمد جنون ہون
وہ خستہ ہون مین ہے جسکو کیسے

کب جس جسکا نہووے دریا
میرے ہے غبار دل سے پیدا
دل میرا ایسے کاش غنچہ ہوتا
موقوف اشارۂ تقاضا
وہ مین ہون کہ مین اور دینا
مجنون کو خلیفہ مین کیا تھا
رونق افزائے کوہ و صحرا

پہر روز ہنانچہ ہول دل سے — اندوہ تنگ مجہے ہوا تھا

تو ہو دیا اپنا دوستون نے — جس جاگہ مرا عرق گرا تھا

ہون اب جو بلا مین مبتلا مین — بیگانہ ہے جو کہ آشنا تھا

یہہ رنج و بلا و درد و محنت

ایوا سے جو اس و صبر طاقت

ایدہر ہے کہو تک ایک چشمک — ہمسے ہی ضرور ہے مروت

مت فرصت وقت سے ہو غافل — آخر کو نہ کھینچے تا خجالت

ہر آن مین اپنے تربیت کر — دیتا ہے زمانہ کسکو فرصت

غیرونکے رہوگے دیر تک تم — ہمکو تو سویرے کر یہ رخصت

کیا تمسے کہین سلوک ہجران — دل مین نہ رکھے ہماری حسرت

قطرہ تو ہے پر نہ ہاتھہ اوٹھاؤ — دریا کو کرے ہے یہہ کفایت

خالی دل پر کو ہم ہے کرنے — افسوس نہ دی اجل نے فرصت

بس میرا ہو تو کرون منا و سے — کوئی نکرے کہین محبت +

کردون مارین شتابی اوسکو — رکھے جو کسی سے مینہ الفت

عمر گذری ہو چکا آسودگی کا روزگار — رنج و محنت کی تئین آرام سے ہو ننگ و عار

وہ جس خاطر نخواہ تو معلوم تھا مجھ کو کہیں
گاہ باشد رحم کو بھی رحم فرما کے وہ شوخ
ایک ساعت پاس بیٹھے درد دل میرا سنے
سو تو یہ سب ہو چکا ہے کا شکے ملتا نہ تو

آس کی لکو لگ رہی تھی جب تلک تھا میں جدا
دیکھ مجھ ناکام کو کیدم کہ تیرے کی جفا
کہ کی غمخوار کبھی تھیں یہ تو تئیں کیا ہو گیا
ایسے آجانے کا تیرے سکون یا مشتاق تھا

آمدی و حسرت وصل از دلم بر داشتے
حسرتی بود از وصال آن ہم بمن نگذاشتے

ہیں خرابی آج جتنے کل یہ تھے لوگوں کے گھر
طاق کسری تو سنا ہوگا کہ کیسا تھا محل
گھر کا صاحب تو اڑا یا گھر کی یکساں خاک سے
خط باطل سے لکھا ہے صفحۂ کون و مکان
کیسے کیسے خان آدمی خاک میں یاں مل گئے

مت بنا ہی خانہ میں منعم رہا کر اسقدر
اب کہیں اس طاق کا کسری کے پیدا ہے اثر
اینٹ ماریں اینٹ سے یہ کچھ ہوا اس گھر پر
کیوں دماغ اتنا جلاتا ہے رہے گا تو کدھر
جا ہی عبرت ہے یہ معمورہ جہاں لکا بھی خبر

ہر کجا افتادہ بینے خشت ور دیرانۂ
ہست فرد دفتر احوال صاحب خانۂ

کم بہت سننے میں آتا ہے کوئی رنجور ہے
روشنی آنکھوں کی ہے منظور سارے خلق کو

یا کسی مجروح کا زخم جگر ناسور ہے
قوت دل کا جدھر دیکھو تدھر مذکور ہے

تجھے مین دیکھہ تماشی کا کیا مہیا ہون | خدا نی دین ہین مجھے آنکھین کیا مین اندہا ہون
نصیب لطف نہ باقر کا مجہے چہوٹا ہون | دو چار حشر مین آفت سے ہون جو ایسا ہون

امام پنجمین اس اپنے پیشوا کے قسم

جو رو دو ہوے نظر مین تو صبح و شام کی سون | پڑا ہو پانو کہین تو تری خرام کے سون
کلام ہو کسی سے تو مجھے کلام کی سون | جو سات پانچ ہو جہ مین چھٹے امام کی سون

غبار رہ ہون ترا اوسکے خاک پا کی قسم

کدہی ہے لطف جو چہک تو بحال آتا ہون | وگر نہ آپ سے مین لمحہ لمحہ جاتا ہون
تری ہی واسطے یہ غم یہ غصہ کہاتا ہون | گواہ دعوی کا کاظم کو اپنے لاتا ہون

سیح اوسکو مان تجھے اوسکی ہی لا کے قسم

جو تجھکو خوش نہین پاتی تو جان کہتو دی ہین | ہلاک ہونی یہ تجہہ ہی سے راضی ہوتی ہین
کبہو ہے آٹھہ پہر مین تک ایک سوتی ہین | ہمیشہ راتون کو آٹھہ آٹھہ آنسو رو تی ہین

امام ضامن ثامن علی رضا کی قسم

گدای سے ہون تقی کا نقی کا ہون مملوک | رکھون ہون عسکری کی لطف سے امید سلوک
طریق مہدی ہادی کا رکھتا ہون مسلوک | جہانکی ہوگئی ہین مفلو کے سارے ہی وہ مین ملوک

قسم جو کہا ئی ان بہار بادشا کی قسم

کے جو کچہ اوس سے ایسا ویسا ہو	ورنہ کیا دخل کوئی کیسا ہو
کہتا ہے وون جو پاس پیسا ہو	ہوتی جو دہی نہ ایسا ہیتا ہو

خلق ناحق ہے میرے جی کا وبال

ایک عمدہ کی نان ہے اہل کار	فوج کے لوگون کا سب اسپہ مدار
سو یہ بڑ چو ایسا خوش اقرار	کیے ہر اک کو دینے سو سو بار

پھر نہ دے جز فریب تا دہ سال

یا مہینون تلک رہے روپوش	یا ملے ہے تو بیحواس و بہوش
لوگون کہدے پہرو نہ جوش و خروش	یہ کچہری مین بیٹہا ہے خاموش

زرد رو بیحیا ہے گویا لال

جب جیسے یہ ہے محرر دفتر	تب سے ہنگامہ ہے رہا اکثر
ہو وے پر چہا بہووے کسو کو زر	سو یہ پیچی پڑا نہین ہے لچہر

سب سے اوسکو ہے ایک جنگ و جدال

لات ملکی ہے گہ رہیلون سے	دہول چپکڑ ہے گاہ چیلون سے
کم نہین ہے کچہ مہیلون سے	آتے جاتے ہین لوگ ریلون سے

نکلے ہے تیغ اگر دیسے وان ڈہال

یہ کمر باندہ کر گئے در بار
آنے دروازے پہ لگے سوبار
وہ ہوئے گرم جستجوئے یار
سر پہ رکھہ بانکے پگڑی کہر کی دار

پھر ہوئے پیر وہ جوان فی الحال

کچھ حمیت نہ زر طلب کے تئین
نہ ہے پاس ہور روشب کے تئین
ساتھہ لے جاوے گہر مین سب کے تئین
نہ تو پاتے ہین اوسکے ڈہب کے تئین

نہ سمجھتے ہین اوسکی چال کی چال

قصہ کوتاہ بعد چندین ماہ
جانی آدم لگا گہہ و بیگاہ
مربی اس بہڑوے کے ہر ہوئی تنخواہ
یہ تو معزور ہے نہ وہ گمراہ

مفتری کاذب و سفیہ و ضلال

سہل سا مجکو ہی سمجہہ کے فقیر
یہ نجانا نہین ہے اوسکے نظیر
رکہنے وعدون ہی مین لگا بجلے پیر
اوسکو جانی ہے بادشاہ و وزیر

دور تک پہنچیگی یہ قیل و قال

اوسکی خاطر کہین گے خورد و کلان
دوست اوسکو کہین ہین پیر و جوان
سے اس مین کرینگے عمدے بجان
لے گا منت علی محمد خان

رکہنا ان ہیسیون کا ہے کسکے مجال

۴۸۹

بازآتا نہین ہے نفس شوم ‌ ‌ ورنہ کتنے اٹھے ہے ایسے دہوم

ہر سحر روز والا لگا ہے ہجوم ‌ ‌ ہے تمہین حال یہان کا کیا معلوم

ہم تو سونٹا لیے کہڑے ہو سوال

ایک دن جا کیا نفر نے شور ‌ ‌ اُن نے دیکہا نہ مطلق اسکے اور

ہے غرض صحبت اپنی اسکے زور ‌ ‌ وہ تو مچہڑ کی جہول کا ہے چور

مین ہے کہینچو لگا خوب اسکی کہال

اسپہ تنخواہ جو کہ کر لاوے ‌ ‌ سو وہ اپنا کیا ہے بہر پاوے

پاشکستونکو ہر سون جو وڑا اوے ‌ ‌ ایسے سے ہاتہہ خاک کیا آوے

جیسے دل ہون تہ غبار ملال +

بدزبانی نہین ہے اتنی خوب ‌ ‌ بات اچہی نہین ہے بے اسلوب

گفتگو اسطرح کی ہے معیوب ‌ ‌ مل رہے گا جو کچہہ کہ ہے مطلوب

بس قلم اب زبان اپنی سنبہال

نیچو دانہ ہین گئے حرف زبان ہر گر گوش ‌ ‌ آج کہتا ہون کہ ہے خمکدہ دلمین جوش

پاسی فقتن تو نتہے لیک مجہے تہا کچہہ ہوش ‌ ‌ سر خوش از کوی خرابات گذر کردم دوش

بہ طلبگاری ترسا بچہ بادہ فروش

مخمس

بیخود و بیخبر و مست مئے صاف الست | آتش مے سے ہر افروختہ کچھ بادہ پرست
بلکہ گر پانؤں کی لغزش کو سبب سست بدست | دیدم از دور گروہی ہمہ دیوانہ و مست

از تف بادۂ شوق آمدہ در جوش و خروش

گرچہ ظاہر تھا خراب انکا وہی سب معمور | کاسۂ سر پہ ہوئی پھرتی تھی ساغر فغفور
بے لباس طرب و جامۂ اندوہ سے عور | بی دف و مطرب و ساقی ہمہ در رقص و سرور

بے مے و جام و صراحی ہمہ در نوشا نوش

نام و ناموس کا دفتر تھا سب انکا برہم | دیکھکر یہ جلسے کیا میں نے تامل یک دم
پھر جو دیکھا تو مجھے بیخبر کیا عالم | چون سر رشتۂ ناموس بر رفت از دستم

خواستم تا خبری پرسم از و گفت خموش

عقل رکھتا ہے تو تک ہو ادب کا پابند | یاں فراغت ہے دو عالم کی ہر اک جام میں بند
یہ وہ جا ہے کہ نہ فردوس ہو اسکے مانند | این خرابات مغان است و درو مستانند

از دم صبح ازل تا بہ قیامت مدہوش

تیرا ان مستوں میں کوئی نہیں پابستہ زیست | کیونکہ یہ زیست بہت ہو تو وہ زر و گرست
جتنے ہیں مست نظر آتے ہیں سب ہی نیست | گر ترا نیز بدین فرقہ سر یکرنگی است

دین و دنیا بیکی جرعۂ عصمت بفروش

۴۹۱

وان ان نے دل کیا ہے مانند سنگ خارا
کیا پوچھتا ہے ہمدم احوال تو ہمارا
یان تن ہوا ہے پانی ہوکر گداز سارا
نے رمز نے کنایہ ایما ہے نے اشارا
اسکے تغافلون نے ان سوزون ہمکو مارا

ہو شہر یا کہ صحرا بارے مکان تو ہو
حالت تغیر ہوکر منہ مین زبان تو ہو
غم مین نہووے کچھ تو اک تئین جان تو ہو
سو بار دیکھہ صورت ہو مہربان تو ہو
اپنے تئین نہین ہے کچھ اب گفتگو کا یارا

یہہ چشم تھی کہ ترکان اکثر سوار ہونگے
یہہ جانتے نہ تھے ہم اسطور خوار ہونگے
ہم لوگ انکے رہ کی گرد و غبار ہونگے
اب کہتے ہین کہ یارب کیونکر دو چار ہونگے
اس بے طرف کو ہوگا انکا کبھو گذارا

ہجرانین ٹک تپ چو کوہ او رراغ مین ہم
مدت سے ہے اگرچہ گلگشت باغ مین ہم
بوئے وفا نہ پائی دلہین نہ باغ مین ہم
پر لطف کچھ جو دیکھا سینے کی داغ مین ہم
اور سن جو گل چنے تھے انکا کیا نظارا

تشنے ہین اپنے خونکے اے ہمدمو نہ آؤ
ابتک نہ ہم سوٹا فی کو اسمین جان جاؤ
ہووے طبیب گر خضر اسکو بھی نہ لاؤ
آب بقا نہ دو اوسکے شمشیر کا پلاؤ
آب حیات اپنے جی کو نہین گوارا

عیب و شہود دونون مین مشہود ہی تو تو — ہستی ہماری وہم ہے موجود ہی تو تو
حاصل ہے دو جہان کا مقصود ہی تو تو — مسجود تجکو جانی ہین معبود ہے تو تو

ناجی ہین وہی ہی لوگ جنہون کا ہے یہ یقین

احوال خوش انہون کا جنہین تجسے ہی لگا — آعدا تو آسمان زمین کی خاک مین ملا
آئینہ ہے کہ دین کو تجسے ہوئے جلا — برپا وہی رہیگا جو تجتک ہے سلسلا

یارون نے جتنے رسمین بٹھائین تہین اُٹھ چلین

فتنے کو تیرے عہد مین سو قوت گذر گئے — آشوب تجسے خطر تیری سدہ بسر گئے
آفت کہان کہ کب کے کنارا بھی کر گئے — آوازہ تیر اُسنکے بلا جیسے مر گئے

یون مٹ گئے فساد کہ مذکور بھی نہین

داور ہوا جو تو تو ملے بیکسون کو داد — تلوار مارنی سی ترسے مٹ گئے فساد
اٹھ گئے نہ گرد زندقہ و کفر پر عناد — زنار ٹوٹی مہری جلے بت گئی بباد

برہم ہوئی گھڑی مین ہزارون برس کے دین

ہنگامہ گرم یارونکی سب سرد ہو گئے — چھرے منافقونکی دو ہی مین زرد ہو گئے
سر در نقاب خاک بڑے مرد ہو گئے — جیسے تہا ایر غبار جہان گرد ہو گئے

گلون مین بکریون کی جہپٹی شیر خشمگین

جاتا جہان تہا مجہے سو بار وان گیا
محتاج ہو کی نان کا طلبگار وان گیا
ضعف قوی سی دست بدیوار رو انگیا
چارہ ند یکہا مضطر و ناچار وانگیا
اس جان ناتوان پہ کیا صبر اختیار

در پر ہر یک و فی کی سماجت مری گئی
کیا مفت ہاے شان شرافت مری گئی
نالائقون سے ملتے لیاقت مری گئی
ایسا پہرایا ان نی کہ طاقت مری گئی
مشہور شہر اب ہون سبکسار و بیوقار

عرصہ تہا مجہ پہ تنگ اٹہا ہو گئی نیم جان
کم پائی پر بہی سیر کیا مین نے سب جہان
پوچہا نہ مجہکو یک لب نان سے کنہو نے یان
آشفتہ خاطری نے پہرایا کہان کہان
ہر سو لکا راز مجہسے ہوا آخر آشکار

پرداخت میری ہو نسکی ایک امیر سے
زخمی ہمیشہ آتی رہی سر پہ تیر سے
عقدہ کہلا نہ دل کا دعا ئی فقیر سے
ہر چند التجا کی صغیر و کبیر سے
لیکن ہوا نہ رفع مرے دل کا اضطرار

کینی کی اپنے حال پہ شفقت سے یک نگاہ
بولا نہ کوئی ہمسے کہ تم کیون ہوئی تباہ
نکلے ہے کیسے طور پر اپنے سخن کی راہ
اسلوب اپنے جینے کا ہو کسطرح سے آہ
ہم ایک ناتوان و ضعیف اور غم ہزار

کلیات میر

چیچی والی جو تھے ہوئی ہین فقیر	تن سے ظاہر رگین ہین جیسے لکیر
ہین معذب بغرض صغیر و کبیر	مکھیان سی گدین ہزارون فقیر

دیکھین ٹکڑا اگر ابرابر ماش

شور مطلق نہین کسو سر مین	زور باقی نہ اسپ واشتر مین
ہو کہہ کا ذکر اقل و اکثر مین	خانہ جنگے سے امن لشکر مین

نہ کوئی رند ہے نہ کوئی اوباش

لعل ہیمہ جو ہے سپہر اساس	پالین ہین رنڈیونکی اسکی پاس
ہے زنا و شراب زر وسواس	رعب کد لیجیے یہین سے قیاس

قصہ کوتہ رئیس ہے عیاش

جتنے ہین یان امیر بے دستور	پھر بحسن سلوک سب مشہور
پہنچنا ان تلک بہت ہے دور	بات کہنے کا وان کسے مقدور

حاصل اسکے نہ دل کو غیر خراش

چار سپچے ہین مستعد کار	دس تلنگے جو ہون تو ہو دربار
ہین وضیع و شریف سارے خوار	لوٹے سے کچھ ہے گرمی بازار

سو ہے قند سیاہ ہے یا ماش

بخشش دون جامہ تک جو ہو قدرت | آٹھوان آنی ہین خرچ یکساعت
دس روپی دون گدا کو بی منت | مقتضی ہوے کب مری ہمت

صاحبان کرم کی تئین شاباش

ہو جوان لوگونمین گدا کا گذر | سہم رہ جائین سب نہ دیکہین ادہر
دیر کے بعد یہ کہین ہل کر | شاہ جی لے خدا سبہونکی خبر

سو بہی یہ بات ہے پس از کنگاش

یارونکے جود کا بیان کیا ہے | وہم مین انکے بہی جہان کیا ہے
آشکارا ہے سب نہان کیا ہے | دیکہتے ہین کہین کہ یان کیا ہے

ایسے صحبت مین ہم نہوتی کاش

بس قلم اب زبانکو اپنے سنبہال | خوشنما کب ہے ایسے قال و مقال
ہے کہ ڈہب چرخ روسیہ کی چال | مصلحت ہے کہ رہیے ہو کر لال

فائدہ کیا جو راز کریے فاش

دستخطی فرد کا سنو احوال | بیدماغی سی مین تو دیتی تہی ڈال
ایک مشفق کو تہا ادہر کا خیال | مہربانی سے اُنے کہوج نکال

شیخ جی گاڑ ہے سو عجائب مال

۴۹۷

لیکے میری سلکے فرمائے	پھر تقرر پاس اپنے رکھوائی

اور لگے کہنے رکیے استقلال

فرد نواب کو دکھاؤن گا	حال صاحب کا سب جتاؤن گا
ہے مقدر تو کبھی لاؤن گا	لیکے دفتر مین آپ جاؤن گا

آگے میرے کسے سخن کا مجال

قدر والا ہمارے ہی معلوم	خلق خادم ہے اور تو مخدوم
اس سعادت سی جو رہے محروم	ہی یقینے کہ وہ الاغ ہے شوم

حشر کو ہوگا مرکب دجال

تم بنی فاطمہ ہو ہم ہین غلام	ہی غلامی تمہاری اپنا کام
تمکو مسجود جانتے ہین انام	تم سبھونکے ہو پیشوا و امام

تمسے سبکو نجات کا ہے سوال

بار کی رخصت کیا بصد اعزاز	اور کہا تم ہو خلق مین ممتاز
ہے تمنا کہ تمسے ہون دمساز	دل ہمارا ہو کاش محو نیاز

کریں تم پر نثار جان و مال

شیخ ذکر سلوک حد سے زیاد	قید از دو وہ سے کیا آزاد

ایک مدت تہی آج کل پر بات
ہے بہت شیخ کی غنیمت ذات

اتنے تو ہے صبح اب ہوی ہے رات
جمع آدم مین اتنی کبہین صفات

مفتری و دروغ و محتال

ایکدن مین کہا جو ہو مضطر
ہنس کے بولی بہت تلطف کر

کیسے اس در سے جاؤن اب کیدہر
سر ہنڈاتے ہو تم بہی س گہر

آگے آوینگے جتنے ہونگے بال

راتونکی تئین مصیبتین گزرین
کچہہ نہ پوچہو جو حالتین گذرین

اور دنونکو قیامتین گذرین
باتون باتونمین مدتین گذرین

وعدہ و چار دن نہ ماہ و سال

پہر جو اوس فرد کا ہوا مذکور
جانتا ہے تمہین کہ ہو مشہور

کہنے لاگے کہ نائب دستور
پر کہے ہے رکہو مجہے معذور

جاری کرنا ہے اسکا امر محال

آٹہہ آفی ہین شاہ پر بہاری
آپ ہے تو یہہ ہے گرفتاری

اوسکے لوگون نے کی ہے اب خواری
فوج ہوگی تو قحط کی ماری

کیون یہ جبجاری ہین وان تہا کال

یان نہین شمع کی گہر مین دراتا ہے — کبہو ہوتا ہے پینا کہانا بہی

ورنہ بہوکے رہے ہین بیٹہے نڈہال

حال یہہ ہے جو اسپہ ہو منظور — پہر بہی نواب سے کہرون مذکور

گاہ باشد کہ ہوا نہین مقدور — پر سماجت ہے اب ضرور سے دور

لطف کیا مین کہون وہی دیوین ٹال

مین کہا بس بہت خراب ہوا — پر دہی مین وانسے بہی جواب ہوا

دل ہوا داغ جی کباب ہوا — بات سے ہونا جو تہا شتاب ہوا

کٹ رہیگا مرا بہے یہہ جنجال

دل سے اپنے بہی اب بہلا دیجے — فرد میری مجہے منگا دیجے

اس خیالات کو اڑا دیجے — بند چہڑ یا کسے چہڑا دیجے

بس بچہایا بہت فریب کا جال

ہنسکے بولے کہ فرد ہے حاضر — اور سمجہیے نہ مجہکو ہے قاصر

جان کا ہون تمہاری مین ناظر — جمع فرماؤ خاطر عاطر

اب نہین پہر یہہ کام لونگا سنبہال

تب سے اتبک وہ فرد لاتا ہون — گاہ بیگاہ انکے جاتا ہون

فقر و فاقہ کی ہر طرف ہے دہوم	وہ تلنگے جہان ہین وان ہے ہجوم
شکر اک ہے غذا مردم بوم	زندگی کد فی کی طرح معلوم

کہ رہے جون خدا ہی سے آگاہ

عصہ کوتہ کہان ہو گذرا	کونسی شکل مین نہ ہو گذرا
آبرو رفتہ رفتہ کہو گذرا	یان گذرنا تہا ظلم جو گذرا

اسپہ جسکو ہو قصد بسم اللہ

پارسا ہین جو جوان پیر ہی کہتے ہین	جو ولایت رکہے ہین شاہ ولا کہتے ہین
سالک مسلک دل راہنما کہتے ہین	ایک مولا کی ہین ایک خدا کہتے ہین

یا علی جو تجہے سب کہتے ہین بجا کہتے ہین

آفتاب فلک عز و علی تو ہی تہا	چہرہ آرای زمین اور سما تو ہی تہا
جانشین پیمبر کی سزا تو ہی تہا	قالب خاکی کے پردہ مین خدا تو ہی تہا

یا علی جو تجہے سب کہتے ہین بجا کہتے ہین

ہے ترے قدر سے بجز ختم رسل کون آگاہ	حبذا شان تری صل علی تیری جاہ
زور سے تیری اڑی کوہ بسان پر کاہ	وہ ثبات اس قد و قامت پہ قدر ہے واہ

یا علی جو تجہے کہتے ہین بجا کہتے ہین

عالم خاکی ہین تہا صلحتاً جلوہ نما		عرش اعظم سے ہوا تہے ورنہ پرو تیرے جا

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اے ترا مرتبہ بالاتر فہم و ادراک ہین تیری شو مین سر گشتہ شب و روز افلاک		ایک رتبہ کہ تیٔن پہنچے تیری جلوہ سی خاک پر کہان عالم خاک اور کہان عالم پاک

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اسے اسرار کا تو آپ ہی کچھ پاتا ہے ایک فرقہ نے تجھے روح قدس مانا ہے		ورنہ کن نے تجھے جون چاہیے پہچانا ہے ایک نے ذات مقدس تجھی کو جانا ہے

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

شان و شوکت تری کیا کر سکے عاجز تقریر زیب دیتی ہے تجھے کو شہی کل امیر		یعنی سرلوح ترا کیونکہ ہوا لکن ہی میر تین فقیرونکو تین بخشش دی تاج و سریر

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اے مرفع نشین علی العرش استوا تو تہا کہ تونے دوش نبی پر قدم رکہا		اور عز ماسوائے خدا خویش مصطفے بت توڑ توڑ شرک کی صورت دی مٹا

لایا بزور عرب مین یکتائی خدا

کہتے ہین تجھسے چشم کرم صاحب نظر		افضل ہوئی سبب سے تیرے خلقت بشر

۵۰۲

زور آوری جہانمین تری محاستان ہوئے — عرصے کے پہلوانون کی قدر شمیان ہوئے
کتنونکی جان سامنے تیرے سوان ہوئے — کتنونکی دور بیٹھے ہے خاطر نشان ہوئے

سیسہ تیرے کمان کی نہ کوئی اٹھا سکا

فرضا ہوا غلام سے تیرے اگر بگاڑ — دشمن بہا گی سامنے ہر ایک جون پہاڑ
مارا نہ ایکبار دوبی کو میدان مین پچھاڑ — جسکی کمر مین ہاتھہ چلایا لیا اوکھاڑ

جسکی طرف کو تان جھکا پہر جھکا دیا

آیا دپٹ کہ گھوڑی کو جسوقت ہیر پھیر — خرگوش تھی بہیڑ کی گویا جوان و پیر
سرگرم رزم جب کہ ہوا کہہ کے گیر گیر — اوسکی کمانکی ساتھہ تہا پیغام مرگ تیر

تلوار اسکے ہاتھہ مین تہا نائب فنا

بہتیر کوہ و دشت کو بہاگی گئر ہب گئے — بہتیر زخم تن پہ اٹھا جان بلب گئے
تہنا بچی سو جوان ہوا ہٹ سو دب گئے — جوڑا ادہر سے تیر ادہر سہم سب گئے

چمکی ادہر سے تیغ اودہر سر جدا ہوا

ہے کون وادرس کہون وس کو اپنی بھید — جور فلک سو چہاتی مین سب پڑگئی ہین چھید
امید ہے کہ پہونچی ترے لطف کی نوید — کم بخت بہی پہرا نہ ترے در سے ناامید

از بسکہ وقف کرتے ہین دن طالع رسا

٥٠٣

مسدس در نعت سرورکائنات صلعم

جرم کی کہو شرمگینی یا رسولؐ
کھینچون ہون نقصان دینی یا رسولؐ
اور خاطر کی خزینی یا رسولؐ
تیری رحمت ہی یقینی یا رسولؐ
رحمة للعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

لطف تیرا عام ہے کرم رحمت
مجرم عاجز ہون کرٹک تقویت
ہے کرم ست تیری چشم مکرمت
تو ہے صاحب تجہسو ہے یہ مسئلت
رحمة للعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

کیا سیہ کاری نے منہ کالا کیا
رحم کر خاک مذلت سے اوٹھا
بات کرنے کا نہین کچھ منہ رہا
میری عفو جرم کی تخصیص کیا
رحمة للعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

اب ٹھہر تا ٹک نہین پای ثبات
جرم کیا ہین میری کتنی مشکلات
دستگیری کہ پاؤن نہین نجات
ہے کفایت ایک تیری التفات

مسدس

نام حاتم کا خنک جیسے لطیفہ مشہور رنگ بے رنگ اطعمہ میں جہاں سے ہے چہ فور	معن زاہد کا تری بزم میں زاہد مذکور کیا خداوندی ہے اللہ خدائی مشکور

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

لطف ہے عام ترا سب تجھی سے پاتے ہیں شکر نعمت یہ نہیں تیرا بجا لاتے ہیں	تیری دولت ہے جو یہ شاہ و گدا کھاتے ہیں اس جہاں سے یہی کہتے ہوئے جاتے ہیں

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

ارض میں اور سماوات میں سب تیرا مال روز بہبود کا تجھ سے گروہیں خیال	جسکا گھر چاہے تو کر دیوے ابھی مالا مال اپنی خوبی کو زمین پر کرے تجھ سے سوال

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

فی الحقیقت تری مہمان خلائق ہے سب ریکھنے ہی کی ہے گون تیری مروت کا ہے سب	تیرے دروازے سے محروم کوئی آوے ہے کب جاؤں ناکام اگر میں تو نہایت ہے عجب

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست

ایک مدت ہوئی بیٹھا ہوں دل تنگ
بیکسی بیدلی درویشی و تنہائی ہے
ابتداے مری ذلت تجھے خوش آئی ہے

استقدر تجھسے نہ الگ چلیو نہ آتی اس راہ
نو پری ہوتا تو گرتی نہ تری اوپر نگاہ

یہ فریبندہ سخن گوش نہ کرتے ہرگز
شب وصل دن اسطوح نہ بہرتے ہرگز

خواہش کنج دہن دل پہ نہ دھرتے ہرگز
لعل جان بخش پہ یون پری نہ مرتے ہرگز

اتفاقات سے ہو جاتی ملاقات تو خیر
دل تجرد پہ رکھا جب نہ کوئی یار نہ غیر

عشوہ و ناز و ادا سے کسو کو پھر کیا کام
ہوگیا یون تو کبھو ہوگیا آپسمین کلام

جی نہ بیچین رہا کرتا نہ دل بے آرام
بر رخ و زلف رکھن کا ہیکو ہر صبح و شام

جنس اچھی تری پر گرمی بازار کہان
سر گران تو تو بہت ہو پہ خریدار کہان

تجھسے ہم مہر و وفا دل لگانا تھا غلط
خط دیا قاصد کو تیرے اور جلانا تھا غلط

آپ کو حرف غلط رنگ مٹانا تھا غلط
آتش غم سے مری جی کا جلانا تھا غلط

اپنی نادانی سمجھئے کہ تو کیا نسخہ ہی
آدمی بھی کسو دانا کا لکھا نسخہ ہی

غم نہین تجھکو مری یاری وفاداری کا
نہ خیال آوے ہی بندیکی گرفتاری کا

٥٠٧

چوٹ مجکو بھی غیروں کی ملاقات کی ہے
چھوڑ یہ تو تو پھر آزردگی کس بات کی ہے

جی نہ تڑپیگا مرا پھر نہ مری چھاتی جلی
شکوہ نا کی سے زبان منہ میں نہ زنہار ہلی
دل نہ سینے میں مرے شام و سحر کوئی ملی
آئی یہ چلنی کہیں سے کہ ہوئی لگنا میرے گلی

زور سے بازو پہ اپنے تری سر کو رکھا
دست گستاخ پہ لے تیری کمر کو رکھا

بس ہوس کیشوں سے مل مل کے تو بدنام ہوا
کاسہ لیسوں کے گھر مرتکب جام ہوا
بسکہ راتوں کو رہا شہرۂ ایام ہوا
شوخ و شلتاقی در بدر صبح سے تا شام ہوا

طور پر میری معیشت کوئی دن اچھی ہے
ایسے بدکار سے صحبت کوئی دن اچھی ہے

آیا گر غیر کے ملنے کی قسم کھاتا ہے
ذوق ویسا ہی ہے اوسکا تو اوسے بہاتا ہے
میں بھی حرفِ درشتانہ سے شرماتا ہے
دلکو وا سوز سے منہ پر یہ سخن لاتا ہے

ورنہ مشتاق ہے سو جی سے جگر خستہ ترا
کشتہ و مردہ ترا رفتہ و دل بستہ ترا

مسدس

٥٠٩

تا کجا واں نالہ و فریاد کیا کرتے ہم
اک طرف بیٹھہ تجھے یاد کیا کرتے ہم

کب تلک ہاتھہ سی خوباں نہ جفاکار یدیں
تم کہو کب تئیں یہ داد وفاداری دیں

اس وفادار کی بدلی یہ ہمیں خواری دیں
عشق بیجرم جو کچھہ ہو تو گنہگاری دیں

قصد فریاد ہے گر یار تک انصاف کریں
پھر دی گو سنگ کدورت سی ہمیں صاف کریں

ست بر بس خاک پہ عشاق کی ہم کیا کم تھے
موج سیلاب پہ آنسو کی گئے عالم سے

حرف در یوزہ ہی یہ دیدۂ بیمار ہی یم سے
یعنی ای ابر کسی عہد میں ہم بہی ہم سے

عزم گرو نیکا آبادی سی گر اٹھتے تھے
بیٹھہ کر دشت میں طوفان ہی گر اٹھتے تھے

کون تہا یاں کہ مجہے دیکھہ ندامت رکھی
سیر صد سال خدا تجہکو سلامت رکھے

یا مری سر پہ نصیحت سے قیامت رکھی
تو سنو وہی نہ مجہے کر کی ملامت رکھی

ورنہ ابتک تو مری خاک بہی ہو جاتی ہوا
لیگئی ہوتی تبرک کی طرح باد صبا

مسدس

تنگ پوشی سے نہ محظوظ تمہیں پاتی تھی
مسکی چولی سے کبھو در پہ نہ تم آتی تھے

تنگ جامی جو سے جاتی تو گھبراتی تھے
لپٹے دامن سے الٹ گھری میں پھر جاتی تھے

یا تو اب کھلی بیٹھی مونڈھے پہ رہتی ہیں
باہر اندر رہو کہیں بند کسے رہتے ہیں

شوق زینت سے تمہارے بہ رعنائی سے
اتھو سو بار کمر بند تھی ہو اکلائی سے

دل آج اتنا تھا لگا خوبی و مرزائی سے
دیکھتے رہتے ہو ترکیب ہی خود رائی سے

رو سیہ آئینہ سے تمکو فراغت ہی نہیں
سرمۂ تیرہ درون سے کہیں فرصت ہی نہیں

شانہ اب ہاتھ میں ہو زلف بنا کرتی ہے
پاس سرمے کی سلائی ہی رہا کرتی ہے

مسی دانتوں میں کئی بار لگا کرتی ہے
آنکھ رعنائی پہ اپنی ہی پڑا کرتی ہے

جان آنکھوں میں کسیکے یہ نظر تمکو نہیں
غش کہیں کوئی ستمدیدہ خبر تمکو نہیں

کب گلی کو چہ میں پھرتی تھی لیے تم تلوار
ساتھ خونخوار نہ پھرتی تھی نہ تم تھی خونخوار

پر تلا کا ہیکو رہتا تھا گلے کا یون ہار
دم میں لاحق کسی یون جان نہ کہتی تھی بار

مایۂ فتنہ و پرخاش ہوئی ہو اب تو

۵۱۱

٥١٢

چھیڑی گالی دیکر اشارت کریگی پلک مار کر
عشوہ و غمزہ و انداز بھلا دے سارے

زندگانی ہو تجھے یا تھہ سے اوسکے دشوار	کوئی دن تو بھی پھر کر جان سے اپنی بیزار
سہو تجھے ہین پرآن مین وہ سب تجھے سوسو آزار	طنز و تعریض و کنائی کی رہی ایک بوچھار

جا کے تک سامنے اسکے تو بہت تر آوے
عرق شرم مین ڈوبا ہوا سب گھر آوے

دل دلسوختہ کو اپنے لیے جاتی ہین	غصے سے خون جگر اپنا پئے جاتی ہین
اپنی جا غیرونکو ناچار رہے جاتی ہین	ایکی یون جاتی نہین عہد کیے جاتی ہین

آوے گا تو بھی منانے کو نہ آوینگے ہم
جان سے جاوینگے پیان سے نجاوینگے ہم

بازگشت ایکی کسو طرح نہین ہے منظور	گو کہ در پیش ہین آدکرہ دور از دور
جانا تھا نا تو پھر آنے کا میان کیا مذکور	جی سے اپنے بھی گزر جائیگی پر تا مقدور

منہ ادہر کر نہ جس جا سے نپر اٹھ جانا
قدر کھو دیوے ہے ہر بار کا آنا جانا

میر اعراض بھی لوگون نے کیا ہے آ کے	زندگی دلسوز سے یو ہو بھی کیا ہے آگے

جی نہ نکلا اگر اسمین تو کڑا ہا کرے گا
مرثیہ اپنا کہین بیٹھے کہا کرے گا

مسدس

جاتی ہے شب تارے گنتی دیکھو پھر تاہون خراب
دل تڑپتا ہے جدا جی کو جدا ہے اضطراب
کبتلک اس خاکدان مین جون بگولا پیچ و تاب
ہر گھڑی تازہ تعب ہر دم نیا ہے اک عذاب

یا علیؑ یا ایلیا یا ابوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

اب گرا جاتا ہون چشم خلق سے دل تک سنبھال
مرحمت کر مکرمت کر رنج سے مجکو نکال
دیکھ مت اس سے زیادہ خوار زار و خستہ حال
کبتلک محزون رہون مین تا کجا کھینچون ملال

یا علیؑ یا ایلیا یا ابوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

کیا لکھے اعجاز تیری خامۂ جادو شعار
وقت جب ہوتا ہے تنگ ہے قدرت پروردگار
تو وہی ہے ایک لیکن نام تیرے ہین ہزار
نام لے لے کر ترے کہتا ہے ہر اک یون پکار

یا علیؑ یا ایلیا یا ابوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

یا علیؑ یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

غالباً پہونچی ہم اب میر کو بھی برگ و ساز
آبلہ یک بن گیا ہی جا بجا تن ہو کر گداز
شام کہتا ہی یہی رکھ خاک پر روئے نیاز
صبح پڑہتا ہی یہی جا ئی دعا بعد از نماز

یا علیؑ یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

مسدس در منقبت

درویش جو ہیں مقصد دلخواہ کہیں ہیں
سالک جو ہیں وہ راہبر راہ کہیں ہیں
اک واقف اسرار دل آگاہ کہیں ہیں
اک چرخ حقیقت کا تجھے ماہ کہیں ہیں
کیا عرج ہی یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

مذکور کہیں نام ترا کام روا ہے
مشہور لقب ایک جگہ راہنما ہے
ہر ایک نے کچھ حسب خرد اپنی کہا ہے
سمجھا نہ کوئی یہ کہ حقیقت میں تو کیا ہے
کیا عرج ہی یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

آدم کی انابت تھی شب و روز تری اور
قایل ہیں ملک نام ترا چرخ پہ کر شور
اللہ ری تری شوکت و حشمت ترا زور
کیا عرج ہی یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

ہستی میں ترا جلوہ ترا شور عدم میں
ترا ہی تصرف ہے حدوث اور قدم میں
کیا عرج ہی یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

هر کسے چیزی بیادت در گلستان می کشد

آئی تھی ملاقات کی راہ اسکی ولی سو
تا چشم کنم باز شب وصل سحر بود

عمر گذران بر سر انصاف نیامد

جان سی آئی کہ جانا ہی تجکو مجھسے سن
یکے بگو ز غریبان شہر سیری کن

ببین کہ نقش بلاہا چہ باطل افتادہ است

اگرچہ اب دم آخر ہے لیکن ای غمخوار
بجز نہ بندہ ام آئینہ پیش من مگذار

جدا ز یار بخود رو بر و شدن ستم است

کسی بھی جو کوئی یان سو نہیں کرتی ہر وہ ما نشد
نیک و بد عالم ہمہ عنقا صفتا نشد

یعنی خبر از ہر کہ گرفتم خبری بود

تمام شد مثلث میر

بار نی ہر گ گران ہی اور مین ہون ناتوان
بی نسیم فیض تیری اس چمن مین ہین کہان

بند سوم

ای شہ خوبی نسب والا حسب عالی تبار
جملہ تن عزت سراپا و فر و یکسر اعتبار

اللہ اللہ بازو و قدر و قدرت دیدنی
زیبندگی کی جای حشمت سیر قابل اقتدار

قدس کی باشندگان کا ناز تیری ذات سی
نوع انسان کا تمامی تیری اوپر افتخار

قلع خیبر گ اژدر کھینچنا خورشید کا
ہین فسانی زور کی تیری جہان مین یادگار

جنگ کی گردن کشو نکی سر جہان مینی کہا
لا فتا الا علی لا سیف الا ذو الفقار

توکو جاروب تہی میدان کین کی تیری تیغ
جسکی آگی خس و خاشاک ہی گرد و غبار

تو نی چیڑا ہی اگر مرکب کو اپنے کیکی ہان
تو ہوا ہی اوس روش اوس پا دہیا کا گذار

جون کوئی بجلی چمک جاتی ہی گاہی پیش چشم
پھر کہان پر آنکھ کی رہ جاتی ہین حیران کار

گوشہ محراب مین راتو نکو تیغین رونی سی کام
روز میدان سایہ شمشیر مین ہی شعار

کیا چھپی ہی کہ یہ شخصیت جہان مین ظاہر کرون
ہی تری اوصاف سی ہین قریہ و شہر و دیار

ہی گہر بخشی سی تیری ابر نیسان یکطرف
ہی کف ہمت کی آگی تیرہ ہو دریا یک کنار

مہربان ہو یک نظر اس چشم مرحم کی ادہر دیکہہ
دیکہہ مت میری طرف اپنی کرم کی اور دیکہہ

٥١٩

زور ایسا کا ہیکو بالقوۃ انسان ہے — ہیزہ ہو تو ملا ہوی زمین و آسمان
گرچہ عالم دیدہ حضرت خضر بھی ہین آدمی — پر نہین ہی انکو مطلق یا نکی صحبت کا بیان
تجہہ پہ ظل اللہ کا اطلاق شاہا راست ہے — چتر ہی خورشید تیرا چرخ تیرا سائبان
شیر ہونا تیرا کیا سمجہے بہ خفاش ہر شیخ — قشعریری مین سدا رہتا ہی یان بیربیان
ستن طلسمات جہانکی سب عیان ہین تجہہ پہ راز — حاصل کون و مکان تو واقف راز نہان
نور سے تو ماہ کامل قدر سے چرخ برین — حلم تیرا کوہ تیرا علم بحر بیکران
کیا تسلط کیا تحمل کیا تمول کیا شکوہ — تو جہان ہو ایک وان گویا کہ ہین گون جہان

یہ طرح باقی ہین تجہہ مین سب رسول اللہ کی
شعبہ ہی نام خدا تو اب رسول اللہ کی

بند ششم

ای چراغ جملہ نور خاندان مصطفیٰ — ای مرے والی مری معبود ہم نام خدا
ہی تو تو مخلوق لیکن عقل مین آتا نہین — دیکہکر اندیشہ تجہکو عرش پر جاتا رہا
تو جہان ہی اوس جگہہ کیا آسمانکی قدر ہے — قدر تیری ہی جہان وان گفتگو کو قدر کیا
گاہ احمد گہہ احمد گاہی علی پایا تجہے — ہر زمانہ مین ہر مکان مین شان تہی تیری جدا
فرط عشق اپنی ہی کیا حرف و سخن الکام جان — تو ہماری آرزو ہی تو ہمارا مدعا

تو خریداری کری تک بہی تو قیمت ہو وہ جنس — یعنی ہو وہ جنس کا بس قبول خاص و عام

سو خدا نا کردہ بچشمے نہیں کرتا حقیر
آرزو ہوتی نہیں ہی غیب ای ایمان میں

قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ بہادر

ہوا کی ہین نہ بس شکوہ فلک تحریر — سپہر کاغذ مشقی کی رنگ لوح ضمیر

کرون نہ شکر جفاہای آسمان کیونکر — مری خرابی مین ان کی کہو نہ کی تقصیر

دیا ہزارون کو دستان نی خانہ سازی کا — دل شکستہ کو میری کیا نہ ایک تعمیر

جو مین نی چاہا کہ جلد اپنا کام کری تمام — تو روسیاہ نے اوس کام مین جہی کی تاخیر

سبا تہا چشم طمع کو مین اک سحر اسیر — سو جام خون دیا ان نی جای کاسہ شیر

دماغ رفتہ شگفتن سے آشنا نہوا — کہ اس چمن مین رکہا ان نی غنچہ سان دلگیر

در قبول سی نا امید ہو چکی میری دعا — پہر آیا عرش سی نالیکو میری بی تاثیر

نہ دیکھا صفحہ عالم کو مین کہ ان نی کہا — ہمیشہ اپنا ہی حیران کار جون تصویر

برای یک لب نان جبہہ ضعیف کو ان نی — ہلال وار کیا سارے شہر مین تشہیر

فلک کی شکوہ مین تہا مین کہ ہمنشین بولا — کہ ای جوان ستم کشتہ سپہر پیر

غزل نہ لطف کی اک تو نی میر صاحب کی — سنی نہ ہو نہ کوی آشنا نہ سوز صفیر

فلک شکوه ستاره حشم خدیو جهان — تری جلال کو کن لفظون مین کرون تعبیر

زہی یہ حشمت جاه و جلال قدرت تو — کہ تیری حکم کو آگہی ہی سہل امر خطیر

تری محرر دفتر کا ہی سدا محتاج — جہان مین شہرہ عطارد جو ہی فلک کا دبیر

زہی علو مراتب کہ در پہ باز نیاے — ہزار بار اگر چرخ مارے چرخ اسیر

شریک مشورۂ کارخانۂ عالم — کیا ہی تجھکو قضا و قدر مین تیری مشیر

رہے ان ہو صبح کا گر مرکب ضعف پیکر — تو تا بشام کری روم و شام تک تسخیر

کف سخا کی تری ریزش کرم کی حضور — گیا ہی قطرہ زنان شرمگین ہوا بر مطیر

ہم کو تیری بیان کیا کرون کہ ای ممدوح — ہوئی ہین خلق تری بخششی کو تاج و سریر

کرون مین عرض سو کیا ہفت گنج خسرو کو — کہ تیری بخشش دیکی نہین ہین عشر عشیر

لکھون سو کیا تری خدام کی سخاوت کو — نیاوی وقت او ہش رتبۂ قلیل و کثیر

ثبات حرف کو تیری قلم کی کیا لکھیے — کہی تو خامۂ فولاد سے کیا تحریر

برات روزی کسو کی شرف کو دستخط کی — پہونچتی ہی تو نہین منشئ جون خط تقدیر

نہین ہی شہر مین نام و نشان منہیات — رہی ہی ذکر کوئی جنگل مین سوبرے حصیر

مزاج رفع یہ بدعت کی ہو تو نہ اوٹھی — صدائی ذ کا تو کیا ذکر ہی قلم کی صریر

نسق کو کام تو فرماوی ایک آن اگر — تو پھر زمانہ قیامت تلک نیاوی تغیر

قطعه

قطعہ در تعریف اسپ وزیر زمان آصف دوران نواب آصف الدولہ بہادر

وزیر زمان نے لیا ایک اسپ — کہ ہے رشک گلگون باد بہار
نظر پوست سے اوسکی آتا ہی خون — کیا جلد پر اوسکے گل کو نثار
اڑا کر اوسے بارہا سیر کے — نہ نکلا کبھو ابلق روزگار
کرون اوسکی کیا تیز گامی کی شرح — ہرن اسپ شمشیر سے ہو شکار
تنک اک کسمساوے جو راکب تو پہر — نہین اوسکو رانو نہین ہرگز قرار
جہان باگ اُچک جاوے محبوب کی — عنان دل اوسکی ہی پہر اختیار
کرے سیر عالم ابد کا ازل سے اگر — وہ جان باز جو اسپ پہ ہووے سوار
کہے اسکو گر چھیڑ لیسکر کہان — تو یہ باد پیمان کرے یون گزار
کہ لیکے قدم گرد جو اوٹھہ سے چلے — نہ پہرتے تنک اسکے وہ بیٹھے غبار

غرض اسپ ہی یا چھلاوا ہے میر
رہین نچ ہیر ران اوسکی ایسے ہزار

قطعہ در تہنیت صحت

قطعہ

ختم ہوئے یان یہ مضامین حسبت
دیکھے ہین استادون کے دیوان بہت
سب سے نرالی ہی یہ شیرین بیان
نسخہ ہی یہ جان سے زیادہ عزیز

میر کی تصنیف ہی نادر کلام
پر یہ ہی مقبول خواص و عوام
کرتے ہیں بس قند و شکر کا یہ کام
پیش نظر رکھتے ہین سب صبح و شام

حق سے دعا ہے یہی اسکے لیے
ہووے یہ مقبول خواطر مدام

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز مثنوی مسمی بشعلۂ شوق

محبت ز ظلمت سے کاڑھا ہے نور
نہوتی محبت نہوتا ظہور

محبت مسبب محبت سبب
محبت سے آتی ہین کار عجب

محبت بن اس جا نہ آیا کوئی
محبت سے خالی نپایا کوئی

محبت ہی اس کارخانے مین ہے
محبت سے سب کچھ زمانے مین ہے

محبت سے کسکو ہوا ہو فراغ
محبت نے کیا کیا دکھائے ہین داغ

محبت اگر کار پرداز ہو
دلون کی تپش سوز سے ساز ہو

ستم اس بلا کی ہی سہتے سب گئے
سب اس عشق کو عشق کہتے گئے

اسی آتش سے گرمی ہے خورشید میں
یہی ذرہ کی جان نومید میں

اسی سے دل ماہ ہے داغدار
کتان کا جگر ہے سراسر فگار

نئے اسکے چرچے حکایت نئی
گہے شکر گاہے شکایت بنی

اسی سے قیامت ہے ہر چار سو
اسی فتنہ گر کا ہے عالم میں شور

کوئی شہر ایسا نہ دیکھا کہ وان
نہو اس سے آشوب محشر عیان

کہ اس عشق نے تازہ کاری نکی
کہاں خون سے غازہ کاری نکی

زمانے میں ایسا نہیں تازہ کار
غرض ہے یہ اعجوبۂ روزگار

آغاز قصہ

عجب کام سینے بن اس سے ہوا
عجب اہل عالم کو جس سے ہوا

کہ وان اک جوان تھا پری سرام نام
خوش اندام و خوش قد و خوش خرام

جوانی کی گلشن کا وہ آب و رنگ
گلستان پہ کام اوسکی خوبی سے تنگ

جدھر نکلے رنگین ادائی کے ساتھ
چلے جائیں جی خوش نمائی کے ساتھ

کھلے بال جاتا تھا وہ سرو ناز
قدم بوس کو آتے عمر دراز

جدھر کو وہ ٹک گرم رفتار ہو
قیامت ادھر سے نمودار ہو

کوئی دل ستم کشتہ اک نگاہ — کوئی جان ہو ٹھون پہ موقوف آہ

کسو پر فسون گردش چشم کا — کسو پر غضب غمزہ و خشم کا

کوئی بست بر دل کوئی بقرار — کوئی بیخبر کوئی بے اختیار

انھون مین سے اک عاشق زار تھا — اوس آفت کو اوس سے سروکار تھا

محبت مین تھا جذب کامل اوسے — مراد دل اپنی تھی حاصل اوسے

شب و روز ہم بستر کام دل — ہمیشہ ہم آغوش آرام دل

دم اسکے مین یہان تلک تھی تاثیر تھی — کہ صحبت اس آتش سے درگیر تھی

بہم ربط چسپان بہم اختلاط — نہ کم ہوتی گرمی نہ کم اختلاط

مرے کوئی غمسے کوئی ہو ہلاک — وہ شعلہ اوسی خس سے رکھتا تپاک

کہان حسن مین تھا وفا کا یہ پاس — یہ سنیے کہ ہیگا خلاف قیاس

بہت سی بہت اسکا مالوف تھا — اوسیکی تسلی سے مصروف تھا

کہ ناگہہ وہ دلبر ہوا کدخدا — رہا اپنے عاشق سے چندے جدا

زن و شو مین اخلاص باہم ہوا — اوس آشفتہ سے رابطہ کم ہوا

نگاہین بہم دلمین کاوش کرین — سخن سے وفائین تراوش کرین

ہوا ربط چسپان بہم اسقدر — کہ دشوار اٹھے ہمدگر یک نظر

یہ سنکر کہا اوس دل افگار نے — ستم کشتۂ دوری یار نے
کہ مجھکو نہین تیری باتین قبول — یہ مکر زنان ہے تو ان پر نہ بھول
وفا کب ہے ان ناقصو نین سے کی — ہوا شوے کسکا کہ وہ پھر نہ جی
بہ ظاہر ہین ہر چند ہون رشک ماہ — ولیکن ہین باطن مین مار سیاہ
خدا مکر سے انکے دی ہے خبر — نہین ان سے کوئی فریبندہ تر
جہان مین فریب انکا مشہور ہے — زبانون پہ مکر انکا مذکور ہے
بے امتحان عاقبت یک نفر — مقرر ہوا تا کہ جا اوسکے گھر
کے غرق دریا ہوا پر سرام — ہوئی زندگانی کی صبح اوسکی شام
گیا تھا نہانے کو وقت سحر — سو ڈوبا وہ خورشید روشن گہر
گیا موج دریا نے سر سے گزار — اٹھا طبع نازک سے اسکے غبار
وہ گیسو جو بکھرے تھے بالائے آب — سو اب موج دریا کو ہی پیچ و تاب
پھرین تھین جو وی انگھڑیان آب مین — سو وے گردشین اب ہین گرداب مین
تمنا مین تھے جسکے سب دل فگار — سو دریا کو اب ہے وہ بوس و کنار
نہ سمجھا وہ نا فہم اسرار عشق — نہ سوچا وہ ناتجربہ کار عشق
کہا غرق دریا ہوا پرسرام — ہوا کام اوس رشک مہ کا تمام

اٹھا مجبور وہ بلبل خود بے حواس
لگا کہنے اے مایۂ زندگی
کیا جلد رخت سفر تو نے بار
نہ میری سنی کچھ نہ اپنی کہی
زمین پر سے آخر اٹھایا اسے
جب آگ اوسکے پیکر پہ سب جل گئی
پہ سرگرم فریاد و زاری ہوا
جگر غم مین یک لخت خون ہوگیا
گئے ہوش و صبر اسکے یکبارگی
سراسیمگی سے بگولا ہوا
نہ جینکو تسلی نہ دلکو قرار
کبھو یاد کرا وسکو نالان رہے
کبھو یان کبھو وان بحال خراب
رہے گھر تو آشوبگہہ وہ گلے
کبھو متصل ہونٹھہ پر آہ سرد

گرا کے اس پیکر مردہ پاس
مجھے منہ سی تیرے ہے شرمندگی
نہ میرا کیا آہ تک انتظار
مرے تیرے دونون کی جی مین رہے
لب آب جاکر جلایا اوسے
محبت عجب داغ رکھلا گئی
لیوا دہ سکی انگہوٹھی رہ گئی
رکا دل کہ آخر جنون ہوگیا
طبیعت مین آئی کہ آوارگی
پھرے اسطرح جیسے بھولا ہوا
کف غم مین سررشتۂ اختیار
کبھو ٹک جو بھولے تو حیران رہے
وہی بیقراری وہی اضطراب
چمن مین جو لیجائین تو بیکلے
کبھو دست بر دل کہ دلمین ہے درد

تو جاتا نہین شب کو جس روز سے
معیشت کی ازبس وہ جان سوز سے
نہین طاقت صبر ہلکو تنک
بہت دیر ملتا ہے نان و نمک
وہ بولا کہ مین بھی پریشان ہون
بہت تنگدستی سے حیران ہون
کہون کیا کہ روز سے شام کو
اٹھاتا ہون مین اس سبب دام کو

گیا وہ یہ کہکر سوے آسمان
رہی ہے مجھے رات دن خوف جان

سنا حال شعلہ کا صیاد سے
دہوان ایک اٹھا جان ناشاد سے

ہوا شعلۂ شوق دل سے بلند
رہا لوٹتا آگ مین جون سپند

گئی رات جون تون ہوئی صبح جب
زیادہ ہوئی عشق کی تاب و تب

محبت نے کی اشتعالک کہ وہ
سراسیمہ آیا چلا اس جگہہ

جہان سے اٹھی تہی یہ آتش سلگ
ہوا وسکے جگر کو لگی گہر کو لگ

تبسم کنان وان یہ ان نے کہا
کہ کلفت مین غم کی بہت مین رہا

چلو سیر کشتی کو ہنگام شب
لب آب خالی کرین دلکو سب

ہوا سو ہوا یو نہین تقدیر تہی
جہان سوز الفت کی تاثیر تہی

نہوتے جو دلگیر یان متصل
نہوتی یہ آتش کبہو مشتعل

کیان عقل کی اون نی باتین جو وان
وہ عاشق جو تہا در پے امتحان

لگا کہنے یہ آرزو تہی مجہے
کہ اک روز ہشیار دیکہون تجہے

سو یہ دن خدا نے دکہایا مجہے
سخن تیرے منہ کا سنایا مجہے

ندامت سے ہو تنگ شاہد ہین سب
گرفتار ہون مین بحال عجب

نہ خجلت سے رو ہے جو کچہہ مین کہون
نہ قدرت اجل یہ کہ مر بہی رہون

کہ ہوکر فروغ اک سوے آسمان
اڑنے لگا جیسے آتش بجان

ہوئی دم مین دریا پہ آیا فرود
ہوا نیزہ بالا سیہون کا نمود

لب آب وہ شعلۂ جان گداز
تڑپ کر بہت باز بان دراز

پکارا کہان ہے یہ پسرام تو
محبت کا ٹک دیکھہ انجام تو

کہ مین جملہ تن آتش تیز ہون
دل گرم سے شعلہ انگیز ہون

بھڑکتی ہے جب آگ دل کی مری
لب آب اترون ہون غم مین ترے

مگر سوزش دل ہو کم آب سے
بچے جی مرا اس تپ و تاب سے

سو یہ آب رکھتا ہے روغن کا کام
کیا عشق نے آہ دشمن کا کام

یہ بیتاب سنکر ہوا بیقرار
سفینے سے اترا بصد اضطرار

ہوا ہمدم اس آتش انگیز سے
کہا اوس بلا سے دل آویز سے

کہ مین ہون پسرام خانہ خراب
مرا دل بھی اس آگ سے ہے کباب

مرے بھی جگر مین یہی سوز ہے
یہی مجکو جلنا شب و روز ہے

محبت تری برق خرمن ہوئی
تری دشمنی جی کی دشمن ہوئی

سخن مختصر کچھہ وہ شعلہ چلا
کچھہ اک اپنی جا گھہ سے یہ دل جلا

بہم گرم جوشی سے یک جا ہوئے
کہ گذری تھی مدت بہی تنہا ہوئے

خصوصاً وہ عاشق ہوا پر خجل — ندامت ہوئی یہ جب متصل

تہا اگلی خجلت ہی سے روے حرف — ہوا دوسرا ماجراے شگرف

تفکر کے دریا مین ڈوبا ہوا — کنارے پہ بیٹھا تہا روتا ہوا

کہ پوچہین گی جو اوسکے واماندگان — تو یہ واقعہ کیا کرون گا بیان

کہون کیونکی یکبار وہ جل گیا — کف خاک ہو خاک مین مل گیا

کہنچے جرم کو بیگناہی مری — ہوئی شہر مین روسیاہی مری

وہ شعلہ جلاتا مجہے کاشکے — لیے ساتہ جاتا مجہے کاشکے

مقولہ شاعر

اگرچہ یہ قصہ ہی حیرت فزا — ولے میر یہ عشق ہے بد بلا

بہت جی جلائے ہین اس عشق نے — بہت گہر لٹائے ہین اس عشق نے

فسانون سے اسکے لبالب ہے دہر — جلائے ہین اس تند آتش نی شہر

محبت نہو کاش مخلوق کو
نچہوڑی یہ عاشق نہ معشوق کو

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی دریاے عشق

عشق سے تازہ کار تازہ خیال ‎ ‎ ہر جگہہ اوسکی اک نئی ہے چال

دل مین جا کر کہین تو درد ہوا ‎ ‎ کہین سینے مین آہ سرد ہوا

کہین آنکھون سے خون ہوکے بہا ‎ ‎ کہین سر مین جنون ہوکے رہا

کہین رونا ہوا ندامت کا ‎ ‎ کہین ہنسنا ہوا جراحت کا

گہہ نمک اسکو داغ کا پایا ‎ ‎ گہہ پتنگا چراغ کا پایا

وان طپیدن ہوا جگر کے بیچ ‎ ‎ یان تبسم ہے زخم تر کے بیچ

آرزو تھا امیدواروں کی	درد مندی جگر فگاروں کی
نمک زخم سینہ ریشاں ہے	نگہہ یاس مہر کیشاں ہے
حسرت آلودہ آہ تھا یہ کہیں	شوق کی یک نگاہ تھا یہ کہیں
کشش اسکی ہے ایک اعجوبا	ڈوبا عاشق تو یار بھی ڈوبا
کون محروم وصل یاں سے گیا	کہ نہ یار اوسکا پھر جہاں سے گیا
کام ہیں اپنے عشق یکا ہے	ہاں یہ نیرنگ ساز یکا ہے
جسکو ہوا اسکی التفات نصیب	ہے وہ مہمان چند روزہ غریب
ایسی تقریب ڈھونڈھ لاتا ہے	کہ وہ ناچار جی سے جاتا ہے

آغاز قصۂ جانگداز

ایک جا اک جوان رعنا تھا	لالہ رخسار و سرو بالا تھا
عشق رکھتا تھا اسکی جیاسی گرم	دل وہ رکھتا تھا موم سی بھی نرم
شوق تھا اوسکو صورت خوش سے	انس رکھتا تھا وضع دلکش سے
تھا طرحدار آپ بھی لیکن	رہ نہ سکتا تھا اچھی صورت بن
کوئی ترکیب اگر نظر آتی	صورت حال اور ہو جاتی
دیکھتا گر وہ کوئی خوش پرکار	رہتا خمیازہ کش ہے لیل و نہار

وہ تو رکھتی نہ تھی خیال اوسکا — بیطرح ہووے گو کہ حال اوسکا
جھاڑ دامن کے تئین وہ مہ پارہ — اوٹھہ گئے سامنے سے یکبارہ
وہ گئے اوسکے سر بلا آئی — خاک مین مل گئی وہ رعنائی
دل پہ کرنے لگا طپیدن ناز — رنگ چہرے سے کر چلا پرواز
ہاتھہ جانے لگا گریبان تک — چاک کے پہلے پانو دامان تک
طبع نے اک جنون کیا پیدا — اشک نے رنگ خون کیا پیدا
سوزش دل نے جی مین جاگہہ کی — داغ نے اجگر کو آتش دی
بستر خاک پر گرا وہ زار — درد کا گھر ہوا دل بیمار
خاطر افگار خار خار ہوئی — جان تمنا کش نگار ہوئی
اوسکے منہ پر پڑی جو اوسکی نگاہ — ناامیدی کے ساتھہ سر کی آہ
خو ہوئی نالۂ حزین کے ساتھہ — رابطہ آہ آتشین کے ساتھہ
ہونٹھہ سوکھے تو خون ناب ملا — خواب و خور دونون کو جواب ملا
خلق اوسکی ہوئی تماشائی — پر نہ وہ دیکھنے کبھو آئی
کچھہ کہا گر کسو نے شفقت سے — رو دیا اون نے ایک حسرت سے
جاکے اوسکے قریب جو بیٹھا — قصد مرنے کا اپنے کر بیٹھا

چھپ چھپا تو رہا نہین یہ راز
اک جہان اس سے با خبر پرداز

اک قیامت بپا ہے یان سر راہ
کیونکی کہیے کہ تو نہین آگاہ

ایکدم آہ سرو بہرا او ٹھنا — نالۂ گرم گاہ گرا او ٹھنا

جی مین کہتا کہ آہ مشکل ہے — اسطرف یک نگاہ مشکل ہے

دوست کو میرے نام سے ہی ننگ — دشمنون سے ہے جی پہ عرصہ تنگ

چشم تیرے لہو بہا کرتا — صبح کو باد سے کہا کرتا

کاے نسیم سحر یہ اوس سے کہہ — مت تغافل کرا و رعاقل رہ

اون بلاؤن مین کوئی کیونکی جیے — جان پر آبنی ہے تیرے سلیے

جان دون تیرے واسطے سو تو — آنکھ اٹہا کر ادہر نہ دیکھے کبھو

رفتہ رفتہ ہوا ہون سودائی — دور پہونچی ہے میری رسوائی

نام کو بھی ترے نجانا آہ — تجھسے کیونکر سخن کی نکلی راہ

ناامیدانہ گر گرون ہون نگاہ — دیکھتا ہون ہزار روز سیاہ

سخت مشکل ہے سخت سے بیداد — ایک مین خون گرفتہ سو جلاد

کوئی مشفق نہین کہ ہووے شفیق — بیکسی بن نہین ہے کوئی رفیق

نالہ ہوتا ہے گہ گہے دل جو — گریہ آنسو سے پونچھتا ہے کبھو

آہ جو ہمدمی سے کرتی ہے — اب تو وہ بھی کمی سی کرتی ہے

چشم رکھتا ہے وصل کی یہ دل — جی ہے اس سے اسیر آب و گل

شب مہتابی مین اوسکو کرکے سوار
پار دریا کے جلد رخصت کی
گہر تہا ایک آشنا کا مدنگاہ
ہووے جب اس بلا سے خاطر جمع
گہر سے باہر محافہ جب نکلا
طپش دل سے ہوکے یہ آگاہ
وان کے رہنے سے اوسکو کام تہا
جس سے جی کو کمال ہو الفت
جنبش اوسکی پلک کو گردان ہو
وان اگر ہو شکست کا سو باب
وان اگر پاؤن مین لگے ہے خار
یار کو درد چشم گر ہووے
چاک دامن ہین وان پئے زینت
وان دہن تنگ یان سے ہے دلتنگی
دست افشان دیا کو بان یہ

ساتہہ دی ایک دایۂ غدار
اس طرح فکر رفع تہمت کی
وان ہو روپوش تا یہ غیرت ماہ
نور افزاے خانہ ہو جون شمع
اس جوان پاس ہوکے تب نکلا
ہو لیا ساتہہ اوسکے پہر کر آہ
وہ گلے اوسکا کچہہ مقام تہا
جس سے دلکی درست ہو نسبت
ولیمین یان کاوش نمایان ہو
یان رگ جان کو ہووے پیچ و تاب
دل آہ یان سرنکالی سے ہے یکبار
چشم عاشق لہو مین تر ہووے
یان گریبان ہی چاک گل کی صفت
حسن اور عشق مین ہے یکرنگی
تہا محافہ کے ساتہہ گرم رہ

ناز و خوبی نے دل ربایا نہ تجھے ‌ ‌ رحم سے آشنا کیا نہ مجھے

اب تغافل نکر تلطف کر ‌ ‌ حال پر میرے ٹک تاسف کر

گوش زد دایہ کی ہوئی یہ سخن ‌ ‌ تھی وہ استاد کار حیلہ و فن

پاس اوسکو بلا تسلی کی ‌ ‌ وعدۂ وصل سے تشفی دی

کاے ستم دیدۂ غم دوری ‌ ‌ ہو چکا اب زمانہ مہجوری

زار نالے نکر شکیبا ہو ‌ ‌ عشق کا راز تا نہ رسوا ہو

دل قوی رکھہ نہ جی کو کاہش دے ‌ ‌ چل کوئی دم کو داد خواہش دے

سخت دل تنگ تھی یہ غیرت ماہ ‌ ‌ قطع تجھہ بن نہو سکے تھی راہ

گرچہ یہ حسن اتفاق سے ہے ‌ ‌ اوسکی بھی جذب اشتیاق سے ہے

تری آنے سے دل کشادہ ہوا ‌ ‌ رشتۂ دوستی زیادہ ہوا

بزم عشرت کرینگے باہم ساز ‌ ‌ ہو جیو اب اپنے دوست کا دمساز

دیکر اسکو فریب ساتھہ لیا ‌ ‌ دل عاشق کو اپنے ہاتھہ لیا

لیک درپردہ اون نے یہ ٹھانی ‌ ‌ کیجیے اس سے خصمی جانی

یہ تو دل تفتۂ محبت تھا ‌ ‌ سخت وارفتۂ محبت تھا

وقت نزدیک تھا جو آ پہونچا ‌ ‌ تا سر آب پا بپا پہونچا

بے خبر کار عشق کی تہ سے
جست کی اون نے اپنی جا گہہ سے

تہا سفینے مین یاکہ دریا مین
موج زنجیر ہو گئی پا مین

کہنچ گیا قعر گوہر ناب
تہی کشش عشق کی تگر تہ آب

کہتے ہین ڈوبتے اُچھلتے ہین
ڈوبی ایسے کوئے نکلتے ہین

ڈوبے جو یان کہین وہ جا نکلے
غرق دریاے عشق کیا نکلے

عشق نے آہ کہو دیا اوسکو
آخر آخر ڈبو دیا اوسکو

جب کہ دریا مین ڈوب کر وہ جوان
کہو گیا گوہر گرامی جان

دایۂ حیلہ گر ہوئی دلشاد
وان سے کشتی چلی برنگ باد

خار خار دلی سے فارغ ہو
لیگئی پار اوس گل نو کو

یہ نہ سمجھے کہ عشق آفت ہے
فتنہ سازی مین اک قیامت ہے

خاک ہو کیون نہ عاشق بیدل
کام سے اپنے یہ نہین غافل

وصل جیتے نہو میسر اگر
لا مبے معشوق کو یہ تربت پہ

یان سے عاشق اگر گئے ناشاد
خاک خوبان بہی ان نے دی برباد

قصہ کوتاہ بعد ایک ہفتہ
آئی وہ رشک مہ ز خود رفتہ

کہنے لاگی کہ اب تو اے دایہ
ہو گیا غرق وہ فرومایہ

٥٣٩

جس کسو سے یہ پیار رکھتا ہے عاقبت اسکو مار رکھتا ہے

جذب سے اپنے جب کرے ہر کلام عاشق مردہ سے بہی لے ہے کام

صبح گاہان وہ غیرت خورشید اس جگہہ سے روان ہوئی نومید

پہونچے نصف النہار دریا پر روئے بے اختیار دریا پر

حد سے افزون جو بیقرار ہوئے دایہ کشتی مین سے سوار ہوئے

حرف زن یون ہوئے کہ اے دایہ یان گرا تہا کہان وہ کم مایہ

موج سے تہا کدہر کو ہم آغوش تہا تلاطم سے کسطرف ہمدوش

تجھکو آیا نظر کہان آکر پہر جہوڑا تو کس جگہہ جا کر

مجکو دیکھو نشان اوس جا کا مین بہی دیکہون خروش دریا کا

ہون مین نا آشنائے سیر آب نا آشنا سا ہے موجہ وگرداب

لجہ کیا لطمہ کسکو کہتے ہین گہر مین ہم نام سنتے رہتے ہین

ہین میسر کہان یہ سیر عبور اتفاقی ہین اس طرح کے امور

تکہ مین گرچہ دایہ تہی کامل لیک تہ سے سخن کی تہی غافل

یہ نسمجھی کہ ہے فریب عشق ہے یہ مہ پارہ ناشکیب عشق

بیچ دریا کے جا کہا یہ حرف یان ہوا تہا وہ ماجرائے شگرف

وامداروں سے سب نے کام لیا
آخر انکو اسیر دام کیا

نکلے باہر وے ہوئے نکلے
دونوں دست و بغل ہوئے نکلے

ربط چسپاں بہم ہویدا تھا
مر گئے پر بہے شوق پیدا تھا

ایک کا ہاتھ ایک کے بالین
ایک کے لب سے ایک کو تسکین

جو نظر ان کو آن کرتے تھے
ایک قالب گمان کرتے تھے

کیا لکھوں مل رہے تھے وصل وار
ہمدگر سے جدا ہوئے دشوار

کیوں نہ دشوار ہووے انکا فصل
جان دے دے ہوا ہو جنکا وصل

حیرت کا عشق سے مردم
شکل تصویر آپ میں ہے گم

مقولہ شاعر

میر اب شاعری کو کر موقوف
عشق ہے ایک فتنۂ معروف

قدرت اپنے جہان دکھاتا ہے
اسے جو توکے سو آتا ہے

کتنی وسعت تری بیانیں ہے
کتنی طاقت تری زبانیں ہے

لب پہ ابنہ کہ خامشی بہتر
یاں سخن سے کہ خامشی بہتر

تمام شد

٥٤١

اگر تک بھی اٹھا تو مارا گیا
پھرے سیکڑون پھاند چار اگیا

وگر سرکشی سے کی استاد کی
تو پیش آئی اک طرفہ افتادگی

پھاڑ ایک ہاتھی مقابل ہوا
بزور آمد و شد کا حامل ہوا

جٹے دونون وے دیو میدان مین
اٹھا شور محشر بیابان مین

جہان دونون فیلون کے تو سر سے
شتر مرغ سحروان نہو پر زنی

جو اس مار کہانی پہ اکڑا رہا
کیے روز رسون سے جکڑا رہا

رہے کسطرح پٹ گیا تہا جگر
ہوا وہ پہر مین لہو موت کر

وگر سرکشی سے نہ اپنے ہٹا
نہ میدانمین ٹک دبا ٹک گھٹا

اشارہ ہوا او سکے چوزنگ کا
سبھون کو ارادہ ہوا جنگ کا

برسنے لگا مینہ تیر و لنگا زہ کا
ہوا فیل باران کا جنگل مین فسوس

لگے پڑنے بجلی سے تیغ سیاہ
پریشان ہو جیسے ابر سیاہ

نہایت وہ ہاتھی ہوا لخت لخت
گرا یون کہ جون پارۂ کوہ سخت

رکہا لا کے لشکر مین اشناسی اوہ
سر اسکا کٹا لا کے برج سیاہ

رہے کہتے اس دن عجب سب ہے یہ
سر فیل ہے یا سر شب ہے یہ

اگر دیو ہین سرگرانی کے ساتہ
نہ اس تیرگی و کلانی کے ساتہ

ہوا حائل راہ بحر عمیق | کہ ہو وہم ساحل پہ چھلکے غریق

قریب آ کے اُتری پہ خائف تہی فوج | کہ بیڈول اٹھتی تہی ہر ایک موج

مہیب اور آلودہ خاک آب | بعینہ پہٹی آنکھہ تھا ہر حباب

غضب لجہ خیز ے بلا جوش پر | تلاطم قیامت سے لیئے دوش پر

چلے بس تو کچہ کوئی چارا کرے | مگر دیکھہ ہی کر کنارا کرے

تہ ورد مین ہر اک کہ ہون کیونکر پار | کنارے پہ سرگشتہ گرداب وار

روان آب ایسی روانی کی ساتھہ | کہ جون رفتگی ہو جوانی کے ساتھہ

لگے پاؤن چلنے جہان شور تھا | کہ کم آب مین بہی بڑا زور تھا

تامل سے اقبال نواب دیکھہ | توقف کیا پہلے تو اب دیکھہ

پھر اُس پار جا کر اشارہ کیا | کہ لشکر نے وہ مین گذارا کیا

شبا شب اُترنے لگے لشکری | نہ خوش آب کا وہ نہ ویسی تہری

وہ سوتا جگاتا تہا جس کا خطر | اٹھا شور سے فوج کے چونک کر

نشہ اسکے سر سے اتر سا گیا | چڑہائی سی لشکر کے ڈر سا گیا

کچھ اک ناؤ مین لے کچھ شجر کاٹ کر | شتابی سے دریا کتین پاٹ کر

اترنے لگا لشکر بیکران | کران تا کران تہا یہ محشر عیان

بازقدم رنجه فرمودن آصف الدوله بهاور روز دیگر برائے شکار

چلا پھر یہ نواب گردون شکار اسد باؤ کے گھوڑے پر ہو سوار

روانہ ہوئی فوج دریا مثال نہنگون کی اب کھینچ جاوے گی کھال

گیا شور تا آسمان ابرین ہوئی گرد افواج گردون قرین

زمین ہو گئی جائے خوف و خطر فلک کو لگے دیکھنے شیر نر

چڑھا بسکہ دریائے فوج گران اُتر ہاتھیون کی گئین مستیان

دبے چپ لگا چلنے بھیڑون کا گال پریشان ہے گرگ بغل زن کا حال

پلنگون نے کہسار سے راہ لے نہنگون نے دریا کے جا تھاہ لے

بگھیرے ہوتے دام سے چھپ گئے کشف نیچے ڈھالونکے گھبرا گئے

درندے پرندے چرندے سبھی گزندونکے منہ گرد نیچے دبے

تلف جانور ہین جہانکے تہان گوزن اور گور اور آہو کہان

رہے گو ہر یک شاخ و یکسو غزال تزلزل ہین ہین کیا شجر کیا نہال

شغال اور روباہ و خرگوش سے نہین بحث کچھ یے ہین بیہوش سے

غزل

محیط آگ گیرون سے تہے مردکار
ہوئے مالک الحزن چندین ہزار

بہت دام پانی کی جانب جھکے
کہڑے رہ گئے رو دیا کیا کیے

نہنگ سونس گہڑیال سہ رہ گئے
مگر مچھ بچانا کدہر بہ گئے

نہ قشقل نہ سلی نہ سرخاب ہے
تمام انکے لوہو سے سرخ آب ہے

عجب روغن قاز ملتے تہے یار
کہ قازون کو لیتے ہوا مین سے مار

منگاتی تہے بطخ کے چربہ ظریف
سو وہ چربی اب پہینکتے ہین حریف

ہوئی کتنے اقسام ماہی شکار
نہ آونے قسم کہاونی بن اعتبار

مگر مرگ ماہی تہے جالونکے بیچ
کہ یون مچہلیان سب نکالین اُلیچ

نہ ارنب ہے جنگل مین نے سوسمار
کوئی بدوہی کیا کہائے پروردگار

کلنگونکی الٹی گئی صف کی صف
ہوئی تیچ مین قرقری بہی تلف

نہ جیسے گئے سیزہ کہا کہا کے چیت
بزہی ویسے ہے آئے کہتونین کہیت

بٹیر اور تیتیر کا ہے کیا شمار
کہ باز آ گئے جڑرے کرتے شکار

ہوا زرد سبزک بہت دلمین ڈر
نہ مور ہوا گرد بے شانہ سر

خطرناک تہا دشت کیا کیجئے مور
دبا یون پڑے جیسے دیتا ہے چور

نہ پاڑہا نہ نیلہ نہ چیتیل کوئی
سنبون مین جو دومن تہے گیا جل کوئی

۵۴۵

نہ پر تھا نہ پرزانہ بازو نہ پا — کہون نے کبھی پوچھا نہ یون تھا یہ کیا

نہ زر وہی کو دیکھا نہ پایا کبود — نکالا ہے لوگون نے پانی سے دود

سپہ سے کے بلا ترک تازی سے ہے — نہ سار ہن کی وہ سرفرازی ہے

کماندار مردم سے چار اگیا — کسو کھیت پر مفت مارا گیا

نہ جو فیل وحشی کی مستی گئی — وہین مٹ گیا اسکی ہستی گئی

سنانونکی نوکون پہ پہٹ گیا — وہ کوہ گران سنگ سب چپٹ گیا

بہت جانور چھوڑ آگہر سے گئے — لگے وون بہت جل گئے مر گئے

اگر بن ہے گویا نبا ہی اسے — کہر سے قصد و انکا تو کیونکر گہسے

مگر زور سے کچھ نکلتا ہے کام — بہت رنج کھینچے سے چلتا ہے گام

خبردار و ستارہ سر خار بن — زمین پر رکھو پانو کانٹونکو چن

کئے گام یون راہ چلنا پڑے — پھر اس وا مگہ سے نکلنا پڑے

تو آگے بیابان پر خار ہے — کہین جھاڑ بوٹا کہین خار ہے

اگر اسمین پانے نظر پڑ گیا — کنارے پہ اوسکی یہ چڑہ گیا

ہوا حال اپنا پریشان بہت — پہرے مضطرب اور حیران بہت

ترائی جو وانسے گذرنا ہوا — کہارونکے سر چڑہ اترنا ہوا

قنات اور تنبو لپے سب سے گئے — لوٹے سے جو گندے انہیں سب گئے

پھر ابابی لشکر مین پہیلا ہوا — اگر فرش و بستر تہا تہیلا ہوا

ہوا سرو از بس ہوئے ایکبار — کلیجو نکے ہوتے تہے برچہے سے پار

پہرے باد سے لوگ منہ ڈھانپتے — جگر چہاتیون مین رہے کانپتے

رہا ایسی سردی مین کید ہر شکار — ہوئے لوگ خیمونکے اندر شکار

بہت پیر جب جی کو تجنے لگے — جوانونکے بہی دانت بجنے لگے

تہ میغ خورشید پنہان ہوا — ندیکہا مگر روے جانان ہوا

بہت اسپ اشتر موئی پانو پیٹ — نکالا انہین خیمہ گہہ سے گسیٹ

غزل میرہان کوئی موزون کرو — تامل کرو دل جگر خون کرو

غزل

وہ دل شکار آن جو نکلا شکار کو — انداز یک نگاہ سے مارا ہزار کو

چلنا پڑے ہے رہ کے قدم تیغ تیز پر — کس کس ہب سے کاٹین اس رہ مشکل گذار کو

اوڑنے لگے ہے بادہ مین تو جان گزاہے — خجلت ہے اسکے زلف مین ہے تیر مار کو

سو بار منہ چڑہاتی ہو کچہ بولتی نہین — یہ بات کیا جو چہو ہو کہے اپنی بار کو

آتا نہین نظر کہ حصول امید ہو — کیا تہام تہام رکہیئے دل بیقرار کو

شغال اور خرگوش و ہم روبیان — شکاری سگون نے کئی نوش جان
ہوا پر جو تہے مرغ پروانہ بین — گرے سیکڑون ایک آواز مین
بہت جانور کہا گئے کر کباب — ہوئے آشیانے ہزارون خراب
ہوا صل تہا کیا جو کہون تہا کہین — کہ تعداد کشتونکی پاتے نہین
بہت مضطرب جہکتیون مین پہرے — سلامت نہ آخر گئے بر سرے
انہون ہی مین سیمرغ بہی تہا مگر — کہ پر مارتا ہے نہین کوہ پر
نہین مثل مرغ اور شتر مرغ اب — کہ بازونکے طعمون کے کام آئے سب
کسو بن مین تہے نیستان اور کانس — چلے راہ وان لے نسکتے تہی سانس
برس مینہہ دو دن مین کس بہی گیا — ولیکن ہے کہر المطیفہ ہیا
کہ اندہیر تہا جیسے ظاہر ہو دود — ہوے ہونٹہہ سرو ہی سے سبکے کبود
بلا دہوم سے کوئی گہبرا پڑے — جنہین دیکہو وہی کانپتے ہین کہڑے
ہوا سیر دہو کر گئے جان مار — اٹہایا بڑا لطف سیر و شکار
ولا اس دود تیرہ سے گہبرا گیا — کہین آگ دیکہے تو جی آ گیا
یہی چال تہی ایک دو چار کوس — ہوا ٹہنڈی ٹہنڈی پڑ ملی الیسی بس
کسو کوہ کے پاس نکلے جو راہ — گئے کوہ کی تیغ تک کم نگاہ

نکلنا ہوا کہینچ کر یہ عذاب
ملا پیشتر ایک تہ وار آب

روان تہا کسو کی طرف تند و تیز
ہوا اسکے چلنے کی تہے بیش خیز

حباب اسکا چشمک زنان موج پر
کہ یون گرم جاتی ہین اہل نظر

طلبگار کرتے نہین ساوگے
نہو جون گہرا ایسے استادگے

کنارے پر اسکے اتر نا ہوا
دو بالا ہوئے ٹہنڈ مزنا ہوا

ہز کہتے تہے جون رند مفلس لباس
نہ ان سے ہوا انہی جامی کا پاس

غزل کہنے کی یہ بہی جا خوب ہے
جو اچہی ہو موزون تو کیا خوب ہے

غزل

حیف اس شکار پیشہ کو ہمسے خبر نہین
ہم ہین شکار خستہ ہمارے جگر نہین

ہم خاک منہ سے ملکے پہر جیسے آرہے
افسوس ہے کہ وہ دل یار اودہر نہین

آنکہین نکال اسکی قدم کے تلے رکہین
تو بہی ہمارے حال پر اوسکو نظر نہین

کیا کیجئے جو نہ سمجھے انداز دام کا
گلزار کے تو قابل پرواز پر نہین

نکلی پڑی ہے میان سے کاہیکو برگہڑی
لاگ اسکی تیغ تیز کو ہمسے اگر نہین

سر رکہکے اسکے تیغ تلے مر چکو شتاب
یان پاؤن پیٹ پیٹ کے مرنا ہنر نہین

آنکہین ملین اسکی راہ پہ جون نقش پا ہزار
پر میر اسکو کچہ سر سیر و سفر نہین

٥٤٩

غزل

۵۵۰

قریب یک میدیا پہاڑی تہی وان | نکلتا سے کم کم تہا آب روان
پہاڑی کہ تودا کہون خاک کا + | کہ انبار تہا خار و خاشاک کا
مخاذی تہا اس کوہ کی ایک دشت | کہ دشوار تہا اسمین آدم کا گشت
ہوا ابدبست اور پانی سے لگے + | قدم راہ چلتے ہوئی ڈگمگے +
چلے باد تو اک موحش ہے شور | رکے پاؤن دامن کو کہینچے بزور
فقط خار بن کیا کہڑ پہاڑ تہا | کہ بوٹا بہی وان جہاڑ جہنکاڑ تہا
چلو ہے چلو ہے پہ چلتے نہین | کہ اشجار آگے سے ٹلتے نہین
نہ ٹوٹین نہ سرکین نہ کاٹی کٹین | مگر پچہلے پاؤن ہٹے رہرو ہٹین
کہین ہاتہی آیا ہے بڑ کا ہوا اونت | کہڑے لوگ بیٹہے ہین لوہو کی گہونٹ
کہین ہنگیے انقار سرگرم جنگ | کریے تہو پر تل کا عرصہ ہے تنگ
قیامت نمودار ہر ہر قدم | چلے کوئی کیا رکھکے سرپر قدم
کہین بیچ کی نکلے کہین جہک سے چلے | کہین مضطرب تہے کہین رک سے چلے
اسی طور منزل کو کر قطع راہ | پہنچتے رہی ہم بحال تباہ
شجر جمع تہے کچہ تر کوہ سے + | فرود آیا اسجا پہ انبوہ سے
زمین اونچی نیچی خشونت بہت | اسی تہے وان کم سکونت بہت

کہین بید کے برگ خنجر گذار — کہین پا نہ رکہنے دین سر تیز خار

تنک دو درختون کے اودہر ہوئے — نیستان پہرتی ہی پہرتی موئے

اگر بید آئے تو بن بید باف — نہ آئی نظر دور تک راہ صاف

اگر بالش تہے وان تو تہے دشت — کہ دشوار تہا دو قدم کا بہی گشت

ہمین چار نالے اترنے پڑے — کنارے پہ دو دو گہڑی تہے کہڑے

رہا ہر قدم گرنے ہی کا خطر — چلے دو قدم راہ پائے اگر

بہت لوگ دشتِ قلم کو گئے — بہت اسپ و اشتر عدم کو گئے

لگے ہاتہہ فیلان کشتی کی راہ — ولے ڈر نہو فیل کوئی سیاہ

نہ ہاتہی ملا کوئی بارے نہ شیر — ہوئی خیر گو طے ہوئے راہ دیر

شجر سر کشیدہ بہت گیا کہون — جو دیکہون تو پگڑی سنبہالی رہون

چنار ان درختون کے تہے پائمال — سفیدار رکہتے تہے حکم نہال

اگر کوئی دریا چہ آتا ہے پیچ — تو لوگونکے زہرے سی ہوتے ہیچ

تل کوہ رفعت نمودار ہو — گیا آمد و شد مین ہموار ہو

کوئی گل زمین ایسی آئے نظر — کہ عالم نے اودہر لگائے نظر

کہین سبزہ تر سے جی جا لگے — کہین سرسون پہولی دلونکو ٹہگے

غزل

ہوا خیمہ استادہ ایسی جگہہ — کہ آنے لگے دید دانسے نگہہ
رواں دو طرف اسکے ایک آب کم — کہ دل کا لیے جائے سب رنگ غم
جہاں تک نظر کیجے مد نظر — ہوا موج زن کوہ کے تا کمر
نظر والونکے جی بھی مچلنے لگے — گرفتہ دل اس جا سے کھلنے لگے
وہ پانی چلا وانسے دریا ہوا — رواں گرم تر سوے صحرا ہوا
بہا دامن کوہ میں سنگ پر — کیا سنگریزون کو بے رنگ پر
کہ لوگ اونکو ہاتھوں نپر رکھنے لگے — جواہر کے رنگوں پر کہنے لگے
کرارون کا کیا عظم کیجے بیان — برابر کھڑے تھے وہ کوہ گران
انہیں میں سے تھی راہ اس آب کی — وہیں بھیڑ رہتے تھے اس حباب کے
ہوئے دامن کوہ میں کچھ مقام — سفر کے ہے مدت ہو شاید تمام
کوئے روز کھائے کی بھی سیر ہے — سبھوں کے ہے معلوم پھر خیر ہے
جو اسمیں کسو سیر کا دین نشان — نظر آوے یا کوئی بیل دمان
تو اور ایک دو دن کے ہوتی بچ ہے — وہ ہاتھی بند ہے کئے گا یا دہ شیر
شکار ایسا دیکھا ہے اس یار کا — کہ جھاڑا ہوا دشت کہسار کا
کوئی دیکھیے کب تک پہاڑ او جہاڑ — ٹلے جاتی پر سے کہیں یہ پہاڑ

ہمین کیا وہ جادوگر نہو سلے
کسو دشمن نے اوسکا منہ کیا بند

نہین تہمتا ہے اب پلکونسے رونا
بہت خاشاک سے دریا رہا بند

ہمین منظور ہر صورتمین ہے دید
کہلی ہو چشم جون آئینہ پا بند

نہین کام آتی اتنی تیزگامی
سمند عمر ہوتا کاش جا بند

زبردستون کی کشتے ہو گئی پاک
لکالا عشق زورآورنے کیا بند

یہی انداز باندہے ہین یہ نارؔ +
قیامت میر صاحب ہین اوا بند

شکار نامہ

مکرر ہے نواب کو مقصد صید
بیابان پہنا درابہونکے قید

روان بحر لشکر ہوا موج موج
گئی چشم خورشید تک گرد فوج

بکار و صحاری پہ ہے عرصہ تنگ
مگر یان سراسیمہ ہین ان پلنگ

پہن بیٹہے ہین شیر ببری لباس
گہرین لوگ شاید فقیری کا پاس

چکاری ہرن دو تو اندیشہ مند
دلونمین ہراس کمان و کمند +

کہین گرگ وادی کو فکر گریز
نظر اید ہراودہر کہسے غبیر تیز

بنون مین ہے آشوب کو ہو نہین ڈر
بیابان وطی سارے ہو گرم سفر

بہت رہ گئے زیر شمشیر و تیر
بہت آئے لشکر مین ہو کر اسیر

لدے ہاتھیون پر جو ہو کر شکار
ہوئین بوجھ سے پشت فیلان فگار

کئے گم جو گینڈے نے اپنے حواس
کھڑا ہو رہا آکے بھینسونکے پاس

کہ بھینس اسکو بھی جان کر لشکری
چلے جائین صرصر نمط سرسری

نہ چھوڑا ہے طیر ایک عصفور تک
نہ وحشے گئے اور لنگور تک

لگی جا کے شاہین دستور یون
پڑے بکریون مین کہین گرگ یون

کلنگ ایسے بازون سے آئے ستوہ
کہ کابل سے آگے گئے صید کوہ

نہین قوچ سرزن نہ ایل و رنگ
ہوئے قید یا صید کیا بیدرنگ

غضب کر گئے جرّے نواب کے
اڑا کھا گئے جیل سرخاب کے

نہ لگ لگ نہ تیتر رہا دشت مین
نہ غمخوار کر آیا نظر گشت مین

سبھون مین جو تھے تازہ سالار سن
ہوئے صید یون جن پہ آیا بہن

حواصل کو ہوتا اگر حوصلہ
تو کرتا نہ کھیتون مین ہو وہ گلہ

کہین سارے طاؤس مرتے گئے
ادھر لوگ افسوس کرتے رہے

کہین جی اوڑتے تھے زمین بعد مرگ
نہال اسکے خوش قد بسیار برگ

نہ بستی سے صحرا تلک سبز تھے
نظر جاے جن جا تلک سبز تھے

غزل

چلے ہر طرف اب جو آ کر تفنگ ‌ ‌ ‌ نہ اوقات صلح و نہ ہنگام جنگ

لگی آگ جنگل مین چار اگیا ‌ ‌ ‌ بن آئے نہ کچہہ مفت مارا گیا

ہوا جہرہ کوئی تو جون شیر سنگ ‌ ‌ ‌ نہ شیری و لیری نہ چہری پہ رنگ

لگی گولی پڑنے نہ پہر چل سکا ‌ ‌ ‌ نہ جا گہہ سے اٹکسا نہ تک ہل سکا

چلے ہم جو ہر اج سے پیشتر ‌ ‌ ‌ ہوئے صید دریا کے وان بیشتر

بہرے فرط ہی سے تو دریا شہر ‌ ‌ ‌ کیے توکہ سوتے گئے رود و نہر

کیسے گو لیونسے مگر بیشمار ‌ ‌ ‌ رہے سولس گہڑیال خندین ہزار

جو کچھ زخم پانی مین لیکر گئے ‌ ‌ ‌ وہین بہ کے نا سور مر گئے

لگا کہنے با خاسر اپنا جہکا ‌ ‌ ‌ کہ پانی تو جالون سے سارا رکا

اگر جائے تہ کو دہس جائے ‌ ‌ ‌ و گر گاڑتیے سر تو پہنس جائے

عجب مخمصہ ہے بچے کیونکے جان ‌ ‌ ‌ یہی موت ہے سوجہتی ہے ندان

جواب اسکا گہڑیال نے یون دیا ‌ ‌ ‌ گہڑی ایک دو کا ہے قصہ رہا

پڑی سر پہ بجتی ہے فرصت نہین ‌ ‌ ‌ پہر اسکو پہنچے نہین اب گیا کہین

تحمل ہو کچھ ہی تو تدبیر ہو ‌ ‌ ‌ کرین کیا اگر یونہین تقدیر ہو

کوئی دشت یکدست نی زار تہا ‌ ‌ ‌ رکھے وان قدم پانون افگار تہا

٥٥٦

غزل

لطف سخن بھی پری مین رہتا نہین ہے میسر
اب شعر ہم پری بن تو وہ شستہ و بد نہین

کسوا ایسے بن سے نکلنا ہوا	کہ کوسون تلک اوسمین چلنا ہوا
کشیدہ قد اس بن کے سارے درخت	چمن کے سہی نو بادگان سبز بخت
برابر برابر کھڑے سر بسر	پھری دیر ادہر کو جا کر نظر
پری چل کہ آیا ترا کم بہت	حراس اوسمین جا کر ہوئی کم بہت
کہین راہ نکلی تو چلتے پڑے	رہے پائل پر تیل بہت وان کھڑ کر
کہ شاخون نے جھک جھک لٹی تھی سر	بہت آگی جا جا کی آئی تھے پھر
وہی راہ درپیش و کثرت ہوئی	قیامت کی اوپر قیامت ہوئی
سرون پر ادہر تو پے آئی چلی	پڑی تھی ادہر کو نہین کھل بلی
کہین اسپ و اشتر کہین فیل مست	زمین ہر سر گام بالا و پست
گذر جسطرح اس طرح سے کیا	رد و نذرون نے تون جگہ ہی ہلا
وہین ہیچ آیا میسا نامرا	کوئی دیکھتا ہیچ اٹھا نامرا
سواری سی مجھکو ندامت ہوئی	کہ چارون طرف سے ملامت ہوئی
لگے کہنے آیا فرنگی کہان	کہ جو پانی کی رسم چھوڑی ہیان

کون وہ ایسا ظالم تھا استاد فن عیاری کا ۔ اتنے سن مین جن نے تجھکو ایسے فریب سکھائے ہین

میر مقدس آدمی ہین تھے سبحہ بکف میخانے مین
صبح جو ہم بھی جا نکلے تو دیکھکے کیا شرمائے ہین

کیا ایک نالی سے ہمنے گذر ۔ ہوئی قایم اس پہ جا حشر دگر
گرے گاڑی چھکڑے پیادے سوار ۔ کہ مقصد تھا سب کا عبور ایکبار
گذارا جو فیلون کا پہیلا ہوا ۔ ملا خاک مین آب جھیلا ہوا
کمر تک لگے پہنسنے دلدل کے بیچ ۔ کہ نالے کا پانی تھا یکدست کیچ
پہنسے گاو و اشتر گرے بار خر ۔ ہوئے اسپ و اشتر بھی زیر و زبر
اگرچند باندھی تھی وہ جا خام ۔ ہوئے ایک ریلے مین مردون تمام
نہ دیکھی تھی آگے کبھو یہ سمین ۔ ولیکن خدا نے اوتارا ہمین
سلامت رہا اپنا اسباب سب ۔ رہے لوگ شکر کی کرتے عجب
چلے وان سے آگے نہ بڑیلا ملا ۔ کیا ان نے ایک ایک کو دہ ولا
عجب راہ پرخوف مشکل گذار ۔ نہوتے تھے معلوم ہاتھی سوار
خطر شیر کا شور نبگاہ کا ۔ عجب وان کے جانے کا غم راہ کا
کہ جا مور زمین کچھ ہویدا نہ تھی ۔ کہین اسمین پگ ڈنڈی پیدا نہ تھی

غزل

غزل

روتا ہون مین کہ [illegible] | جیون ابر [illegible] یہ غم عشق چھا گیا
جو نقش روزگار کی صفحے سے محو ہو | [illegible] نہین ہوتا مٹا گیا
ہستی مری کہ ہیچ تھی مین منفعل رہا | اس شرم سے ندان زمین مین سما گیا

داغ دل خراب شبونکو جلے ہے میر
عشق اس خرابی مین بھی چراغ اک جلا گیا

چلے صبح کو دامن کوہ کو | تماشا کنان فوج وانبوہ کو
درختون مین چلنا تو دشوار تھا | دلی راستہ بھی قدم دار تھا
گذارا ہوا یون نہین اک دہ کوہ سا | ٹیلے یہ ہنگامہ آرا تھی اوس
نیستانین چھپتا تھا گھوڑی سوار | اگر ہو تو وان شیر کا ہو شکار
نہ ہتی تھی سو شیر شرزہ بھی وان | نہ ہاتھی کی پاؤن کا پایا نشان
ٹیلے سے کیلے کا جنگل ملا | پھر اگر وہین یہ جو دنگل ملا
عجب کشمکش درمیان آگئی | پھیر اک بلا تھی جہان آگئی
نہ ہلنے کو جاگہہ نہ چلنے کو راہ | سرون پہ کھڑی اسپ و فیل سیاہ
خطر فیل و شتر کا ہر ہر قدم | گئے شیر کے ہر قدم پر قدم
کنار آب کے لوگ اترے تمام | ہوئی دامن کوہ مین کچھ مقام

غزل

مددگار تھی حضرت زندہ فیل	پکڑ لاتی تھی لوگ تب زندہ فیل
بحیرہ نہ دریای اعظم سے کم	اٹھا کرتی تھی لجّۂ نظمی بہم
ہر اک موج اسکی سمندر کی لہر	کنارے پہ گرداب غرقاب قہر
یہی جنگل اوس جھیل کے آس پار	درختون کا انبوہ نے کا اکاس
اسی بن مین شیر اور یوز و پلنگ	اسی بن مین گور و گوزن و رنگ
اسی بن مین ہاتھی وہین کرگدن	وہین فوج سرزن اوسمین ہرن
اسی بن مین لنگور بندر رہی تھے	وہین ایک دو ہم قلندر رہی تھے
اسی بن مین پاڑہا وہین نیل گاو	اسی بن مین یہ صید بندے کا چاو
اسی بن مین تھے حضرت بو حمید	اسی بن مین نستا سے انکی مرید
اسی بن مین تھے خوک جاموش رنگ	کیا اس سے رہین نے لوگونکو تنگ
اسی بن مین رہنا اسی بن مین راہ	وہین شام کا حسن لطف پگاہ
اسی بن مین وہ جھیل گہری بہت	ہوے صید بری و بحری بہت
وہین مچھلی بکتی تھی دمڑی کی سیر	ولیکن نہ کہاتا تہا ہو کوئی سیر
کہ اس آب کا ہضم دشوار تھا	کہ جون آب شمشیر دم دار تہا
شغال اور خرگوش جیسے گئے	شکاری سگ انکو اچک لی گئے

نواڑوں کی سیر او سمین پر شاہ گہہ — وہی سیر گاہ و وہی دام گہہ

وہیں صید ہوں مرغ و ماہی تمام — مقام ایسے ہو دین تو کریں مقام

ہوا خیمہ آکر جو نواب کا — فلک سا ہی تھا فرق اس آب کا

ہوا ہو تا واں کاش درواب پر — ہوئی جیسے شایستہ شیر نر

عجب ہے بہ سو کی روشنی صد عجب — کہ دین چھوڑنا دین وہی بھر گی سب

چراغ ہو وین تو غنچہ غنچہ چراغ — کہ جیسے عاشق کی چھاتی کے داغ

دری روشنی شعلہ انگیز نار — پڑی سطح پانی کا آئینہ وار

ہوئیں کشتیاں کچہ دوری سے پری — چراغوں سے سو جیو نکو کوچے بھری

حبابوں میں تھی جو چراغوں کی تاب — حبابی تھا آئینہ سب سطح آب

نمودار چرخ پر انجم تھی شب — دلوں سے وہ پھیلاؤ پانی کا سب

غرض روشنی کی عجب کچھ تھی لاگ — لگا وہی ہو گویا کہ پانی میں آگ

غزل میر کوئی کہا چاہیے — کسو تو زمین پر رہا چاہیے

غزل

کب آوے گا کیا جانیں وہ سرو قامت — ہماری تو سر پر ابھی ہے قیامت

سنا ز سفر ہے اشارت اسی سے — کہ تھوڑا ہست پایاں ہے وقت اقامت

تقاضا ہی غزل اک رباعی کہو
سخن آگی موقوف چپکے رہو

بہت کچھ کہا ہی کرو میر بس
کہ اللہ بس اور باقی ہوس

جواہر تو کیا کیا دکہایا گیا
خریدار لیکن نہ پایا گیا

متاع ہنر پہیر لے کر چلو
بہت لکھنؤ مین رہی گہر چلو

غزل

کرو تامل کہ حال ہم مین رہا نہین ہی غمونکی مارے
جو کچھ ہو سو جنون تہا سو شکیب و تاب و توان ہمارے

ہوئی ہین غایر قیامت اٹہو گئی جگر تک گئی ہین دل تک
جو ٹک بہی دیکہے وہ غور سے تو جراحت سکو دکہاوین سارے

ہماری آنکہین تہین مین اتنی کہ اب ہی دریا محیط عالم
کہین کہین جو رہین ہین مردم سو بیٹہی ہین وی کنارے

کرین تحمل سو کاہی پر ہم مدام بیخود ہمیشہ غش سے
گئی ہی طاقت دلونسے شاید نہین ہی آیا جگر ہمارے

کبہو سر دن پہ ہی تیغ نالہ کبہو سنان فغان جگر پر
کسو کی کہنی کا کچہہ بہی حاصل گئی ہین جو بن تو تنگ وقت یارے

بہری تہی آتش کہانکی یارب زبان دہمکر مین کہ نصیحت شکوہ
لگا جو رونے تو جا بجا آنسوون کی مژہ سے گرنے شرارے

قبول عشق و محبت اتنا ہوا ہے اے میر تیرا قابل
مدام جاتی دکہائی دون ہین کبہو نہ آئی کہا کہ آرے

رباعی

چلنے کو ہوئی بادئی سی ہم جو کرہے
مل چلنے کے اتفاق بہتیرے پڑے

مجنون نی کہا تہا مین بہی آتا ہون میر
آیا نہ رہی راہ مین ہم دیر کہڑے

تمام شد مثنوی مسمی صید نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی در بیان کدخدائی نواب آصف الدولہ بہادر

ہے جہان کہن تماشا گاہ — آصف الدولہ کا رچا ہے بیاہ

آؤ ساقی کہ کدخدائی ہے — طبع نواب اذ بر کو آئی ہے

دل خوش احباب و شاد ہے ہر شہر — بستہ آئین و وراستہ ہے شہر

نئے سر سے جوان ہوا ہے جہان — عیش و عشرت کی محو خورد و کلان

ہر طرف شہر میں ہے آرائش — رہروان کی نہیں ہے گنجائش

شیشہ باز فلک ہے آتش باز — کہکشان سے ہوا ہوائے ساز

وجد مین لاتو می پرستون کو — یاد دی ملک سرو و ستون کو

آو ساقی کہ روشنی ہی خوب — محو آرایش آج ہین محبوب

کانخذین باغ کیا تماشا ہے — پھول کترا کہ گل تراشا ہے

رنگی سے مشعلون کا ہوا — نور کا ماہ نے کیا چندا

شیشہ شیشہ شراب ہی درکار — صحبت عیش کو جو کا یکبار

لالہ رنگ رخ نکو یان کو — مایہ ناز خوب رویان کو

اوس پری کو نکال شیشے سے — رنگ مجلس ہین ڈال شیشے تو

ہو لی مست ہو تماشائی — علم کش ہی سپہر مینا سے

چھوڑ آئین بردباری کا — سیر کرے ترک سواری کا

چل گلابی کو ہاتھ مین لیکے — ایک دم جام متصل دیے لے

ہی سواری کی فیل کی وہ دھوم — جیسے ابر بہار آوے جھوم

آئی دولت سرا سے ہو کے سوار — لعل ناب و گہر ہین صرف نثار

اک مہابت کے ساتھ فیل نشان — آگے مانند کوہ زر کے روان

اور ہاتھی ہین جھومتے جاتے — جیسے آوین جوان مزہ ماتے

جل زربفت کی ہی ساری شب — رو کش انجم فلک ہین سب

غزل

کبتک آئینے کا یہ حسن قبول
ہو جو تیرا سا رنگ گل کا ہے
ہے غرض عشق صرف ہے لیکن
سرکشی گل کی خوش نہیں آتی
کسکو بلبل ہے دم کشی کا دماغ

منہ ترا اسطرف کبھو بھی ہو
دیکھیں ہم تب جب ایسی بو بھی ہو
شرط یہ ہے کہ جستجو بھی ہو
ناز کرنے کو ویسا رو بھی ہو
ہو تو گل ہی کی گفتگو بھی ہو

دل تمنا کدہ تو ہے پر میر
ہو تو اسکی ہی آرزو بھی ہو

تمام شد

مثنوی در بیان مرغبازان

دلی سے ہم جو لکھنؤ آئے
پر دپڑ زا درست و یکسان ہے
مرغ ہے ایک ایک جیسے کلنگ
حوصلہ کس قدر ہو اصل کا
لات کی گہات کر جو مر جاوے

گرم پر خاش مرغ بازان پائے
مرغ تصویر کا بھی حیران ہے
قاز و سارس سے جنگ جسکا ننگ
ذکر کیا کرگس شتر دل کا
نسر طائر کا رنگ اوڑ جاوے

۵۶۶

مرغ کا مرغ ہووے مرغ انداز — مرغ ایسا ہو تو بجا ہے ناز

یعنے اپنا حریف جب پاوے — پر بلانے نہ دیوے کہا جاوے

سینہ کیا سینہ بال کیا پر و بال — جیسے چشم خروس آنکھین لال

بازی بربر کے جب لڑاتے ہین — کانٹے لوہو کے باندہ لاتی ہین

آیا حلقوم کے کہ حلق کے پار — پہوٹا چہاتی مین ایک لگ کے دوسار

ہاتہہ جس مرغ باز کے تہا وہ — پانی کرنے لگا ترا کر وہ

کچہہ جو ٹھہرا تو دم دیا ان نے — تعبیہ کر کے رکہہ لیا ان نے

اور جو سست ہو ہوا تہیلا — دونون بازو کے پر دئے پہیلا

دم سے کیا ہو بیدم و مجروح — قصد پرواز مین تہا مرغ روح

ہو چکا ہو چکا ہوا یہ شور — ڈہلکی گردن گیا وہ سارا زور

پہیلا پالی مین وہ غم جانسوز — دل زدہ پہر ہین مرغ دست آموز

جانور رنگ باختہ سب ہین — یعنی حیران فاختہ سب ہین

مرغ قبلہ نما کو وحشت ہے — بال کہولے ہین پر نہ طاقت ہے

ورنہ اوڑ کر کہین چلا جاتا — دیر اپنے مقام پر آتا

جیسے منگل کو پالی کی ہو دہوم — گلیو نمین روز حشر کا ہے ہجوم

بجا ہی کیا کوس رحلت مدام | کسھون نے نہ کچھ پایا یان مقام

یہ بیٹھے جو ہین سامنے ہین کہان | جہان جملہ ہے ایک بزم روان

جسے دیکھو چلنے کا گرم تلاش | یہ منزل نہین جای بود و باش

گدا ہو کہ ہو شاہ عالی تبار | تہ خاک سب کا ہے دار القرار

نہ یک بوے خوش ہی ہوا ہو گئی | وہ رنگینی باغ کیا ہو گئی

ملے خاک مین جہڑ کے گلہاے تر | پریشان ہوے مرغ گلشن کے پر

پتنگون نے گر خاک مسکن کیا | چراغون نے بہی خانہ روشن کیا

گئی خاک دامن فشانی کے ساتھ | رہا آب سو بہی روانی کے ساتھ

رہی راکہ ہو کر اگر آگ تہی | رکن ہے جہان باد کی لاگ تہی

نہ جدول رہیگی نہ سرو روان | گلستان کو پاوینگے ہو کا مکان

زمین کا رہے گا یہی کیا سبہاو | لپٹ جائینگے آسمان جیسے تاو

سکون یان کا دیکہا سراسر شتاب | چلے جاتے ہین کوہ جیسے سحاب

جہان ایک ماتم سرا ہے عجب | نہین جاے باش اور جای عجب

بہلا جی سکے جانیکا کیا ہے بیان | عیان ہو کہ کہتے ہین جانکو روان

جوانی گئی موسم شیب ہے | شہود ایک دو روز کو غیب ہے

کھڑے ہون تو تھراے ران او ر ساق — جبیبن بیٹھے کیونکر کہ جینا ہے شاق
جو یون پانون چلتے پہ چلتے رہے — تو دیکھوگے ہم پانسو چلتے رہے
اگر ضعف سے چپ ہی رہتے ہین ہم — یہ سوچو تو کیا کیا نہ کہتے ہین ہم
کہے مین نہین اپنے تک پاؤ دست — کیا خاک مین مجھکو پیری نے پست
جو بازو ہین اپنے سو بازو نہین — اگر منہ کو دیکھو تو وہ رو نہین
بدن کی ہوئی سیری صورت ہی اور — وہ آنکھین نہین وہ نہ چتونکے طور
جسد ناتوان جای جہان تنگ — سخن منہ پر آوے دوامی سے رنگ
لبون پر نہایت ضعیف ایک آہ — در و بام پر حسرتون سے نگاہ
شکن جلد مین دل کو پژمردگی — عزیزی حرارت مین افسردگی
برودت بہت جسم مین آگئی — مزاجی تہی گرمی سو ٹھہرا گئی
چہڑکتا رہون منہ پہ مین آب کاش — کہ ہوتا رہے روح کا انتعاش
وگرنہ دیا سا بجہا جای ہے — پہر اوٹھہ بیٹھون تو جی جلا جای ہے
سیہ روے شیب اک ستم کر گیا — لکھون کیا کہ مین جیتے جی مر گیا

قلم رکھدی کر میر ختم کلام
تمام اپنی صحبت ہوئی والسلام

تمام شد

روشن الدولہ کی تھی یہ روشنی
سب ہولی تھی لیکن ایسی روشنی
وہ چراغان گرچہ تھے درگاہ تک
تھی تماشائی گدا و شاہ تک
راہ مین تر پوئے مین رستے
روشنی سے کوچہ و بازار تھے
گرم کچھ ہنگامہ یہ بھی کم نہ تھا
اس روش کی دہوم کا او دیم نہ تھا

تھی ہوا مین گرد تا چرخ اثیر
برگ گل ہو مین اڑتے جیسے عبیر
زعفرانی رنگ سے رنگین لباس
عطر مالی سے بھو مین گل کی باس
رنگ افشانی سے پڑتی تھی پھوار
رنگ باران تھا مگر ابر بہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی در بیان ہولی

ہولی کھیلا آصف الدولہ وزیر
رنگ صحبت سے عجب ہین خرد و پیر

جشن نوروزی اہل ہند سب
ہے یہی تب محو عشرت ہینگے اب

بشیشہ شیشہ رنگ صرف دوستان
صحن دولت خانہ رشک بوستان

اوس چمن سے باغ پر گل سرخ و زرد
نکہت گل جہاڑ ینگے وان آکے گرد

پھول گل آدین نظر دیکھو جدہر
لالہ و صدبرگ سب باغ نظر

دستہ دستہ رنگ مین بھیگے جوان
جیسے گلدستہ تھی جو ون پر روان

[illegible]

اون دیون کی عکس سے دریا کا آب — آئینے کی سطح کی رکھتا تھا تاب

کشتیون مین جو دیے بھر کر چلے — پانی مین شعلون کی ریلے تھے چلے

منعکس تھے جو چراغان تہ تلک — آب کی وسعت تھی بر نجم فلک

کیا ہوائی چھوٹنے کا ہے بیان — ذو ذنب جیسے ستارے ہون عیان

جا ہی جو ہی چھوڑتا ہے یادبود — روشنان ذو ذوانب تھی نمود

گنج چھوٹے ایک سے روشن تھے جھاڑ — دو طرف جسطرح سے جھڑتی ہو باڑ

اس روش سے تھے ستارے چھوٹتے — ناگہان جیون ہو دین تارے ٹوٹتے

دیکھے جاتے تھے چراغان آب مین — شعلے تھے لہرون کے پیچ و تاب مین

ہر دو جانب چن سے گئے ناری انار — گلفشانی سے اونہونکی تھی بہار

ماہتابی اک طرف سے جو دغی — چاند سا نکلا ہوئے حیران سبھی

آفرین صناع لوگون آفرین — کیا لگایا باغ آکر کاغذ مین

گل کتر کر پھول گل ہی کر دیے — رنگ تازے کاغذون مین بھر دیے

متصل تھے بین ستارونکی دغین — لوگون کی آنکھین ٹکٹکی سی جا لگین

دیکھیان کیا کیا نہ شعلہ خیزیان — تھین ہوائین سے ستارہ ریزیان

نذر کو نواب کی اہل فرنگ — لیکے آتش بازی آئی رنگ رنگ

مین نے دیکہے ہین ہان بکرا انکی آگی شعر کہہ — اپنی ہان گویا بڑا تفحص سے ہے یہہ

بکریون کی گو اڑہی کہتین جاتی ہین سب — تکہ ریشی بکری کی ہے بو العجب

رنگ سر سے پانون تک اسکے سیاہ — چکنے ایسے جسے کم ٹہہرے نگاہ

چار پستان اسکے آئے دید مین — دو جہان ہوتی ہین وہ ہین جید ہین

ایک مین انمین سے تہا مطلق شیر — ایک کو کہتے ہین اندر سے ہے خرد و پیر

اسپہ کالے بکرے دو خیلا سے جہجے — نار بحر یسے رہی پہر اتہنے

چار ابلیٹہی کہاتے ایک انداز سے — دسے ٹہہر تو ہوتی خوش اس ناز سے

دودہ ہو جہاتی مین تو بچا ہے یہ — عبٹہیا دیکہے اسطرف منہ کو گئے

سہو کہہ سے گرم تظلم وے ہوئے — اپنی شایان ترحم وے ہوئے

دودہ منگوایا گیے بازار سے — سہو ہون سے وٹیا گیا انفار سے

گہاس دانا بارے کچہہ کہانی لگے — گرتے پڑتے پاس بہی آنی لگے

پرورشش سے خوق کی ہاری جی گئے — آب و دانا دوڑ کر کہا پی گئے

اب جوانی پر جو ہین وے شیر مست — کودتی ہین ہرزمان ہر دم ہے جست

مستی اپنی ماپہ کرتے شاد ہین — عاقبت بکری ہی کی اولاد ہین

زور قوت سے حریفون کی ہین ڈہینگ — آہوی جنگی کو دکہلاتے ہین سینگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی دیگر

چمن سے عنایت کے بادام دار ۔ الٰہی زبان دے مجھے مغز دار
صفت عشق کی تا کرون مین بیان ۔ یہ یون عشق کہنے سے ہین تر زبان
عجب عشق ہی مرد کار آمدہ ۔ جہان دو نون اسکے ہین برہمزدہ
جہان جنگ صف کی یہ ظالم لڑا ۔ صف اولٹی جہان ایک مارا پڑا
اگر لوگ مارے گئے سربسر ۔ ہوئی فتح اوسکی ہی یہ طرفہ تر
کوئی کشتنی جو طرف ہو گیا ۔ تہ تیغ اوسکی تلف ہو گیا
جہان جس کسو سی اسے چاہ ہے ۔ وہین اوسکے تا قتل ہمراہ ہے

تناسب بہت اسکے اعضا سے خوب ‏ — ‏ سراپا مین دیکھو تو ہر جا سے خوب

زبان نرم طالع وری و صلاح ‏ — ‏ نہ طنز و کنایہ نہ رمز و مزاح

خوش اندام و خوش رو و پاکیزہ خو ‏ — ‏ کسو وقت رہتا نہ تہا بے وضو

جوانی کا ہنگام طاعت کا صرف ‏ — ‏ لب ہرزہ پر دلبرو(ن) کا نہ حرف

حیا کو سیاہی سے پلکون کی راہ ‏ — ‏ نکلتی تہی باہر نہ گاہے نگاہ

بہت پاک دامن معیشت ہوئی ‏ — ‏ نظافت زاہت مین مدت ہوئی

کہ ناگاہ اس راہ یک زن گئی ‏ — ‏ جیون پر خدا جانے کیا بن گئی

جوان کی نظر شرمگین جا لڑی ‏ — ‏ وہ ترسائی آنکھہ اوسے آ پڑی

یہ دل مستقل ناشکیبا ہوا ‏ — ‏ دل طرف ثانی بہی بیجا ہوا

حیادار تہی زن گئی اپنے گہر ‏ — ‏ وفادار تہا یہہ رہا دیکھہ ادہر

کیا چند شرم و وفا ہی کا پاس ‏ — ‏ لگے رہنے دونون گہر و نمین اداس

کئی دن مین ہندو زن آنے لگی ‏ — ‏ لیے پانی اس راہ جانے لگی

نگاہین ہوئین ہمدگر آشنا ‏ — ‏ محبت کا دونون نے پانی بہرا

یہی مدتون دیکہا دیکہی رہے ‏ — ‏ دلون کی کسو سے نہ ہرگز کہے

جیون مین شب و روز مرتی رہین ‏ — ‏ ولے پاس ظاہر کا کرتے رہین

کوئی طور ملنے کا ایجاد کر — نہ جور رحم سے ہو تو بیداد کر

پیام ایک کا یہ کہ اے باد نرم — کہہ اسکو محبت سے کچھ بھی ہے شرم

تن زار ہجران کیونکر جیے — جگر مین نہو خون تو کیا خون پیے

ملاقات کا رستے کیونکر خیال — رہے کیونکہ جان تا امید وصال

اگر دیکھین آنکھین ہین دو اسطرف — وگر منہہ ہمارا ہے سوے رف

اسے دیکھنا ہی سے ارمان بھی — ادھر ہی چلی جاے ہے جان بھی

کہہ اس سے کہ مرتے ہین تیرے لیے — کیا عشق یا جرم ہمنے کیے

نہین صبر آتا ترے بن ملے — لبون سے جگر تک بھرین ہین گلے

کسو سے کسو کو نہو جاے لاگ — کہے تو لگائی ہے سینے مین آگ

کسو کا کسو سے نہ لگ جاے دل — کہ کہنا پڑے ہاے دل واے دل

کسو کی نہ اچھی لگے کوئی آن — کہ جان الم ناک دیکھے بتان

کسو کی مجعد نہ کھل جائین بال — کہ ہو دل کے عقدون کی واشد محال

کسو لالہ رخ کا نہ اوٹھے نقاب — کہ ہون داغ دونون مہ و آفتاب

قد آرا نہو فتنہ ور سر کوئی — کہ سر پر قیامت رکھے ہر کوئی

کسو کی نہ چاہ زنخ مین گرین — مبادا کہ وان سے نہ جیتے پھرین

یہ گم گشتہ پھر پاے جاتے نہین
نہین لگا نہین رہتا نام و نشان
کوئی اٹکو ڈھونڈے تو پھر یہ کہان
کہین یون فراموش ہوتے ہین یار
ہمارا ترا عشق ہے یادگار
ترحم کہ اب بھی گیا کچھ نہین
تلطف کہ ہم مین رہا کچھ نہین

ہوا ناگہان شوہر زن مریض | نہایت ہوئی تپ طویل و عریض
نشست ہوا تپ کا دل کی تئین | کھینچے رفتہ رفتہ دق و سل کی تئین
نزاری سے دل ہو گیا زار تر | ہوا خشک ہو کر وہ بیمار تر
بدن کا وسا رنگ کاہی ہوا | بہت حال اسکا تباہی ہوا
دھوان یہ بہی وہ رفتنی کم رہا | ٹھہر کر گئے دم ہوا ہو گیا
فنا یعنی طاری ہوئی ہو چکا | اسے دار و دستہ بہت رو چکا
جلانے کی طیاری کر لے چلے | چلی زن بہی تا ساتھہ اسکے جلے
کہلی دعوی سوختن مین زبان | کیا پاس ظاہر سے نقصان جان
لگی جلنے چہوڑا نہ اصرار کو | خبر پہونچی اس نو گرفتار کو
اوٹھا وان سے بیتاب آیا چلا | اسے دیکہہ جلتے بہت جی جلا
جہکا آگ کی اور کر اضطراب | کہ جی مین نہ طاقت تہی مطلق نہ تاب
کہا ہمکو کیا کہتی ہو اسگہڑی | نظر اوسکی جلتے جو اوسپر پڑی
کہا آئے ہو تو جلے آؤ تم | شتابی کرو جو ہمین پاؤ تم
یہ بیتاب تہا آگ پر بہر پڑا | پتنگا سا اس آگ پر گر پڑا
لگے آگے تہے کتنے افگار ساتھہ | وہین کہینچ لائی اسے ہاتھون ہاتھہ

گئے اسطرف لے جدہر تہی چلی
نظر کرتے تہے واقعی یہ سبہی

و لے ما نفیت لگا کسکو جگر
کہ حیران سب رہ گئے دیکہہ کر

ہوئی جاتے جاتے نظر سے نہان
گیا عشق کیا جانیے لیکر کہان

بہت سے ہوئے لوگ گرم سراغ
کنہون نے نہ پایا نشان غیر داغ

نکر میر اب عشق کی گفتگو
قلم اور کاغذ کو رکہدے بہی تو

فسانے ہین اوسکے ہزارون ہزار
یہی کشت و خون کا ہی یہ گرم کار

بہت خاک جل جل کی یان ہوگئے
رہ عشق مین جی بہت کہو گئے

غرض ایک ہی عشق بے خوف و باک
کیے دونون معشوق و عاشق ہلاک

تمام شد
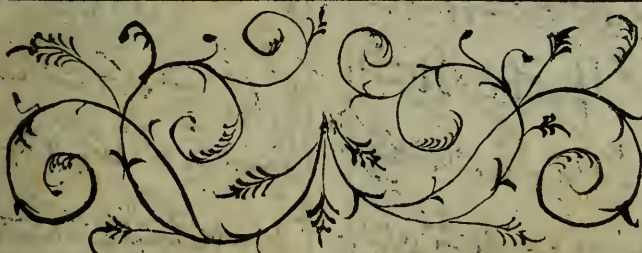
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی

آؤ ساقی شراب نوش کرین | شور سا ہے جہانمین نوش کرین
آؤ ساقی بہار پھر آئی | ہولی مین کتنی شادیان لائی
شادیان لے شگون سراسر ہین | کوچے سو شہر کے برابر ہین
دست دستور ہے جو زر افشان | پھر جہان کہن ہوا ہے جوان
دو نور ستے عمارت خوش ہے | تازہ کارئی شہر دلکش ہے
اور بازار می رنگ لائے ہین | ساری رنگین ستون لگائے ہین

کہین دو جام مے سے ہون سرمست | جا جھکینگے تھوڑی دور دست بدست

مچلے بن جائینگے کسو کو دیکھہ | پھر ہہین گی کسو کی رو کو دیکھہ

اب گلابے لین گے پھر پھر ہم | باقی ساقی پہین گے پھر کر ہم

کہین آرائش آگے دیکھین گے | کاغذین باغ جا کے دیکھین گے

کسو ہوش سے ہووینگی گلباز | کھینچینگے ایک زور دم کی اسکے ناز

آو ساقی مے دو آتشہ دے | اسی مے کا بغل مین شیشہ لے

گرم ہو جو دماغ انسان کا | لطف آوے نظر چراغان کا

جسطرف دیکھیے چراغان ہے | شیشہ و شمع ہی نمایان ہے

باغ سے روشنی ہوئی ہو زیاد | ہے یہ ہنگامہ تا جلال آباد

شمع و فانوس کا بہت ہے ہجوم | شمع رنگون نے کر رکھی ہے دہوم

لوٹیے ان گلون کی اب تو بہار | گو کسو کے گلے کا ہو جیسے ہار

ابتو اودہم ہی مچ گیا ہر سو | دارو پی کر پہرین چلین ہم تو

تارے سے ہین چراغ چار طرف | آسمان پر زمین رکہے ہے شرف

غنچہ غنچہ دیون کو دیکھین جہان | کسو نو گل سے رکھین صحبت وان

کہین نوبت کو چلکے سنیے گا | نے کے بجنے پہ سر کو دہنیے گا

جشن نوروز ہند ہولی ہے — راگ رنگ اور بولی ٹھولی ہے

عشق ہے اے گروہ آتش زن — دو نور سے چراغ ہین روشن

ٹھاٹھہ کیا روشنی کے باندھ دیے — شہر ہین نام روشن اپنے کیے

دور دور سے خیال و سوانگ آئے — گھوڑے دامن سوار کیا لائے

روشنی وار سی ہے پار تلک — گل کاغذ ہے فرق خار تلک

در دولت سے لیکے تا سر آب — ہے چراغ اور شمع ہیگی تاب

پہر سر پل سے تا عمارت نو — جلتے ہین مجتمع دیے سو سو

ہاتھی رنگے گئے پڑی ہے دھوم — جیسے ابر سیاہ آئے ہجوم

خیمہ استادہ کر چکے شب باز — پیلیون نے ہر کیا خرام ناز

یاں کی صحبت کا تھا نمونہ سب — شاہ و دستور حکم و کار ادب

آئے شکلیں بنا کے صورت باز — ڈوم ڈہاڑی نے بجا کر ساز

نقل معقول کی سوحاجی نے — سیج کے عمامے سر پہ کتنے جنے

کوئی جوگی کوئی فقیر بنا — کوئی ڈاڑھی لگا کے پیر بنا

کوئی بنیا بنا کوئی اوباش — نقل کرتی تھی ان سبھونکی معاش

کوئی شاعر بنا نہ جسکی نظیر — یعنی مستغرق خیال تھا میر

دو طرف سیم بندی کردی ہے — سونے کے روپے سے راہ بھر دی ہے
شمعیں لاکھوں کنول میں ہیں روشن — زور پھولا ہے کاغذیں گلشن
واہ آتش زنان آتش دست — دارو پی کر پھر و ہو کیسے مست
تو ہیں کیا ڈ ہالیں ہیں ستارونکی — کھوئے رونق فلک کی تارونکی
تارے موقوف کچھ سما پہ نہیں — تو ہیں چھوٹیں مگر ہوا پہ نہیں
ماہ بھی چشم روشنی کے لئے — ہے چراغان ستارگان سی کئے
گنج چھوٹے ہیں یا کہ یار چھڑے — یا ہوائی ہے جگنیونکی چھڑے
گل فشان ہیں پڑیں جو پھلجھڑیان — کھلتیاں ہیں دلونکی گلجھڑیان
چھوٹتے ہیں انار مہتابی — رنگ ہیں دلبر ونکے مہتابی
باؤسے دودسے ہوئے گرباند — وغیں مہتابیان کہ نکلے چاند
آؤ اے مطربان سیر آہنگ — ساتھ اپنے لیے رباب و چنگ
ہو غزل خوان بزم عیش و طرب — پر نکریون خیال ترک ادب
منعقد مجلس شہانہ ہے — ادب آصف زمانہ ہے
آؤ ساقی مجھے شراب دے — دربغل شیشہ ساتھ اپنے لے
بحر بخشش کی لہرین اب آئیں — زر و گوہر کی کشتیان لائیں

سے گل رہی نہ یکدم بلبل کی آہ تا ہی
محبوب سے کسو کو یارب نہو جدائی

گل تک ہنسا نہ مجھسے بلبل نہ بولی گر
کس کس کی بیدماغی ہی یار مین اوٹھائی

ہم بھی رہے ہمواوہ جبتک جوان ہابل
کی عمر تفنی نی بارے نہ بیوفائی

اخوان زمانہ کی تو کیا جانین دل لگی کو
لگتی ہر جسکے دلکو وہ جانتا ہی بہائی

ہے دامگاہ دنیا ہر جا فریب اسمین
دیتی نہین دکھائی اپنی مجھے رہائی

گذری جو کچھہ سو گذری یاری مین دلبرونکی
میر اب کسو سے تم تو کریو نہ آشنائی

تمام شد ساقی نامہ

مثنوی دیگر

ای جھوٹھہ آج شہر مین تیرا ہی دور ہے
شیوہ یہی سبھونکا یہی سب کا طور ہے

ای جھوٹھہ تو شعار ہوا ساری خلق کا
کیا شہ کا کیا وزیر کا کیا اہل دلق کا

ای جھوٹھہ تجھسے ایک خرابی ہین شہر ہے
ای جھوٹھہ تو غضب ہی قیامت ہی قہر ہے

ای جھوٹھہ رفتہ رفتہ ترا ہو گیا رواج
تیری متاع باب ہی ہر چار سو مین آج

ای جھوٹھہ کیا کہون کہ بلا زیر سر ہی تو
ای جھوٹھہ سچ یہ ہے کہ عجب فتنہ گر ہی تو

٥٨٣

مشکل حصول کام ہے یان حاصل کلام
ای جہوٹہہ دل مرا ابہی بہت دردناک ہی
یک فرد دستخطی تہی میری ایک شخص پاس
تہا مین فقیر پر نہ گیا شاہ کے حضور
آداب سلطنت سی نہین مجکو رابطہ
مرزائی مجہسے کہنچتے نہین ہر عزیز کی
صحبت خدا ہی جانی پڑے کیسے اتفاق
مین مضطرب گہر اوسکے گیا اوٹہکی پانچ بار
تقصیر میری اسمین نکرتی گا کچہہ خیال
لیکن یہ حرف اس ہی سیہ روکا رکہیئے یاد
بہتیری ایسی فردین یہ رکہتے ہین جیب میرے
دکہلاونگا چلا ہون سوال آپ کا لیئے
بولا نہو گا سعی مین اوسکے ہر کچہہ قصور
ایک آدہ ایسی بات بنا کر کہسک گیا
یہ عرضیان حضور کو پہونچین ہین صبح شام

باتون ہی باتون کام ہوا خلق کا تمام
ان کاذبون سے صبح نمط جیب چاک ہے
دیکہا جو خوب اوسکو تو مطلق نہین ہے نام
اتنے لیے کہ رتبہ عزت مرا ہے دور
حرکت نہو تی مجہسے کوئی غیر ضابطہ
پہر شعر و شاعری بہی نہین ہے تمیز کی
کیا بات آدمی بیچ مین بیرنگی ہے شاق
کہنے لگا زبان سے یہ ہوتی ہی وہ دو چار
صاحب کہین خموشی کرو مین یہ کیا مجال
انداز سے یہ لوگ سخن کرتے ہین یاد
رکہتے ہین یو نہین لوگونکو برسون فریب مین
مین نے کہا فقیر کہو کس طرح جیے
پہر دیکہیے کہ بر دیسی ہوتا ہے کیا ظہور
دل اس خبر کے سننے سی میرا دہڑک گیا
دستخط جو ہو کے آئی کوئی سوا سی کے نام

بیچ مین ہوتی کچہہ اگر اسباب | منہ اوٹھانی کی جی مین ہوتی تاب

سو تو کمتل نہ ٹہونہ کوئی | سایہ گستر نہ ابر بن کوئی

ابر ہی بیکسی پہ روتا تھا | ابر ہی سر کا سایہ ہوتا تھا

کیچ پانی مین کپڑے خوار ہوئے | وو ہین گاڑی مین جا سوار ہوئے

رہروی کا کیا جو ہم نے میل | بہنیس جہلی کی تہی بہل کر بیل

آسمان آب سب زمین سب کیچ | خاک ہے ایسی زندگی کے بیچ

شب کے دریا پہ ہوکے راہ پڑی | پانی کے سطح پر نگاہ پڑی

بجی لطمی کا کیا کہون مین اوج | باتین کرتی ہے آسمان سے موج

دامن ابر پاٹ دریا کا | وہی گرہ تو کہے کہ باندہا تھا

ہوش جاتا تہا دیکہہ جوش آب | گوش کرتا تہا کر خروش آب

آب تہ دار اور تیرہ بہت | لہر اوٹہتی جو تہی سو خیرہ بہت

پانی پانی تہا شور سے طوفان | دیکہہ دریا کو سوکہتے تہی جان

ہمرہ موج سینکڑون گرداب | ساتھہ تہے صدتری کی چشم حباب

ناؤ مین پاؤن ہمنے بارے رکہا | خوف کو جان کے کنارے رکہا

خبر رو مد سب حواس کھوتا تہا | خضر کا رنگ سبز ہوتا تہا

تگ و دو ہر طرف لگے کرنے ‏ تسپہ پڑتی تھی مینہہ کے بہرتے

کوئی میدان مین کوئی چہپر مین ‏ کوئی در مین کوئی کسو گہر مین

گہر ملا صاحبون کو ایسا تنگ ‏ جس سے بیت الخلا کو آوے ننگ

بیٹہنے دین نہ جب کہ صاحب کو ‏ کون پوچہے نفر مصاحب کو

ڈہونڈہتے ڈہونڈہتے سرا پائی ‏ ویسے گہر چہوٹے ویسی جا پائی

رہنا بہٹہیاری کے غنیمت جان ‏ جو کہا اون نے ہم گئے سب مان

کچہہ پکانے کا جب سوال کیا ‏ مین نے اظہار اپنا حال کیا

یان جو لائے ہین مجہکو اپنے ساتہہ ‏ رنڈگانی مری ہے اونکے ہاتہہ

بہوکہے ہے اونکے روبرو سو طعام ‏ صبح کا صبح مجہکو شام کا شام

اور پکوائے تو زاید ہو ‏ خانے سے اپنے اور عاید ہو

جو کچہہ آیا سو کہا لیا مین نے ‏ کچہہ رہا سو اوٹہا دیا مین نے

سنکے اک دلسے کہینچی ان نے آہ ‏ اور بولے کہ واہ صاحب واہ

ہم تو جانا تہا آدمی ہو بڑے ‏ چار پانچ آدمی ہین پاس کہڑے

کچہہ یہ کہاوینگے کچہہ کہلاوینگے ‏ ہم کچہہ انکے سبب سے پاوینگے

سو تو نکلے ہو گور سے بالم تم ‏ ہو گدا جیسے شاہ عالم تم

جیسے مالون تھے وہین رہتے — اونسے کچھ کچھ لگا ہو نہین کہتے

کیا نفاست مزاج کی کہیے — ستھرے اتنے کہ دیکھ ہی رہیے

خال جون پھول گل کترتے ہین — یا کہ نقشون مین رنگ بھرتے ہین

جو سے چڑیا پہ ان ذکب کی نظر — نہ کا زمانہ فرض تھا اسپر

خو تھی یہی تو تھی بہن اسکی — نسبت اسکی تھی وہ بہت گھسکی

پاوے جو کچھ سو مار کھاوے ہے — ایک کیا چار چار کھاوے ہے

جانور مارنا تو ہے یک سو — تیسر نچہ کیا نہ ان سے کبھو

یہ نزاکت اسی کو بن آوے — موش و شتے کو دیکھ ڈر جاوے

ان ذ مارے ہین ایسی کتنی ڈھونس — گھونس دیکھی تو ہو وے کوئی گھونس

یہ چھچھوندر کے بو سے بھاگی — وہ پڑی سوتی بھی ہو تو جاگی

چھپکلی سے یہ پھیر منہ کو لے — وہ جفاکار جیفہ پہ جی دے

یہ پری سی تھی جو خرام کرے — وہ جو اوسپے چلے تو دھوم دھام کرے

کہاں اسکی خرام کے عاشق — جانور اسکے نام کے عاشق

غرض افسوس کی جگہہ بلی — اب کہان گو کہ چاہیے دلّی

ایسی بیگم مزاج سے بے کہو — بیگم آباد ہم سے گئے یارو

۵۸۷

کار پردازون کو تقید ہے — شور ہے گالی ہے تشدد ہے

وے بچارے بہانے کرتے ہین — راتدن لوگ چوکی پہرتے ہین

کہتے ان سے تو یہ ملے ہے جواب — کسکے گہر سے بناوین لاکے شتاب

ہمکو کہانے ہی کا تردد ہے — صبح بقال کا تشدد ہے

بنیا منہ کو چہپائے جاتا ہے — روٹی کا فکر کہائے جاتا ہے

حال کب پوچہنے کے ہی قابل — ہم فقیرون کے رنگ ہین سایل

سوجہین ہین جب تو جہول جاتی ہین — بات کہتے ہین بہول جاتے ہین

تمکو دیوانا کہے ہینگے یاد — ہمکو کرنا نہین خدا آزاد

کسکو سوسین کہان سی کچہہ لاوین — دال آٹا جو تمکو پہونچاوین

تم کہو دال ماش کی ہے زبون — یان بہم پہونچی ہے جگر ہی خون

تم کہو آٹا کسکسا کہایا — یان کلیجا پسا تو ہاتہہ آیا

اور دو چار روز یہ بہی ہے — ایک غم سینہ سوز یہ بہی ہے

فصل ہونے ابہی نہین پائی — پیشگی سب سی قرض لی کہائی

جس سے جوٹہی ہوئی ہین ہم دربار — چوٹاوہ کہے ہے ساہوکار

ماش کی دال کا نگر یے گلا — گوشت یان ہی کبہو کسو کو ملا

کوئی گھورا کرے کوئی بھونکے
سانجھہ ہوتے قیامت آئی ایک
گلہ گلہ گھر ومین پھرنے لگے
ایک نے اُنکے دیگچے چاٹا
ایک نے دوڑ کر دیا پھوڑا
گھورنے ایک لگا اندھیرا کر
گھر مین چھینکے اگرتے توڑ دیے
لوگ سوتے ہین کتّے پھرتے ہین
جب کہ ہڈی یہ چار چار لڑین
ایک کے پیچھے ایک روز و شب
کتے ہی وان دو چار رہتے ہین
جاگتے ہو تو دو بدو ستے +
سر پہ دربان کے بلا ہی رہے
منہ مین کف دور دور کرتی سے
تو کے سنکے دہ گلا پھاٹا

خفتہ خفتہ ہے شور سے بو سنکے
شور عف عف سے آفت آئی ایک
رُوئی ٹکڑے کی بو پہ گرنے لگے
ایک آیا سو کھا گیا آٹا
پھر پیا آکے تیل اگر چھوڑا
ایک نے اور ایک پھیرا کر
ہانڈی باسن گرا کے پھوڑ دیے
لڑتے ہین دوڑتے ہین گرتی ہین
گوشت پر بھیڑیے سے دوڑ پڑین
لینڈ سے وان نہ بندہ رہتی ہے کب
دو گئے ہے تو چار رہتے ہین
سو کہا او ٹھو تو رو بر و ستے
کتا ایک آدہ گھر مین جا ہی رہے
حال بحال شور کرنے سے
با وسلے کتے نے اسے کاٹا

چار روالون کے واسطے جی دینا
اس سے آگے بڑہے تو ہینور سے تہے
اور آگے گئے تو بہتا بازار
ایک کے پاس دال کچہہ آٹا
ایا کچہہ سا نوان اور تہوڑی سی چنے
چوتہا باقی رہا سو تہا انکال
اسکا عامل کے یان اوٹہا ناپا
ایک کنبے چار گٹھے پیاز
کیا کہون مرچ تہے نہ اور کرتے
ایک دوکان تہے پسارہ ہے
اس سے جاکر جو مانگئے ہلدی
دیکہہ کر کچہہ کہو وہ یہ کہے
یان جو کچہہ ہے جلد سو دیتا ہون
مانگو ابھی جو مرچ یا دہنیا
انمیں دو دانے اور سب کنکر

جان کہا جائیں کچہہ نہ جب تا سیریں
او جڑے بچڑے انہونکی کچہہ گہر تہے
اسمین بنیونکی تہین دکانین چار
لبتسکو ہے بکہیوان نے تہا چاٹا
جہبڑون مین خاک دہول اٹا کئے
نام کو کہتے ہے است لقال
انے جیسا کیا تہا سو پایا
لبیر اسکو ہزار نخرہ و ناز
اس چہند رہ مین کچہہ ہے بسر کرے
انے ہم لوگون ہتے ہے یارسی کے
زر و مٹی کو باندہ دے جلدی
بس تم اس بستی مین میان جی زر
مین ہی پیسے اگا سلے لیتا ہون
ذیوڑے بچہا دہی تماہ دہنیا
دیسے کا غذ مین ہاتہ لبتا کر

۵۹۰

دونون کا اک جدا ہی تہا مذہب | یہہ سکے روز روزہ رکہے شب بے
آئے پاس اس گھڑی کی آئی جہبل | اُلٹے تہے ہرساتہ مین طرقیا و سبیل
ابر برابر ہر اوتر کے پانی جہاڑ | تہرتے پہر ہو ٹمک بہی ہووے چڑہاؤ
اس سے ورا نکی ہوا ہبت مرطوب | ہووے نزلہ زکام سب بے اسلوب
کتنے روز ودان مین ہوتی ہی کہا سنی | اثنا جیسے گلے مین ڈین پہانسی
پہر وہ ذرجہ ہے جسمین ہوکے دق | یہہ کوئی ایک نکلے ثالث شق
بڑی ہی آفت خطر تہا سکہون کا | کیون کہ وہ ملک گہر تہا سکہون کا
اسمین آجائے تو قیامت تہی | مال وجان غرض سب کے رخصت تہی
نہ کوئی دادرس نہ وقت داد | مفت ہی ہم گئے تہے سب برباد
کیا کہون ہب چرخ کج نے پیدا کیا تھا | پر خدا کچہہ ہمارا سعید تہا
جتنے قدرت نمائی کی اپنی | اس بلا سے رہائی کی اپنی
بس قلم ہے حریہ تیز بے تند | شور سے تو پڑا جہان مین ڈند
بد زبانے کا مجھکو کب ہے دماغ | ایسی باتونسے مین کیا ہے فراغ
ہو چکی صاحبو جمی فرمایش | چپ رہ اب ہے زمان آسایش

مثنوی دیگر

مثنوی دیگر

جب وہ چہوٹے شور و ہنگامے ہین ‌ ‌ اتبو چہوٹا اتبو چہوٹا سب کہین

چہوٹتا ہے گر پڑے کوئی بجوگ ‌ ‌ بندرون سے ناچتے پہرتے ہین لوگ

ہوتی ہین اس جنس مین سبہی ذی خرد ‌ ‌ آدم و حیوان مین یہ برزخ ہین بد

طرز ہے یہ بات اگرچہ ہے کہی ‌ ‌ جو کرے انسان تو بوزنہ بہی

لیکن اس جا گہہ تو صادق ہے یہ قول ‌ ‌ سارے اسکے آدمی کے سے ہین ول

ہے تماشا آئینہ کے روبرو ‌ ‌ عکس سے اپنے اسے ہے گفتگو

دیکہنا جہک جہک کے اسکا ہونٹ ضبط ‌ ‌ آرسی بندر کا مشہور ربط

گاہ بوسہ گاہ عشوہ بولنا ‌ ‌ گاہ آنکہین موندنا گہہ کہولنا

آگے تہا اک بوزنہ شطرنج باز ‌ ‌ چال سے اسکے نکلتا امتیاز

کہنہ قرآدون سے ہمکو یاد ہے ‌ ‌ یہہ لسے فتان کا داماد ہے

جان دین بندر اگر دیکہین سپنے ‌ ‌ رہتے ہین چانول پڑے اسکی کنے

آنکہہ کب دوڑی ہے اسکی ہر طرف ‌ ‌ ہے یہ اپنے نوع کا فخر و شرف

الغرض منوا عبارت جانسے ہے ‌ ‌ نام اس دلکش کا منوا النسہ ہے

خوش ہے منوا تو خوش احوال میر ‌ ‌ ورنہ آدم ہے جوانی مین ہے پیر

دہر مین یارب نہ یہ محزون ہے ‌ ‌ جسکا منوا ہے اوسے میمون ہے

متصل ایسا ہوا جو اتفاق
مرگ ان بچون کی گذری سب پہ شاق

حفظ اسکے کو کہہ کا لازم ہوا
جہاڑے پہونچنے کا ہر اک عازم ہوا

نذرین مانین نقش لائے ڈہونڈہ کر
نیل کے ڈورے وہین باندہے بٹ کر

چہیچڑون پر بعضون نے افسون لکہے
بعضون نے تعویذ لیکر خون سے لکہے

بے بلائی سے بت کی التجا
گربۂ محراب سے چاہی دعا

گوشت کے چیلون کو بہیکی بوٹیان
ماش کی موٹی پکائین روٹیان

لڑکیان ٹہلائیان کہائون تلے
اوس طرح جون دبلی بلی کم ہلے

دیتے ٹکرا منہ کو ہر اک کہوتے
اور بوڑہی بلیونکی بوسے لیتے

صدقے اترے چہیچڑے جو ہر روز
گربۂ لاوہ نے کہائے ہو کی سیر

کہین مناجاتین دل شب لا لقد
گربۂ زاہد سے بہی چاہی مدد

بوہریرہ کے تئین مانا بہت
بلیون کو بہی دیا کہانا بہت

مچ جس بلی کی کرتا تہا عبید
تہی دعاگوئی مین وہ بہی مکر و شید

خواجہ عصمت کرتے تہے طاعت جہان
ایک بلی بیٹہی تہی آکر وہان

صبحدم ہوتی وے سرگرم سجود
کہہ قیام اسکے تئین تہا کہہ قعود

چاہیے ہمت اٹہی اٹہ سے ہر سحر
کچہہ تو باطن نے کیا اسکے اثر

سب سے آگے آن پہنچے در تلک
آنکہ سے معلوم ہو مشتاق ہے
بلیان ہوتی ہین اچھی ہر کہین
گرورہ بانذ ہو تو چہرہ حور کا
گرم شوخی ہو اگر یہہ مثل برق
یا پری اس پردے مین ہے جلوہ گر
کیسی ہے بلے ولایت کی ہے زور
ربط ہے اپنے ہی جن کو اسکے ساتہہ
اکدن جا کر کہین تک سو گئی
بلی کا ہونا نہین اسلوب یہہ
دیکہے جسدم یک وزرا کوئی اسکو گور
حسن کیا کیا مانی کے کریے بیان
خوبی ہی کی نہ کوئی کہہ سکے
داغ گلذاری سے اسکی تازہ باغ
کیا دماغ اعلے طبیعت کیا نفیس

دیکہے میرے پانو سے لی یہ تلک
بلی یا اعجوبۂ آفاق ہے
یہہ تماشا ساہے بلے تم نہین
چاندنی مین ہو تو لکا نور کا
بجلی مین اس مین کچہہ کر سکئے فرق
اوٹہتی اودہر سے نہین ہرگز نظر
خوب دیکہو تو ہے اسکے حد حور
بیٹہے ہی تو بیٹہہ پر میرا ٹہے ہاتہہ
مانی مانی سارے گہر مین ہو گئی
ہے کبودی چشم یک محبوب یہہ
چشم شور آفتاب اسدم ہو کور
ہو جہان جبتک یہ ہووے رہینان
دیکہے اسکو تو نہ اس بن رہ سکے
اس زمان تیرہ کی چشم و چراغ
کیا مصاحب بے بدل ایسے جلیس

چار دیواری سو جگہ سے نم
تر تنک ہو تو سو کہتے ہیں سم

لونی لگ لگ کے جھڑتی ہے مٹی
آہ کیا عمر بے مزہ کاٹی

کیا تھے مینہ سقف چھلنی تمام
چھت سے آنکھیں لگی رہیں ہیں مدام

اس چکپش کا علاج کیا کریے
راکھ سے کب تلک گڑھے بھریے

جا نہیں بیٹھنے کو مینہ کے بیچ
ہے چکپش سے تمام ایوان کیچ

آنکھیں بھر لاکے یہ کہیں ہیں سب
کیونکے پروار ہے گا یا رب

جھاڑ باندھا ہے مینہ نے دن رات
گھر کی دیواریں ہیں گے جیسے پات

باد میں کانپتے ہیں جو تھر تھر
آنپہ رہ دار کے کوئی کیونکر

کیچ لے لے کے مارے ہو پاٹے
چھوپنا لگا ہے کاہے تھوپا ہے

ٹکو پھر پرچتے بھی ہیں نہیں
ٹوٹا اک بوریا سا ڈالو کہیں

ڈھانکو دیوار یا اٹھا رکھو
یا ہمارے لئے بچھا رکھو

ایک حجرہ جو گھر میں ہے واثق
سو شکستہ تر از دل عاشق

کہیں سوراخ ہے کہیں ہے چاک
کہیں جھڑ جھڑ کو ڈھیر سے ہیں خاک

کہیں گھوسوں نے کھود ڈالا ہے
کہیں چوہے نے سر نکالا ہے

کہیں گھر ہے کسو چھچھوندر کا
شور ہر کونے میں ہے مچھر کا

کنگنی دیوار کی نپٹ ہے جیال
تو تا مینا تو ایک بابت ہے
کیونکے ساون جھٹے گا ابکی بار
ہوگیا ہے جو اتفاق ایسا
ہوگے مضطر لگے ہین کہنے سب
ٹیتری یان جو کوئی آتی ہے
نہین دیوار کا یہ اچھا ڈہنگ
ایک دن ایک کوّا آ بیٹھا
چہیل سے لوگ دوڑے کرتی شور
ہو نہ ایسا کہ اپنی چال چلے
نہین وہ زاغ چار پانو پہرا
مٹی اسکے کہین کہین بسکی
سان کر خاک لگ گئے دو چار
اچھے ہونگے کنڈر بہی اس گھر کے
اکھڑے پکھڑے کو اڑ ٹوٹی وصید

پرکھڑے کا بوجھ بہی سکے وسنبھال
پودنا پہدکی. تو قیامت ہے
تہرتہرا رہے ہیں یہی سے دیوار
شاق گذری ہے کیا کہون کیسا
اور تھتبہیری کہ ساونون آیا اب
سجان محزون نکل ہی جاتی ہے
کہین کہسکے تو ہے قیامت جنگ
بیگمان جیسے بوّا آ بیٹھا
کہ نہ حایط مین کچھ رہا تھا زور
دوڑے اور چیلے کہ ہال ہال چلے
ایک کالا پہاڑ آن گرا
جے ونا اور چھاتے بے وہلی
بار ہے جلد ہی درست کی دیوار
بہرے ہے یک خرابی گھر در سے
زلف زنجیر ایک کہنہ جدید

تنگی جاندار ہین جو بیش و کم | تن پہ چڑیون کے جنگ ہر باہم
ایک کہینچے ہے چونچ سے کرزور | ایک لگڑی پہ کررہی ہے شور
پوچہہ مت زندگانی کیسی ہے | ایسے چہپر کی ایسی تیسی ہے
کیا کہون جو جفا چکش سے سہی | چارپائی ہمیشہ سر پہ رہی
بوریا پہیل کر بچہا نہ کبہو | کونے ہی مین کہڑا رہا یکسو
ڈیوڑہی کی ہے یہ خوبی گہر ایسا | چہپر اس چوچلے کا گہر ایسا
جنس اعلے کوئی کہٹولا کہاٹ | پائے پٹی رہے ہین جنکے پہاٹ
کہٹملون سے سیاہ ہے سو بہی | چین پڑتا نہین ہے شمکو بہی
شب بچہونا جو مین بچہاتا ہون | سر پہ روز سیاہ لاتا ہون
کیڑا ایک ایک پہر بکوڑا ہے | سانجہہ سے کہانے ہی کو دوڑتا ہے
ایک چٹکی مین ایک چہنگلی پر | ایک انگوٹہا دکہاوے انگلی پر
گرچہ بہتون کو مین مسل مارا | پر مجہے کہٹملون نے مل مارا
ملتے راتون کو گہس گئین پورین | ناخنون کی ہین لال سب پورین
ہاتہہ تکئے پہ گہہ بچہونے پر | کبہو چادر کی کونے کونے پر
سلسلا یا جو پائنتی کے اور | وہین مسلا کرا ایڑیون کا زور

مثنوی مسمی بمعاملات عشق

مین تو حیران کار تھا اپنا
کوئی اسدم نہ یار تھا اپنا

اینٹ پتھر تے مٹی تھی یکسر
خاک مین مل گیا تھا گہر کا گہر

چرخ کی کجروی نے پیسا تھا
پر خدا میرا مجھسے سیدہا تھا

کتنے اک لوگ اسطرف دہائے
یا ملک آسمان سے آئے

مٹی لے لے گئے دو ہاتھو نہین
کام نے شکل پکڑی یا تو نہین

صورت اوس لڑکے کی نظر آئی
ہم جو مردے تھے جان سی پائی

آنکھہ کہولے ادہر اودہر دیکھا
اس خرابے کو پہر نظر دیکھا

قدرت حق دکھائی دی آکر
یعنی نکلا درست وہ گوہر

داشت کی کوٹھری مین لا رکھا
گہر کا غم طاق پر اوٹھا رکھا

مومیائی کھلائی کچھہ ہلدی
فرصت اسکو خدا نے دی جلدی

حکم ہوا اسنکے دوستدارون کو
پہر نہ ہا یہ خیال یارون کو

کہ رہی بود و باش یان نہ ہے
گو تصرف مین یہ مکان نہ ہے

شہر مین جا بہم نہ پہونچے کہین
چار ناچار پہر رہا مین وہین

اب وہی گہر ہے بے سرو سایہ
اور مین ہون وہی فرومایہ

دن کو ہے دہوپ رات کو ہے اوس
خواب راحت ہے یان سی سو کوس

قیس کیا رنج کھینچ کھینچ موا
عشق نے چھاتیان جلائین ہین
عشق مین ایک جی کو کھو بیٹھے
ایکون کا جیب تا بدامن چاک
شان ارفع ہے جنکی خوار ہین یان

سر پہ فرہاد کے سنا جو ہوا
آگین کس کس جگہہ لگائین ہین
ایک آنکھونکو رو کے رو بیٹھے
ایک ڈالے ہے سر کے اوپر خاک
عقل والے جنون شعار ہین یان

خستۂ عشق کچھہ نہ میر ہوئے
بادشا عشق مین فقیر ہوئے

کوئی دل تنگ ہے کوئی مین گرا
جب تلک ہوا تھا اس سے داغ
عشق کی فاختہ کشمکش ہے
عشق باعث ہوا وطن چھوٹے
مایۂ درد و رنج سب ہے عشق
ٹپکے دل جگر مین آخر چھید
اپنی تیغ ستم جو اینچے عشق
عشق سے قمری ہم حریف سرو

کوئی ڈوبا کوئی گیا نہ پھرا
تب دیا جیکو ان نے بیش چراغ
عشق سے عندلیب ولکش ہے
مرغ پکڑے گئے چمن چھوٹے
متصل رونے کا سبب ہے عشق
کچھہ نہ پایا کنھون نے عشق کا بھید
جامی بھتون کی خون نین کھینچے عشق
ہے سے آنکھین لڑا رہا ہے تذرو

[illegible]

قصہ میرا بھی سا سنو ہو عجب	کس پہ گزرا ہے یہ ستم یہ غضب

معاملہ اول

ایک صاحب سے جی لگا میرا	اونکے عشووں نے دل ٹھگا میرا
ابتدا مین تو یہ رہی صحبت	نام سے انکے تھی مجھے الفت
خوبی انکی جو سب کہا کرتے	گوش میرے ادہر رہا کرتے
بخت برگشتہ پہر جو یار ہوئے	اک طرح مجھسے وے دوچار ہوئے
کیا کہون طرز دیکھنے کے آہ	دل جگر سے گزر گئی وہ نگاہ
چپکے منہ اون کا دیکھ رہتا مین	جی مین کیا کیا یہ کچھ نہ کہتا مین
وے تو ہر چند اپنے طور رکہتے	پر تصرف مین ایک اور رکہے تہے
کرتے ظاہر مین احتیاط بہت	مجھسے بہی رکہتے اختلاط بہت
بات کی طرز میری ہی بہاتی	میری آزردگی نہ خوش آتی
پیار چتیون سے پہر نکلنے لگا	دیکھنا دلکو میرے ملنے لگا
کہین دیکہون تو بات دیر کہین	بیدماغ اور بہ بیگمان رہین
کچھ آزار مجھکو دینے لگے	قسم اقسام سے مجھے ملنے لگے
مین جو کہتا قسم تو ہو برہم	کہنے لگتے کہ کیا گدا کی قسم

معاملہ دوم

ایک مدت تلک یہ صحبت تہی
کبہو الفت کبہو نہ الفت تہی
رفتہ رفتہ سلوکی پیش آیا
ہاتہ سے پانون کو اپنے لگوایا
گاہ بیگاہ پانون پہیلا دے
میری آنکہون سے تلوے ملوا دے
چلکر آتے تہے جب کبہو ایدہر
پانون رکہتے تہے میری آنکہون پر

اوسکی زلفون مین دل گئے نہ بہرے — رہے سنبل کے پیچ پاچ دہرے
اوس جبین سے ہر دلکی کب جاوے — صبح صادق کی دعوی ہی کاذب
ویسی بہوئین کشیدہ بہی ہین کہین — یہ کمانین کسو سے کہنچے نہین
بہری پلکون کی اور سب کی نگاہ — چشم پر میری تیری چشم سیاہ
کہون چتون کی دیکہنے کا طور — اس قیامت پہ وہ قیامت اور
سطح رخسار آئینے سے صاف — جو نہ ٹہہرے نگہہ تو رکئے معاف
لطف بینی کا فہم ہے دشوار — ایک باریک بینی ہے درکار
کیا جہکتا ہے ہاے رنگ قبول — جیسے نکہرا گلاب کا سا پہول
ہے دہن تنگی سے سخن کوتاہ — کچہہ نکلتی نہین سخن کی راہ
اوس سے گل کیا چنے کوئی ہمدم — غنچۂ ناشگفتہ سے بہی کم
برگ گل سے زبان ہی نازک تر — پہول جہڑتے ہین بات بات اوپر
کیا کہون کم ہین ایسے شیرین گو — وہ زبان کاش میرے منہ مین ہو
دمبدم سوے گوش اشارۂ صبح — گوہر گوش یا ستارۂ صبح
جب بناگوش ان نے دکہلایا — صبح کا سا سمان نظر آیا
ان لبون کا مزا لیا سو بہانت — قسکے اوپر ہمارا بہی ہے دانت

ہاے اوس سے خدا جدا نکرے | دور اس سے جیون خدا نکرے
یون نہین سرخ اسکی ہر انگشت | ڈوبے ہین میرے خون مین یکمشت
وہ کف دست راحت جان ہے | کاش سینے پہ رکہدے غم یان ہے
کیا بیان خوبی شکم کو کرے | دیکھنے سے کبھو نہ پیٹ بہرے
صدر کے ناچیے سے تا ناف | چپکی جاگہہ ہے کیونکہ کہیے صاف
اس سے پہر آگے غنچۂ گل ہے | یان سخن بابت تامل ہے
پردے مین بہی جو کچھہ کہا جاوے | آپ سے تو نہ ٹک رہا جاوے
گئی نظرون سے وہ کمر باریک | ہو نہ آنکھون مین کیون جہان تاریک
اور کیا دل نہ دیکھو بات آوے | کہین یارب شتاب ہات آوے
نازکی اس میان کی کیا کہیے | نہ بچے تو ہاتہون مین لیے رہیے
ٹک اگر لچکے تو قیامت ہے | پہر قیامت تلک ندامت ہے
کیون پڑی ران پر نظر تا ساق | اوس بن اب زندگی ہوئی ہے شاق
پاے جانان سے گفتگو ہی اب | خاک مین ملنے کا یہی ہے ڈہب
وہ قدم کاش فرق سر پر ہو | ساق سیمین مرے کمر پہ ہو
وہ کف پا قریب ہو میرے | ٹھوکر اوسکی نصیب ہو میرے

ایک دن فرش پر تھا میرا ہاتھ	باتین کرتے تھے وے بھی میرے ساتھ
پانون سے ایک انگلی مل ڈالی	لطف سے درد وہ نہ تھا خالی
درد سے کی جو مین نے بیتابی	دست نازک سے دیر تک دابی
یاد آتے ہین ایسے لطف جواب	گذرے ہے جان غم زدہ پہ غضب
تن بدن دیکھہ جی نہ رہتا تھا	مین جو گستاخ ہوکے کہتا تھا
کہ یہ جاگہہ تم اس فقیر کو دو	متبسم ہوکے کہتے وے یہ لو
یہ بھی کیا کیا خیال رکھتے ہین	آرزوے محال رکھتے ہین
پھر گھڑی بھر مین کہتے ہو نہ ملول	یارکھانی کی باتین سب ہین فضول
جب سلوک ان کا یاد آتا ہے	کیا کہون جی سے بھول جاتا ہے

معاملہ چہارم

ایک دن پان وے چباتے تھے	سرخ لب اوننے مجھکو بھاتے تھے
کہہ اوٹھا مین کہ یہ اوگال مجھے	منہ سے دو تو کرو نہال مجھے
بولے یونہین ہے مین کہاہان سچ	جھوٹا کھاتے ہین میٹھے کر لالچ
ہنسکے او سوقت مجھکو ٹال دیا	پھر اسی رنگ سے اوگال دیا
ایسی صدرنگ مہربانی سے تھے	تب سیہ رو کی زندگانی تھی

صورت اونکی خیال مین ہردم
خواب مین جو ہون وہ مژہ باہم

مین تو بستر پہ دل شکستہ اداس
چاند سا منہ انہون کا تکیے پاس

مین بچھونے پہ بیخود و بیخواب
ایک پیکر پری کا سا ہمخواب

فرش پر پانو یہ غبار آلود
انہین وے دونون پانگار آلود

مین تو افتادہ چو عجب ز و نیاز
بازو میر کسو کی بالش ناز

جلتی آنکھون سے لئے گل رخسار
جسپہ کچھ بکھرے موے عنبربار

پاس منہ کے وہی لال تر نازک
دست گستاخ پر کمر نازک

فرش اس گلبدن سے سب بو یا
پہول مین نے بچھائے تہے گویا

شب گئے صورت خیالی سے
دن کو ہون مین شکستہ حالی سے

گرچہ روزانہ بہی تصور تہا
لیکن اندوہ سے مکدر تہا

کہین تصویر سے نظر آئی
کہین منہ پہیر جیسے شرمائی

کبہی دل ان کے رو دمو مین رہے
کبہی ملنے کی آرزو مین رہے

صورت حال اور کچہ ہر دم
گاہ لب خشک گاہ مژگان نم

مین بہی مقدور تک وفا کی ہے
جان غمناک پر جفا کی ہے

برسون تک مین پہرا ہون سرگردان
روز و شب دونو تہے مجھے یکسان

جو پڑہے گا سنگ نامہ بیان	ہوگی ساری حقیقت اسپہ عیان
بیان نہ تفصیل کرنے کا تہا مقام	کہ محبت سی بیان سے بحرف کلام

معاملہ ہفتم

بارے کچہ بڑہ گیا ہمارا ربط	ہو سکا پہر نہ دو طرف سے ضبط
تب ہوا بیچ سے یہ رفع حجاب	جب بدن مین رہی نہ مطلق تاب
ایک دن ہم وے متصل بیٹھے	اپنے دل خواہ دونون مل بیٹھے
شوق کا سب کہا قبول ہوا	یعنی مقصود دل حصول ہوا
واسطے جسکے تہا مین آوارہ	ہاتہہ آئی مرے وہ مہ پارہ
گہہ گئے دست وے ہم آغوشی	ہمسری ہمکناری ہمدوشی
چند روز اسطرح رہی صحبت	پیار اخلاص رابطہ الفت
کچہ کہون جو انہون کی ہو تقصیر	نارسائی تہی طالعون کی [illegible]
ہو گئے بخت اسنے برگشتہ	پہر کیا آسمان نے سرگشتہ
بات ایسی ہے اتفاق پڑے	گہ ہوئی سر پہ فرقت آن کہڑی
لگی کہنے کہ مصلحت ہے یہہ	کتنے روز ون جدا تو مجہسے رہ
یون ہی آتا ہے عشق سے درپیش	کہ نشان یاہون الفت کیش

لطف سبزہ دل حال پر ہر آن	تازہ ہر دم مروت و احسان
لب سے جان بخش حرف سحر نمجو	لطف سے پوچہتا کہ خوش ہی تو
یاد کر روون اونکی کونسی بات	کسطرح کاٹون ہجر کی اوقات
ملنا اون سے بہی ہو گئے غم بہی	آئے جیتیون مین جانے ہم بہی
مدت ہجر اگر تمام ہوئی	ورنہ اپنی تو صبح شام ہوئی

تمام شد مسمی بہ معاملات

مثنویات اژدر نامہ

یہ موذی کئے تاجر دار فن	نئی ناگنین جنکی ڈسکون پہ پہن
نہین جانتی ہو نہین مار سیاہ	زمانہ ہے آتش کا میری نگاہ
نفس ہے مرا افعی پیچدار	گیا جس سے خصم قوی من کو مار
جدہر بہر نظر دیکہون لگجائے آگ	دم دم کشی لب پہ کہیلین ہین ناگ
جہان مین ہون وہ جاہی پر شر و شور	عصا سے چلے راہ وان مار مور
مری آنکہ سے زہر ٹپکا کیا	جلا آگے میرے کبہو کب دیا
سُن اس ماجرے کو سبہون نے کہا	کہان کنکہجورے یہ کہان اژدہا
یہ خصمی مری اژدہون سے ہی ہوئی	طرف مجہسے ہو جونک کیا ادہموئی

پهونچتا تها گردون تلک شور و شر ‏ ‏ ‏ هوا صاف هوتے نه دود و پهسر

رہا کرتی کوسون تلک اوسکی دهوم ‏ ‏ ‏ نه اوس راه آتا کوئی جز سموم

هوئے ساکنان بیابان تنگ ‏ ‏ ‏ اوٹهے کوه و وادی سے شیر و پلنگ

گئے جان لے کے وحوش و طیور ‏ ‏ ‏ کوئی ره گیا موش و مینڈهک سا ور

گئی لومڑی ایک سوکهی هوئی ‏ ‏ ‏ کسو اور جنگل مین بهوکهو هوئے

گلی مین چوپائے کهیلے اوسکے سب ‏ ‏ ‏ هوئی وان کی اعیان گرم غضب

خرامین و خرموش و موش و شغال ‏ ‏ ‏ اوس اژدر کو کر جنس اپنی خیال

روان ساتهه اوسکے شتابانه هوئے ‏ ‏ ‏ گئی گرگٹ آگے روانه هوئے

رعونت سے مینڈک او چهلتے چلے ‏ ‏ ‏ بلون مین سے چوهے نکلتے چلے

قریب اوس بیابان کے جب دم گئے ‏ ‏ ‏ اونهون مین سے آگے بہت کم گئے

قضارا وه آفت تهی سرگرم سیر ‏ ‏ ‏ چلے آتے تهے بهاگتے وحش و طیر

اوس آشوب سے دست و پا گم کیے ‏ ‏ ‏ فراموش سب نے سر و دم کیے

لڑا اژدر کے خرموش سا پہلوان ‏ ‏ ‏ هوا مضطرب بچهو سا جوان

وه گرگٹ که جسکو تهی گردن کشی ‏ ‏ ‏ هوئی خوف سے اوسپه طاری غشی

قدم عنوک سے گرد کا جل گیا ‏ ‏ ‏ پهرو سا تها گیدڑ ره سو ٹل گیا

مثنوی مسمی بتنبیہ الجہال

صحبتین جب تھین تو یہ فن شریف | کسب کرتی جنکی طبعین تھین لطیف

تے ممیز درمیان انصاف تھا | خار وخس سے کیا یہ عرصہ صاف تھا

دخل اس فن مین تھا اجلاف کو | کیا بتاتی تے یہی سو اشراف کو

تے جو اس ایام مین استاد فن | ناکسون سے وی نکرتے تے سخن

پھر حصول اُس سے نہ دنیا نہ دین | کوئی حاجت اوس سے وابستہ نہین

گر چمار اوس کارخانے مین نہو | ٹوٹے جوتے کو کہان لیکر پھرو

پار ناچار اوس کنے جانا پڑے | کوڑیان دے جوتی گٹھوانا پڑے

حاجت اس فرقی سے یان مطلق نہین | جو نہو شاعر تو کچہ نقصان نہین

پہ تو دنیا مین ہے اس فن کا کمال | دین کا اس فرقی کے پوچھو نہ حال

کذب ہو جس جا ہے رونق بخش شمع | وانکی دینداری رکھو اور دلکو جمع

جھوٹ آوے اسقدر جب درمیان | کو یقین ایمان کیسا دین کہان

ہم تلک تھی یہی وہی رسم قدیم | یعنی جنکی ہوتے تے ذہن سلیم

پیار کرتے تے او نہین استاد فن | اونکی ہوتی رہبر راہ سخن

جو کہ خود سر رکھتے استادوں عائے — انکے مین ہرگز نہوتا اعتبار
زندگی بلکہ انہوں پہ شاق تھی — ہاتھ گر لگ جاتی تہی شلاق تھی

حکایت

شایق فن تھا وزیر اصفہان — ایک دن آیا ہلالی اوسکے یان
حاجبان در سے ہوا آگاہ کار — کی اشارت تا اسی دین گھر مین بار
عزت و تعظیم کی حد سے زیادہ — پاس لے مسند پہ بیٹھا شاد شاد
اون نے کھینچی اسکی مرزائی بہت — بیٹھے بیٹھے رات جب آئی بہت
شعر کی تقریب لا کر درمیان — کرنے لاگا شاعری کا امتحان
شعرخوانی کی پڑھا سو تھا غلط — سنتے ہی بھڑکا وہ شعلہ کی نمط
غصے ہو بولا کہ یان فراش و چوب — کھینچ لا میدان مین کی شلاق خوب
اسقدر مارا کہ بیدم ہو گیا — سوج دست و پا ہراک تہم ہو گیا
کھینچ کر ڈلوا دیا در بار زمین — یہ خبر پہونچی جو ہر بازار مین
وارث اوسکی لگئے آرات کو — جب بخود آیا تو پایا بات کو
یعنی دستور زبان دشمن نہ تھا — یا وہ کچھ نا آشنائی فن نہ تھا
غالباً پایا غلط اشعار کو — خوش نہ آیا اوس کرم کردار کو

ہوسنے سو خودسری سے باز آئی | تربیت ہو نیکو اوستادونکی جا ہے
ورنہ کرتا پوچ گوئی ہر دنگ | رفتہ رفتہ شاعری ہو جاتی ننگ
تب جو مین خلاق کی یہ خام تھا | اب جو آیا لایق انعام تھا
قصہ کوتہ تھی تمیز درمیان | ننگ ہے کرم مزابل یہ بھی یان
بے تمیزی سے ہے رایج ابتری | جسکو دیکھو خودنمائی خودسری
نے بیان کا ہے سلیقہ نے زبان | اسپہ ہے ہر ایک سحبان بیان
بس تعلم وقت زبان بازی نہین | چپ کہ دوران سخن سازی نہین
کون حرف خوب کو کرتا ہے گوش | بات کی فہمید کا ہے کسکو ہوش
بے تمیزون سے بھرا ہی سب جہان | ہے دماغ حرف ہمکو بھی کہان

تمام شد

مثنوی در ہجو نا اہل مسمی بزبان زد عالم

سنیو ای اہل سخن بعد از سلام | چھیڑتا ہے مجھکو ایک تخم حرام
پر نہین مرغی کا گرم طیر ہے | وہم مین شہباز کا ہم سیر ہے
کام مجھکو کچھ نہین ہے اور سے | بلکہ اس بھی طرز سے اسطور سے

کسب جو کرتے تھے یہ فن شریف ۔ اونمین سے کوئی نہ تھا میرا حریف

گفتنے اک نومشق تھے گرم سخن ۔ سو بچارے آپہی ناآگاہ فن

مدعی میرا ہوا یہ بے ہنر ۔ مردۂ صد سالہ سا بے نور تر

کاسہ لیس مایۂ خبث و حسود ۔ قلیہ زہار و زہے بھی بدنمود

آتے اچہا ہی جو اوسکو روک دو ۔ ورنہ منہ دیکھو تو وہ ہین اوکہاد

باپ اوسکا سخت نادان نادرست ۔ کوڑہ ہو کی سی گندی بلی فاق دست

ایک جا آیا شتر قد گھر گیا ۔ وان شتر غمزہ سا تجھے کر گیا

رہ گیا مین پی کے لوہو کا سا گھونٹ ۔ یعنی دیکھون بیٹھے ہے کس کل پہ اونٹ

اس تحمل پر نکی مطلق نظر ۔ خار پہلو کا ہوا ہر جا پچر

جب لگا ہے ناچنے مستی سی خوب ۔ تب لیا مین نے قلم کی زیر چوب

مستی اسکی ساری اب جھڑ جائیگی ۔ دہوم ساری گلیونمین پڑ جائیگی

جب بڑون سی مار ناہموار کھائین ۔ کج خرامی سے تب اپنی باز آئین

راہ سیدہا ہو کی چلنا ہے بلے ۔ اونٹ جب آیا پہاڑونکی تلے

اونٹکی خلقت پہ ہے قدرت کو ناز ۔ اسکی خلقت کم ہے کیا ای بی نیاز

ہیت اسکی مضحکہ ہے سوانگ سا ہے ۔ جیسے اوج بن عنق کی ٹانگ سا ہے

چپ قلم اب ہے ارادہ جنگ کا — پاس کبتک کیجیے نام و ننگ کا

یان زبردستون کو دعوی کہا گیا — یہ چہپا رستم کہان سے آ گیا

تا قیامت فہم کو دعوے بڑہا — ہو کے تنکا سا پہاڑون سے اوڑا

ہاتہی کی ٹکر کو ہاتہی ہی اوٹہائے — چیونٹی کا کیا جگر جو منہ پہ آسے

جنگ ہاتہی کی ہو گو اوسکو ہوس — پر اوسی ہی موت کا ریلا ہی بس

ایک دبکے مین کہان وہ کامنی — پودنی کی سی ہے اوسکی ضمانی

مین نے پاس اوسکا کیا حد سے زیاد — پر کمی کرتا ہے ہر ابن زیاد

قبلہ کہتے کہتے حاجی ہو گیا — پاس ظاہر چہوڑ پاجی ہو گیا

رشک شہرت سے مری مرنے لگا — میری عزت کا حسد کرنے لگا

لگ گئی چپ اوسکو میری شور سے — یہ نہ سمجہا ہے خدا کی اور سے

یہ قبول خاطر لطف سخن — دی ہے کب سبکو خدائی ذو المنن

ایک دو ہی ہوتی ہین خوش طرز و طور — اب چنانچہ میر و مرزا کا ہے زور

خصمی وہ کرے کہ ہو معقول خلق — نے انہون ہی جو کہ ہو مقبول خلق

دشمنی تہی اوسکو مجہسے کیا ضرور — حیف ایسی عقل لعنت یہ شعور

ہوان جو مین پہ تو فگن تو ہی یہ کیا — خور کے آگے ذرہ کب ٹہھرا رہا

جبڑ گیا ہووی دماغ اوس کا تمام
وہ حرف جوروسے جا ایک جا ہوا
دیکھکر انکی خرامی باے سرو
کود کر چلنے لگا آخر کو راہ
کاشکے ہووین مخزر شیخ و شاب
بدنمائی اسکی ہے بے ساختہ
دیکھہ اسے یاد آوے قدرت کاملہ
گرگ گردن خوک جسہ غوک سر
چار سکھیان لیکے شاعر ہوگیا
باپ کو ان نے بنا رکھا ہے اوت
کم ہوا ہے گا جو اسکا زور پا
کچھ نہین معلوم اسکو سر کار
اس زنازادی نے جو لب وا کیا
ایک دن شب کو ٹھین جلوا دیئے
سہر حقیقی باپ سے جا کر ملا

پڑہتے پڑہتے شور سے ہر صبح و شام
ایسا الو ناخلف پیدا ہوا
ایک کوتے نے کی تقلید تدرو
اپنی بھی رفتار بھولا روسیاہ
چھوٹی سا مانہ جو بکاری کا ہی باب
کیا ہے یا ان عیش بچہ انداختہ
کیا بلا ہے مادہ خوک حاملہ
غول صحرائی کا بچہ ہے مگر
اس فن شکل کا ماہر ہوگیا
ہین کہان ایسے سعادت مند پوت
جانتا ہے اسکو پیری کا عصا
تب تو ٹھہرایا ہے اسکو رازدار
پہلے ماکا راز ہی رسوا کیا
یار ما سے کے باپ کو دکھلا دیئے
اس مجازی کا کیا اس سے گلا

ان کمینون کا گلہ کیا کیجیے — ایسے درس پیدا ہون گر نہ سیجیے

کہتے ہین سرگرم بیباکی ہے یہ — ہون تو ہون ناپاک کیا پاکی ہے یہ

لکھیے اس فرقے کے اب تا چند دم — خط بناوین ایسا کر دے کف قلم

گرچہ انکو کہتے ہین آئینہ دار — لیک انکا منہ نہ دیکھین کاش یار

صاف قینچی پر انہین جڑ ہو اسئے — گر نہ ہو اسمین پہر ہو جائیے

حیا ہو ہو اس قوم کی کیا شرح حال — آگے ہی آوینگے تقنے ہونگے بال

ایک سفید انکو نہین جینے کی تک — ہو تو ہین دشمن یہ کالے بال تک

کیا کہون کیسے ہین اونہ ہی یہ پھر — کیجیے اصلاح عاید ہووے شر

کہرچین ایسا سر کہ کر دین پایمال — سید میان جب سنلین تب لین اولٹی بال

معتبر انکے جو حجامی ہین اب — ہند مین وہ تیرہ روشنامی ہین اب

کوئی لیجائے جو حاجت غسل کی — چلو چلو پانی پر دیتے ہین جی

نعتین کرتی ہی گذری اسکو وان — غسل مین فرصت تشہد کی کہان

بیٹھے حامی خانے مین کیا غسل کر — جیب شاگردون نے وان رکہی کتر

لیک پہر اجرت کے اوپر جنگ ہے — لات ہی گالی ہی پہر سر جنگ ہے

اوس سقاوہ مین گیا تہا اک حریف — اسکی فی الجملہ طبیعت تہی ظریف

ہجو عاقل نام ناکسی کہ سگان او نسبی تمام داشت

اک جوہڑ کو رزق کی وسعت سی ہوگئی — تنگی کی حوصلے نے تو رجعت سی ہوگئی

کتون کی ساتھ کہانی لگا کتون سے معاش — چہچڑی کی طرح شام و سحر کتونکی تلاش

پاکیزگی طبع و لطافت وہ ہر طرف — کتا بغل مین مارے لگا پہرنی ہر طرف

دتکار و کتے کو تو لہوا پناوہ پیئے — ہے اسکی استخوان شکنی کتون کے لیے

یا جہوٹے ہاتہہ کتے کو مارا تہا کبہی — یا کتون سے چٹاتا ہے اب اپنی منہ کو بہی

کتے ہین پاس کتی ہین جیب و کنار مین — کتی ہین آستینو نمین کتے ازار مین

آیا جو ایک روز وہ بے تہ چلا ہوا — کتا ازار اسکی سے نکلا بندہا ہوا

یک سگ گزیدہ کی طرح جہومنے لگا — پہر کہول اوسکی منہ کے تئین چومنے لگا

ایسی بہی ہمنے دیکہی نہین کتونکی بہر — گردن مین اپنی ڈالی پہرے روز و شب بسر

ٹکڑا ہو جسکے ہاتہہ مین یہ اوسکا یار ہے — جیسے سگ سرائے سگ ہر سوار ہے

کتونکی جستجو مین ہوا ور طاباٹ کا — دہوبی کا کتا ہے کہ نہ گہر کا نہ گہاٹ کا

تہکتا ہے پہر جو کرتی ہوئی دوڑ اور دہاڑ — لیتا ہے بیدماغ ہو لوگونکی کیڑی پہاڑ

جوہڑ یون پہ اڑتا رہا ہو بسان سگ — ہو آدمیت اسکو بہلا کس مقام لگ

جسکو خدا خراب کرے پھر وہ کیا کرے
آتیو نکرز بان نکالی نہ جون سگ بہر اگر کر

آواز دیوے کتون کو تو اڑی جاے جان
مرجائیگا یہ بہونکتے ہی بہونکتے نزار

ہے بسکہ سگ پرست مریگا جو یہ دنی
تو شہر مین اسکی ہوگا نہ کچھ غیر سگ گنہا

کتون کے پیچھے پھرتا ہے گلیون مین دوڑ کر
یہ سب ہے اس لیے کہ ہر اک جائی شور ہو

اس وضع ساختہ کی ہون احمق فریفتہ
بہرہ ہے جسکو عقل سے وہ کیون ہو شیفتہ

ہے اسطرح کے معرکہ گیرون سی پر جہان
بہتیرے ایسے کتّے نچاتے پھرے ہین یہان

مثنوی در ہجو خانہ خود کہ بسبب شدت باران خراب شدہ بود

جسم خاکی مین جسطرح جان ہے
اسطرح خانہ ہم پہ زندان ہے

ظلمتین اسکی سب یہ روشن ہین
زندہ در گور ہم کیے تن ہین

ہے جو سر کوب اک بڑی دیوار
وان سے جہان کو تو ہے اندھیر غار

بخت بد دیکھ ساری پہ نالے
اسکے معمار نے ادھر ڈہالے

اب جو آیا ہے موسم برسات
دلکو ہے اپنی یہان اندھیری رات

صحن مین آب نیزہ بالا ہے
کوچہ موج ہی کہ نالا ہے

سینہ مین گھر کے پانچ چھ چھید
ہم غریبون کے ہوتی ہین سر پر

مثنوی در تعریف سگ و گربہ

مینہ کی شدت سے جب ستون مین پہ میٹھے · جان غمناک خون مین بیٹھے

لے گیا پیچ و تاب پانی کا · کوٹھری تہی حباب پانی کا

یون ڈہا گھر کہ بار خاطر تھا · آہ کس کا غبار خاطر تھا

اگھڑے وہلیز سب منڈیر گری · لہر پانی کی جھاڑو دیتی پہرے

ساری بنیاد پانی نے کاٹی · اینٹ کے گھر کو کر دیا ماٹی

جھک گئے سب ستون در بیٹھا · وہی چھپر کھڑا ہے گھر بیٹھا

جب اجاڑی ہوا کی چھت ٹھہری · ہم سبھو نین یہ مصلحت ٹھہری

آؤ اب چھوڑ کر یہ گھر نکلین · کسو کوٹھی پہ بیٹھ کر نکلین +

دیکھے مرنے سے ڈوب مرنا خوب · ہے کنارا یہان سے مرنا خوب

سنکے ہر یک کے جی مین بھر آیا · خاطرون مین یہ حرف ٹھہرایا

کھٹری کپڑون کی مین اٹھائی تہی · سر پہ بھائی کے چار پائی تہی

بوجھ کپڑون کا جنے باندھا تھا · اُسکا سارا انگار رکھا ندھا تھا

ساتھ کوئی چراغ لے نکلا · کوئی سر پر اجاغ لے نکلا

چھاج کی کر کے کوئی اوٹ چلا · مینہ کے مارے کوئی لوٹ چلا

منہ پہ جلنے کو ایک نے رو دیا · ایک نے سر کے کا کیا کھو دیا

گھونس جب فکر ہی مین مرتی ہو
موش دشتی پہ کیا گذرتی ہو

کوئی چھچھوندر جو بستی مین ہان ہے
سو وہ جو ہون کی مرثیہ خوان ہے

ایک دن گھر مین ایک گھونس آئی
اپنے پاؤن اجل لسے لائی

گھونس کیسی تباؤن غیرت سونس
طاق ہے جسکے آگے طاقت سونس

یا کوئی مادہ نوک آستن
یا کسو کچھوے کے برادر زن

پھرتی پھرتی جو صحن سے خوشحال
پای دیوار بیٹھے سر کو نکال

کہین ادھر یہ شیر جاتا تہا
پھیرتا منہ پہ پنجے آتا تہا

پڑ گئی اسکی اسپہ چشم کبود
نیلا پیلا ہوتا دکھاجون دود

پنجہ جھنجھلا کے ان نے گذرانا
بارے کچھ گھونس نے اسے جانا

پر اسے خوف جان نہ آیا کچھ
غالب آیا نہ اسکا سا یا کچھ

ٹکٹکا یا پھرانی جاتا لو
کیونکہ تہا یہ تو شیر کا خالو

پھر تو بگڑی ہے وو نونین اکڑ
چوٹ ہوتی ہے داؤ پایا کر

غصہ حز موش کو بہی آن چڑہا
اتفاق اس جگہ تہا ایک گڑہا

دو نون لڑتے ہوئی گری سین
کیچ کو گاہتے پھرے اس مین

ناخن اس شیر کا کچھ ایک گڑا
شور محشر گڑہی کے بیچ پڑا

دی ہرن کو بھی جلدی مین بتا — ہیگا یان سگ لوند کیا گتا ہے

اڑتی چڑیا انہین نے ماری ہے — استخوان سگ شکار رہی ہے

یہ جو غصے مین آوے تو ہے غضب — اسکے مارے ہوی ہین ہار سب

منہ مین دیتے ہین اسکے جب مشعل — طرفہ دم لابہ کرتی ہے اچپل

منہ مین اپنے لیے فتیلی سے — سگ لیلی کی ہے قبیلی سے

باہم اس بلی کتے کا یہ ربط — کوئی دیکھے نہو وے اسئے ضبط

کبھو جاتا جو ہے یہ کوٹھے پر — لگی رہتی ہے اسکی چھت سے نظر

اور سی دشمنی جانے سے ہے — اسکی یہ باولی دوانی ہے

دونون شوخی سے مار رہتے ہین — سگ و گربہ کی چال رہتے ہین

مثنوی در مذمت برشگال کہ باران دران سال بسیار شدہ بود

کیا کہون اگلی کیسی ہے برسات — جوش باران سے بہہ گئی ہے بات

بوند تھمتی نہین ہے اگلی سال — چرخ گویا ہے آب رغربال

وہی یکسان اندھیر برستے ہے — آسمان چشم داکوترسے ہے

بڑھی بوندوں کی چوٹ سے ڈوبیے | سنگباران جہاں ہو وان مریے
پڑھتے ہیں یار درس حیرانی | آرسی کے بھی گھر میں ہے پانی
آدمی ہیں سو کب نکلتے ہیں | مردم آبی پھرتے چلتے ہیں
کتنے ڈوبے گئے کران ہیں اب | سگ آبی ہی ہیں جہان میں اب
وسعت آب پوچھ مت کچھ یار | کوچے موجوں کے ہو گئے بازار
معبد اب سارے گرد آبی ہیں | زاہد خشک ڈوبے جاتے ہیں
تھا ٹھہرنا برابر ان کے شاق | مسجدوں نے کیا ہے استغراق
سینہ تو یاں اب سے لگی ہی رہتی ہیں | سارے عالم کے کام بہتے ہیں
غرق ہے چڑیا یا گلہری ہے | خشکی کا جانور بھی بحری ہے
دیدۂ از بسکہ بہہ رہا ہے گا | یک جہان کو ڈبو رہا ہے گا
شعر کی بحر میں بھی ہے پانی | بہتی پھرتی ہے اب غزل خوانی
لائی بارندگی کی چالاکی | آب خشک گہر پہ نمناکی
ہے زراعت جو پانی ڈباری | ہو گئی آنجست ترکاری
آب ہے گا جہان کے سر تا سر | خوف سے سوکھتا ہے میوۂ تر
مست ہو ہو گئے ہیں مست شراب | غوطے کھاتے پھرین ہیں عالم آب

کھینچے باورچی نے کیا کیا ناز — کڑہی گئی اوسکی چوترونپہ پیاز
کھانا نکلے پر آوے ہے کیسے — چیل ٹوٹی ہے گوشت پر جیسے
وقت کھانے کے ہاتھ سے اسکا — قاب پر نان ہے نخبہ کش گویا
کیا وہ دوپیازہ کھاکے ہو تازہ — اک نوالا ہے ٹلا و دوپیازہ
گوشت ہانڈی بہرا ہے خنک مین — ہڈیان گویا تہین اسکی خشکے مین
خام طمعی سے اک کورے ہے آہ — دیکھ کر سبکو نان ہا لئے ماہ
نہ سٹلے دیکھ کر وہ قاب پلاو — منہ ہے منہ بیٹھا گرچہ کھاوے کھاو
کھانے پر جب وہ بھی چلاتا ہے — لاٹھی پاٹھی بھی کھا ہی جاتا ہے
نہین پہونچی جو کھانا کھانے لگ — ہڈیون پر لڑے ہے جیسے سگ
بھوکھ کا باولا جو آتا ہے — لوگون کو کاٹ کاٹ کھاتا ہے
دہوون مین دشمنون سے بھی ہے لئیم — جا ہی گھل مل اگر سنے ہے حلیم
آتش بغرا پہ بار بھی کھاوے — اسمین گو پور انگلی جاوے
کسی مفلس کے گھر جو جاتا ہے — کچھ نہین خفتین ہی کھاتا ہے
بھوکھ سے جب کہ غصے مین آوے — بزکوہی کی طرح جھنجھلاوے
ہنڈیون کو نگہ سے کھا جاوے — چنے لوہے کے بھی چبا جاوے

تھی ابھی سوئیوں کی جیسی گت
مین رہا کہتا کہا گیا وہ ہمیشہ

کہانا کوئی اور کیا کہی اسکا
سارے منہ دیکھتے رہے اُسکا

جب مرلگیا وہ ہو کہہ کار سی گے
روح تو شی کی روٹی مین ہو گے

کہانی کی بو ہو ناک مین پہنچے
مرگیا ہووے تو بہی اُٹہہ بیٹھے

عقل باور اگرچہ کرتے نہین
وہ مری ہو کہ اسکی مرتی نہین

ہو کہی اسکا جو جی نکل جاوے
گور مین بہی کفن نگل جاوے

مرثیہ خروس کہ در خانہ فقیر بود

کئی برس سے ہمارے کنبہ تہا ایک خروس
خروس عرش کی اولاد سے ولی افسوس

پہرا جو اُس سے یکایک زمانہ کج باز
قضا نے اسکو کیا ایکبار مرغ انداز

دیا کہ ہووے وانوان دونون وقت صبح و شام
بجا ہے مرغ مسلمان رکہین گر اسکا نام

نہین ہے مرغ چمن مین جہان کو الیاج
بہ رنگ گلہ تاج خروس سر پر تاج

جو بیٹھے جہاں ہے مین پرواز ہے مرغ خیال
کہڑا ہو دہوپ مین تو رشک مرغ زرین بال

کبھو جو صحن مین گہر کے وہ اللہ فالطیا
پہرا ہے کبیس کو ڈالی تو مرغ آتش خوار

نہ تجلی مین شنا گستر مین اسکے مدام
بزرگ لاشت کرین مرغ سبزوار تمام

۶۲۲

در تعریف آغا رشید کہ خطاط بود و بفرمائش میان اعز الدین کہ فقیر و خوشنویس بودند

ہیں سر خطاط یک قلم دیکھے — لیکن آقا سے لوگ کم دیکھے

یعنے عبد الرشید تھا اوستاد — خوشنویسی کی جنسے دی ہے داد

خط کی خوبی کا اُسکی ابتک ڈھنگ — صفحۂ روزگار پر ہے رنگ

وہ تصرف کہیں جو کرتا ہے — شکل نقاش رنگ بھرتا ہے

حیرت افزا ہے حسن ہر تحریر — مشق اُسکے ہے قطعۂ تصویر

خط شیرین جو اوسکا پاتے ہین — ہم حلاوت بہت اٹھاتے ہین

لگ گئی ہے قلم تو جادو ہے — مدِ جان ہے کسو کی ابرو ہے

سطر لکھتا نہین خفی کے وہ — خط ہے خوبان کی پشت لب کا وہ

ایسا لکھنا کسو کی طاقت ہے — ہے جلی ہے تو ایک بابت ہے

خط مین کیسا ہے کوئی کامل ہو — اُسکا کب نقطہ مقابل ہو

حرف کس حسن ادا سے لکھتا ہے — کون ایسے صفا سے لکھتا ہے

ہے الف قامت نکو رویان — لام ہے زلف سلسلہ مویان

۶۲۳

خوگر اسے ناز پیشگی سے ہے
ہو عکس پڑا ہے جام مے مین
ہے جلوہ گری مین یان بصد ناز
سو رنگ ہین اسکی یاد رکھہ تو
لم مین جو کچھہ نمود مین ہے
کر یاد اسئی کو اور مے کپے
اب روے سخن چمن کو کر لیجے
آئی ہے بہار مے گساران
آئی ہے بہار رو سبز خیابان
آئی ہے بہار زیر کیشان
آئی ہے بہار مرغ گلزار
لایا ہے بزور اسکا نالہ
ساقی جو کدورن مین بی اودائی
گل بادصبا کے تا کمر ہے
غنچے کی گلا بیان بہری ہین

وہ ہے کہ جسے ہمیشگی سے ہے
آتی ہے صدا اسیکی نی مین
وہ مست گذارۂ سرانداز
ہر جلوہ سے دلکو شاد رکھہ تو
ہر لحظہ اسی سجود مین ہے
جیتا رہے کوئی دن تو خوش جے
مینا سے دل اور مے سے بہر لیجے
ہو لی ہین چمن مین گل ہزاران
ہے لطف ہوا سے گل بدامان
ہے تو بجہ بادۂ دل پریشان
کرتا ہے نواے سینہ افگار
مجھکو بہی بہرلے سیر لالہ
معذور رکھہ اب بہار آئی
دامان بلند ابر تر ہے
تکلیف سے منتظر دہری ہین

شیخ آئی کو تو میکدے میں آیا | پر ہو کے بہت خراب نکلا
یک جرعہ شراب ہی میں واعظ | ہر مسخرگی کا باب نکلا

تھا غیرت بادہ عکس گل سے
جس جوئے چمن سے آب نکلا

ہو صرف شراب کاش ساقی
بے ساغر مے خنک ہے جینا
لا بادۂ کہنہ سال تو ہے
دروازۂ میکدہ کھلا ہے
اینڈی ہے ہر ایک مست جوں تاک
ہر مغبچہ زیر سر ہے
مستی نگاہ عقل دشمن
کہتے گئے صاحب کرامات
جو لوگ کہ اس جگہہ سے اوٹھے
یاں پیتے ہیں جام بیخودی کا
مستی سے ہر ایک صبح صد بار

یہ شیشۂ عمر ہے جو باقی
رکھتا ہے شگون شراب پینا
سجدہ بھی بابت گرو ہے
ہر پیر و جوان توالصلا ہے
لیتے نہیں نام دامن پاک
ہر گوشے میں عالم دگر ہے
خوبی خرام مرد افگن
ہم بھی نہیں قابل خرابات
کب حلقہ و خانقہ سے اوٹھے
ہے دور تمام بیخودی کا
خورشید کا سر ہے اور دیوار

وہ کام دل سبو بدوشان — یعنی کہ وہ ہے شراب جوشان
وہ موجب دل خوشی کہان ہے — وہ دارو بہشتی کہان ہے
وہ جسکی طرف کو ہے تہ دل — یعنی وہ ہے شیشہ ماہ منزل
وہ آتش تیز آب آمیز — وہ عربدہ جو وہ فتنہ انگیز
وہ مقصد جان نا امیدان — وہ روسیہ روسفیدان
وہ رونق کارگاہ شیشہ — وہ شوکت بارگاہ شیشہ
وہ جس سے ہو توبہ مو پریشان — وہ جس سے ہو گفتگو پریشان
وہ دامن خشک جس سے جل جاے — ثابت قدمون کا پانو چل جاے
وہ سرخی چشم خوبرویان — اسباب خرابی نکویان
وہ دلبر خود سر و شلائین — وہ رہزن راہ دین و آئین
وہ جس سے غبار دل سے دہوون — مینا کے گلے سے لگ کے روون
مستی کی مجھے بہی خواہشین ہین — اس عقل سے دلکو کاہشین ہین
لا اسکو جو آستین جہاڑون — پہر ہاتہہ چلے تو جیب پہاڑون
بیہوش شراب ناب رہیے — یون تابکجا کباب رہیے
ہے مستی بیخودی ضروری — کہل جاے مقام بےشعوری

مثنوی مسمّی بجوشِ عشق

ضبط کرون مین کب تک آہ اب
کر چلک دل کا راز نہانی
یعنی میر ایک خستہ غم تھا
آنکھ لڑی اوسکی اک جاگہہ
صبر نے چاہی دل سے رخصت
تاب و توان شکیب و تحمل
سینہ فگاری سامنے آئی
گہرتے آئے داغ سیاہی
خون جگر ہو بہنے لاگا
خواب و خورش کا نام نہ آیا
چاک جگر سے محبت ٹپکی
سوز سے چہاتی تا با گویا
آہ سے اوسکی مشکل جینا

چل اے خامہ بسم اللہ اب
ثبت جریدۂ میری زبانی
سر تا پا اندوہ و الم تھا
بیخود ہو گئی جان آگہہ
تاب نے ڈہونڈی ایکدم فرصت
رخصت اوسے ہو گئی بالکل
بیتابی نے طاقت پائی
کام جگر کا کرنی تباہی
پلکون ہی پہ رہنے لاگا
ایک گہڑی آرام نہ آیا
آنسو کی جاگہہ حسرت ٹپکی
اور پلک خونناب گویا
درد فقط تھا سارا سینا

جدول جاری ہی چاک گریبان ۔ گوشہ دامن وقف مژگان
دیدۂ تر کے دریا قابل ۔ ساحل خشک لبی کے سائل
ہردم ہو ہر سمت کو جاری ۔ خون باری سے سیل بہاری
تشنہ لبی اک منہ پہ پیدا ۔ لب جس جسکا ہووے نہ دریا
خاک بسر آشفتہ سری سے ۔ شور قیامت نوحہ گری سے
سرتاپا آشفتہ دماغی ۔ داغ جنون دے جسکو چراغی
غمسے گرچہ دم بھی کہین تھا ۔ جامے مین اک تار نہین تھا
وادے پہ جب اپنے آوے ۔ صحرا صحرا خاک اڑاوے
کلفت دل جب خاک فشان ہو ۔ اشک کی جاگہہ ریگ روان ہو
گل اون نے از بسکہ کھائے ۔ پھولونکی چھڑیان ہاتھ نہ آئے
دل کے غبار نے راہ جو پائی ۔ شہر مین گویا آندہی آئی
سر پہ اوسکے سنگ ہمیشہ ۔ جی پہ عرصہ تنگ ہمیشہ
آہ سرد کرے وہ عریان ۔ بید ساکانپے موی پریشان
گرد کے نہ اوسکا پیراہن ۔ دامن صحرا جس کا دامن
یار دامن تار گریبان ۔ دامن قرب جوار گریبان

سنبل کیجئے نے دیہ کے قابل | سنبل او سکا سیر کے قابل
کیا کہئے کیسا کچہ تہا | القصہ وہ ایسا کچہ تہا

در صفت دلبری کہ با و علاقہ دل بود

وہ کیا تہا جسپر عاشق | جی سے تہا یہ عاشق صادق
دیدۂ گل مین جا گہہ اوسکی | نکہت گل گرد رہ اوسکی
چشم پرہ سارا چمن اوسکا | نقش قدم تہا یاسمن اسکا
آگے اوسکے کبہو نہ خوش آیا | یہ رو گل نے کہان سے پایا
گل آشفتہ اوسکے رو کا | سنبل اک زنجیری مو کا
جب وہ چہرہ تابندہ ہو | ماہ دو ہفتہ شرمندہ ہو
زلف اوس چہرے پر تابندہ | کا کل صبح سے خوش آیندہ
دیکہہ اوس رخ کی نور افشانی | شمع مجلس ہانی پانی
ہو ہر چند بہہ بدر کامل | اس چہرے کی ہو مقابل
حوصلہ کتنا اوس بے تہ کا | منہ دیکہو آئینہ مہ کا
رکہتی تہی دعوے چشمی پر | لیکن اسکے چشم نظر کر

چشم کرشمہ جان تغافل — شایان اوسکی شان تغافل

کیا جانے وہ حال کسو کا — پتھر دل اوس آئینہ رو کا

پاتے ہی ابرو کا اشارا — غمزے نے اک خنجر مارا

جب وہ خرام ناز کرے ہے — جیکو جو رنیاز کرے ہے

رخصت دی گر عشوہ گری کو — ایک ہی جلوہ بس ہر پری کو

ہنسنے مین وہ صفائی دندان — برق خرمن عالم امکان

رشک سحر کو صافی تن پر — خون صحرا جی اوس گردن پر

آہ صفائی اوس سینے کی — غیرت افزا آئینے کی

شکل چین مین یہ ناز کہان ہے — صورت ہے انداز کہان ہے

ایسا خوب جہان مین کہین ہے — رحم ہے اسپر اب جو نہین ہے

جب وہ شکل نظر آتی تھی — کلفت دل کی نکل جاتی تھی

رنگین اوسکی اوس کف پا کو — جائین نکویان اپنی جا سے

چشم کرو انصاف سے گردا — یوسف و شیرین لیلی عذرا

کون ہوا اس محبوبی سے — خوبی تو تھی پر اس خوبی سے

بار نزاکت کیونکی اوٹھاوے — شاخ گل سا لچکا جاوے

رخصت کو اس پاس بہی آیا	جلنے کے تئین اور جلایا
وقت وداع قیامت گزرا	سر سے آب حسرت گزرا
ایک دم بیخود ہو کے رہا وہ	اوس سے آگے آپ گیا وہ
آنکہین لگین ناسور ہو بہنے	دیکہکر اوسکو لگا یہ کہنے
ظلم ہے لوہو پیتے رہیے	جان گئے پر جیتے رہیے
عمر عزیز چلی یون جاوے	اور فلک آنکہون سے دکہاوے
آخر کر کے خدا کے حوالا	آئینے پہ پانی ڈالا
تا کہ وہ منہ دکہلادے شتابی	راہ دور سے آوے شتابی

یار گئے پر میر جواب ہے
جان سے خالی اک قالب ہے

راقم غم ہے وہ دل تفتہ	نام بر اوسکا رنگ رفتہ
غم سے فرصت اوسکو کہان ہے	قاصد اشک ہمیشہ روان ہے
خط لکہتا ہے اس مضمون سے	تر ہو بال کبوتر خون سے
خط سے اک آتش پر ہووے	جس سے کباب کبوتر ہووے
جب درد دل اون نے لکہا ہے	شعلہ خط مین لپیٹ دیا ہے

مثنوی باعجاز عشق

ثنائے جہان آفرین ہے محال — زبان اسمین جنبش کرے کیا مجال
کمالات اوسکے ہین سب پر عیان — اگر ہے کوئی حمد اوسکی سو کیا بیان
کہو کیا کہ ہین اوسکی صفات کمال — کہ ہے عقل کل یان پریشان خیال
خرد کنہ مین اوسکی حیران ہے — کہان یان پریشان و پشیمان ہے
زمین و فلک سب ہین اوسکی حضور — مہ و خور ہین اوس سے ہی البرز نور
یہ صنعت گری وس ہی صانع سے آ — کف خاک کو آدمی کر دکھائے
نہ آوے کسیکی جو ادراک مین — سو رکھے جا بے وہ اوس کف خاک مین
کرے ہیگا تمثیل و تشبیہ سے — منزہ ہے وہ بلکہ تنزیہ سے
وہی حاصل مزرع آسمان — گئے اون جے دانے مین خرمن نہان
سفید و سیہ کو نہین اوسکی بار — دری ہے زمانی کی لیل و نہار

در توحید انشا طراز جسزنی که فقرہ یکتا ے او بعالم دو دیدہ

کرون اسکی قربت کا کیا مین بیان — کہ تھا قاب قوسین او ادنیٰ مکان

مرا زیر پا اسکے فرق نیاز — کیا جسکی خلقت پہ صانع نے ناز

بصورت اگر عبد مشہود ہے — حقیقت کو پوچھو تو معبود ہے

نہین پا شکستون کا اب دستگیر

محمد ہین اور آل ہین اوسکے میر

گنہگار ہون چشم یک اس سے ہے — توقع شفاعت کی ایک اس سے ہے

درود آل پر اسکے ہر صبح و شام — وہ ہی شافع حشر خیر الانام

پلا ساقیا بادۂ لعل گون — کہ ہوجائین سرخ آنکھین مانند خون

ہے اب حرف مستانہ کا دل میں جوش — گرا دیدہ گوش گرچہ ہے ہوش

مناجات بطور عاشقان اردو

دربارے جدائی گرفتار

مرا زخم یارب نمایان رہے — پس از مرگ صد سال خندان رہے

رہی دشمنی جیب سے چاک کو — صبا دوست رکھے مری خاک کو

مژہ اشک خونین سے سازش کرے — غم دل ہی مجھپر نوازش کرے

در تعریف عشق خانمان آباد آزادگان برنا نهاد

زہے عشق نیرنگ سازی تری
کہ ہے کھیلنا جی پہ بازی تری

تجھی سے ہے آب رخ زرد زرد
تجھی سے مرے دل میں اٹھتا ہے درد

تجھے ربط کفار و دیندار سے
تجھے رشتہ تسبیح و زنار سے

تجھی سے ہے بلبل کو نوحہ گری
تجھی پر ہے قمری بھی خاکستری

ترا جذب دریا کو بہنے نہ دے
ترا شور صحرا کو رہنے نہ دے

تجھی سے دل شاد غمناک ہے
تجھی سے مرا سینہ صد چاک ہے

تمنا کو تو نے کیا ہے شہید
تجھی سے نہ بر آئی میری امید

تجھی سے ہے مجنون صحرا نورد
تجھی سے ہے فرہاد کوہون پہ گرد

تجھی سے گداز ہے خستگی
تجھی سے ہے وابستہ دل بستگی

تجھی سے دل عاشقان ہے کباب
تجھی سے ہے پروانہ آتش کا باب

ترا کام دیتا ہے بدنامیان
تری راہ دیکھے ہین ناکامیان

تجھی سے سراسیمہ ہین یار لوگ
تری تیغ سے قیمہ ہین یار لوگ

تجھی مین ہین یہ کار پردازیان
تجھی پر ہین موقوف جانبازیان

رباعی درویش جگر ریش

کرا این بلا در سر آمد

کسو معتبر سے روایت ہے اک
کہ درویش سے یہ حکایت ہے اک

٦٣٤

اسکی سے مقدور تک سب کہین / سدا اسکا منہ دیکہتے ہی رہین
وہ اک دودمان کا تہا روشن چراغ / جلاتے تہے سارے اسی پر دماغ
ولے اسکے دلمین اک آتش نہان / کہ دیکہے جلا اس سے سارا جہان
سب آرام جاہین اسے اضطرار / سراپا تلک ایک دل بیقرار
نہ کچہہ ہوش کہ جانے کا اسکو تہا / تشتت نہ مرجانے کا اسکو تہا
نہ طاقت تہی تن مین کچہہ جی مین تاب / نہ دل پاس نے صبر و آرام و خواب
سر راہ دل قیمہ قیمہ لیے / یہ کہتا تہا مرجائے بس جیجیے
سن اس نوگل عشق کی بیکلی / رہا کرتی ماتم سرا وہ گلی
دل و صبر و ہوش و توان و حواس / رہین اسکی وحشت سے سارے اداس
نہ ناموس کا ننگ نے نام کا / مرا دوست دشمن تہا آرام کا
شب و روز فریاد کرنا اسے / کئی بار اک دم مین مرنا اسے
تماشے کا دیوانہ پیدا ہوا / زمانے کو جنہین سے تماشا ہوا
جو دم بے طپش تو شتابی کرے / تسلی دل کی خرابی کرے
کرے طرح داغون سے وہ باغ کو / روانی اسی سے رز داغ کو
دل غمزدہ سے محبت اسے / قیامت خوشی سے عداوت اسے

زن و مرد کی ہون زبانسے بہ تنگ
ہوا ہون مین ساری قبیلے سے تنگ

سدا خون دلمین طپیدہ ہون مین
کہ آہ بلبل نارسیدہ ہون مین

تری دوری مین ہوگئی ہے اے حبیب
ہوا ہے دم واپسین بھی قریب

جگر تو ہو پانی سا غم کے ہیچ
یہ دم بھی ہوا ہے کوئی دم کی ہیچ

سمجھنا یہ بھی اے مرے سر پہ خاک
کہ سرتا بہ پا مین ہوا ہون ہلاک

تو جب سے ذرا او پہ نظر آگئی
رہین انکھین میری سر [illegible] نئی

نہ نامہ نہ پیغام نے رسم و راہ
یہ نہین ہوتی جاتی ہے حالت تباہ

دل و دیدہ سب مدعی ہوگئے
تماشائی ہم پر بہت رو گئے

گئی بار جان لب پر آ پھر گئی
کہان ہے تو اے گل ہوا پھر گئی

یہ حیران ہون صبر آتا نہین
تصور ترا جی سے جاتا نہین

خراش جگر سے ہے چہاتی مین درد
کہ جیسے ہوا جاہے ہے رنگ زرد

رہا کرتی ہے داد بیداد یان
دل شب سے گذری ہے فریاد یان

سر رہ تک آ دیکھ یہ خستہ حال
کہ ہے نقش پا کی طرح پایمال

ترے دور غم مین تو جون کیسا
سنا ہے کیا نام مہر و وفا

نہ آیا نظر سے ادا سے ولیک
نہ اتنا کہ جاتا رہا جی سے ایک

ترا درد پنہان سے ہے گو آشکار
پہ مجھسے بیان کر کہ ہون رازدار

کہین دل لگا ہو تو یہ مجھسے کہہ
کہون اس سے جا کر غمین تو نہ رہ

جہان کو تو بہیجے وہان جاؤن مین
کیے کام جو تو بجا لاؤن مین

جو حور بہشتی بہی ہو تیری یار
کرون مین ملک کی طرح وان گذار

خدا جانے کیا جی مین بات آگئی
کہ میری ہی دلجوئی ہی بہا گئی

یہ سنکر جوان ز خود رفتہ نے
جگر سوختہ اور دل تفتہ نے

کیا سوز دل کو لبون پہ نمود
زبان تاب کہانے لگی جیسے دود

سخن ہونے لاگے نمودار کچہہ
لگا کرنے پیچیدہ گفتار کچہہ

کہ جس سے یہ معنی ہوئے مستفاد
کہ اے غمگسار دل نامراد

جو دلجوئی میری سے ہے مد نظر
تو یان ایک محلہ سے ٹک قصد کر

نہین اوسکو درکار کچہہ جستجو
سرا ایک ترسا کی ہے قبلہ رو

زبانی مری در پہ یہ جا کے کہہ
کہ احوال سے میرے غافل نرہ

ترے واسطے خوب رسوا ہوا
میرے سر پہ ہنگامہ برپا ہوا

تسلی شکیبائی مطلق نہین
پہ اب تاب تنہائی مطلق نہین

رہی جب تلک تن مین تاب و توان
اٹھایا تحمل کا بار گران

نگہ وار تھی سرخی چشم کی ‌ ‌ طرفدار تھی اپنے ہی خشم کی

شہید اسکی چشمک کی دلخستگان ‌ ‌ نشانے نگاہونکے دل بستگان

مژہ موجب قتل جمع کثیر ‌ ‌ غرض سب تھے یہ ایک ترکش کے تیر

چہپین اسکے غمزے مین کتنی سنان ‌ ‌ نمایان ہوئی سب پہ مرگ جہان

جبین کہول دی اس پریزاد نے ‌ ‌ کہ چین مانی خوبان نوشاد نے

روان اس شب افروز سی شمع ‌ ‌ نہین ہے ہی روشن کہ تھی رشک شمع

وہ مردون کو زندہ دوبارا کرے ‌ ‌ مسیحا جہان سے کنارا کرے

پری منفعل رنگ رخسار سے ‌ ‌ خجل کبک انداز رفتار سے

خضر تشنہ اسکے ہے دیدار کا ‌ ‌ مسیحا شہید اسکے بیمار کا

سوا اسکی باتون کی سب باتین ہین ہیچ ‌ ‌ جسے سنکے مردے بھی جی جاتے ہین

غرض اور سب یو نہین کہنے کو ہین ‌ ‌ مسیحا کی لب یو نہین کہنے کو ہین

لب سرخ اسکے وہ گلبرگ تر ‌ ‌ چہپین جن مین دندان کی سلک گہر

تبسم مین اپنے وہ برق بہار ‌ ‌ دم حرف ہوتے بنے آبدار

دہن غنچۂ ناشگفتہ سے کم ‌ ‌ سخن رہرو راہ تنگ عدم

تبسم تنک گر وہ دلکش کرے ‌ ‌ تو گلشن مین گل صد چمن غش کرے

صبا گر اوڑا دے تنگ وانکی خاک ... تو نکلی زمین سے دل چاک چاک

کئی نعرہ کش وان کئی نعرہ زن ... کئی خون گرفتہ گئے بے کفن

کئی ہو وطن وان سفر کر گئے ... سسکتے مین کتنے کئی مر گئے

ہر اک جان ہر شخص ناکام کی ... ہوا دار اسکے لب بام کی

پہرون گرد ساقی نشے مین حرے ... گلابی ہی منہ کو لگا دی مرے

مجھے منت آس سیہ دیکے کر ... چلون جون قلم پہر بہی مطلب اٹہو

سنا وہ جگر سوز پیغام جب ... کئی آشنا حرف سے لعل لب

پڑہی اک رباعی نہ کر اعتبار ... کہ مضمون جسکا یہ موزون ہر یار

کہ ہجر انین جو بیقراری کرے ... سر راہ فریاد و زاری کرے

نہ سوئے درے نالون سے ہمسایہ کو ... بہلی مرگ ایسی فرومایہ کو

محبت کی رہ مین یہ پہیلا، نہ گام ... کہ سر سے گذر جایئے شادکام

نہین شرط الفت مین چین چین ... اگر پیش آوے دم واپسین

جو پہوٹا ہی پڑتا ہون جون آبلہ ... وہ ستہ غم مین واماندہ تا خلہ

نہ جو ہو سکے ہجر کا پایمال ... تو بہتر ہی ہوتا ہے اوسکا وصال

گیا مین جواب اوس سے لیکر ادہر ... سر رہ تہا پامال غم وہ جدہر

کوئی رہ گیا تھا پیام جوان — جو تو پھر شتابی سے آیا یہان

بیان کر جو کہنا ہو تجھکو شتاب — کہ ہے منتظر غیرت آفتاب

کہا مین نے اے پیرزن کیا کہون — عزا وار اس نوجوان کا مین ہون

پیام اوسکا لایا تھا مین اس لیے — کہ وہ بے اجل مرتا ہے ٹک جیے

سو یان سے گیا ایسا لیکر جواب — کہ جس سے نکلتا تھا ناز و عتاب

نہ تھی تاب حرف درشت اسکی تئین — کیا غم نے تھا نیم کشتہ اوسکی تئین

تہ مشغول یون نہین وہ زاری سے تھا — وہ بیتاب بے اختیاری سے تھا

نہ سمجھی یہ رشک پری اسکی تئین — دکھائی دنی عشوہ گری اسکی تئین

چڑھا دونی تیوری اک انداز سے — کہا ہیزہ ہوکے یون ناز سے

کہ جسکو نہو تاب لانے کی تابا — شتابی سے مرتا ہے اوسکا صواب

ہوا سامنے اسکے مین حرف زن — یہ اسکی زبان سے کہا مین سخن

جوان سنتے ہی کرکے دیدہ پر نگاہ — سفر کر گیا جان سے بھر کر آہ

یہی ماجرا کہنے آیا ہون یان — خبر اوسکے مرنے کی لایا ہون یان

کہہ اسسے کہ اے کشتۂ غم کی جان — گیا آخر الامر جی سے جوان

یہ کہہ دس قدم وان سے مین تہا چلا — کہ اک شور کانون مین میرے پڑا

کوئی نالہ بلبل سے ہے یادگار	خزان اس چمن مین ہی گل کی بہار
کہین ساقی دے آب گلرنگ کو	کشادہ ہی کر اس دل تنگ کو
گلے لگ کے مینا کے ٹک رویئے	فسانہ ہی آخر ہے اب سویئے

مثنوی مسمی بخواب و خیال

خوشا حال اوسکا جو معدوم ہے	کہ احوال اپنا تو معلوم ہے
رہین جان غمناک کو کاہشین	گئین دل سے نومید سو خواہشین
زمانے نے رکھا مجھے متصل	پراگندہ روزی پراگندہ دل
گئی کب پریشانی روزگار	رہا مین تو ہم طالع زلف یار
وطن مین نہ اک صبح مین شام کے	نہ پہونچے خبر مجکو آرام کی
اوٹھاتے ہی سر یہ پڑا اتفاق	کہ دشمن ہوئی ساری اہل وفاق
جلاتے تھے مجھ پر جو اپنا دماغ	دکھانے لگے داغ بالائے داغ
زمانے نے آوارہ چاہا مجھے	مری بیکسی نے نباہا مجھے
رفیقون سے دیکھی بہت کوتہی	غریبی نے اک عمر کی ہمسری
مجھے یہ زمانہ جدھر لے گیا	غریبانہ چندے بسر لے گیا
بندھا اس طرح آہ بار سفر	کہ نہ زاد رہ کچھ نہ یار سفر

بڑی فکر جان میرے احباب کو — اوڑا دیوین سب گھر کے اسباب کو

ہوئی پاس کوئی تفاوت سے ہو — سراسیمہ کوئی محبت سے ہو

کوئی فرط اندوہ سے گریہ ناک — گریبان کسو کا مرے غمسے چاک

جو دیکھون تو آنکھونسے تو ہو بہے — نہ دیکھون تو جی پر قیامت رہے

کیے چشم بندی کو ہاں غیر سر — ولے منزل دلمین اس مہ کی سیر

وہی جلوہ ہر آن کے ساتھہ تھا — تصور مرے جان کے ساتھہ تھا

اگر ہوش مین ہون و گر بیخبر — وہ صورت رہی میری پیش نظر

اسے دیکھون جیدہر کرون مین نگہ — وہی ایک صورت ہزارون جگہہ

نگہ گردش چشم سے فتنہ ساز — مژہ آفت روزگار دراز

عجب رنگ پر سطح رخسار کا — مگر تھا وہ آئینہ گلزار کا

جو آنکھہ اوسکی بینی سے جا کر گری — دم تیغ بر راہ چلنے پڑی

مکان کنج لب خواہش جان کا — تبسم سبب کاہش جان کا

دہن دیکھکر کچھہ نہ کہئے کہ آہ — سخن کی نکلتی تھی مشکل سے راہ

سزا ہے جگر اس کسو کے لئے — جو سیب ذقن اسکا بو کر جیسے

گل تازہ شرمندہ اس رس سے ہو — خجل اسکے مشکناب گیسو سے ہو

کہ جو ما کرون بید مجنون کی طرز | رہے یاد اوس سرو موزون کی طرز

رہون زرد مین گاہ بیمار سا | پریشان سخن گہہ پریدار سا

پری خوانکو لا کوئی افسون پڑہاے | کسو نے کوئی جاکے تعویذ لاے

طبیبون کو آخر دکہایا مجہے | نہ پینا جو کچھ تہا پلایا مجہے

دوا جو لکہی سو خلاف مزاج | کہان اس خرابے کو کار علاج

کہ سررشتہ تدبیر کا گم ہوا | دل اوپر ہجوم توہم ہوا

درون خود بخود جیسے اسی رہے | پریشان دلی اور اوداسی رہی

کرون بیکلی جاؤن تا ہر کہین | نہ گہر مین لگے جی نہ باہر کہین

قیامت جنون کا رہے سر مین شور | کہان جاے دل کوہ و صحرا کی اور

رہے شوق سر در گریبان دل | ہوا کہینچے صحرا کو دامان دل

سر آشفتہ زلف گرہ گیر کا | قدم حلقہ در گوش زنجیر کا

جنون آہ درپے ہوا جان کے | مجوز ہوئے یار زندان کے

گیا بند اک کوٹھری مین مجہے | کہ آتش جنون کی نگردان بجہے

لب نان اک یار دینے لگے | دم آب دشوار دینے لگے

کہان علم کا کسب فرصت نہ آہ | ہوا کا ہی وان گشت روزن گاہ

جفا ضعف سے مجھکو کیا کیا نہ تھی | اقامت گئی یون کہ گویا نہ تھی
پس از چند آنکھیں مجھسے نے لگین | لگا مین بھی کچھ کام کرنے لگین
بندھا ناتوانی کا رخت سفر | گیا طاقت رفتہ نے منہ ادہر
کسے تھا مری زندگانی کا دھیان | ولیکن نہایت تھا مین سخت جان
لگی جان سی آنے اعضا کے بیچ | کوئی روز رہنا تھا دنیا کے بیچ
پھر اتنا توان مین ہبت درد سے | کہ نزدیک تھا عالم گور سے
غلط کاری وہم کچھ کم ہوئی | وہ صحبت جو رہتی تھی برہم ہوئی
وہ صورت کا تھا وہم دیوانگی | لگی کرنے در پردہ بیگانگی
پس از دیر آنکھوں مین آنے لگے | نہ دو دو پہر منہ دکھانے لگے
تد یکے مری اور اس پیار سے | غریبانہ سر مارے دیوار سے
کہیں ٹک تسلی کہیں بیقرار | کہیں شوق سے میری بے اختیار
کہیں واسطے میرے روتی ہو خون | کہیں دست زیر زنخ ہو ستون
کہیں دل کو اپنے دکھاوے مجھے | مری بیوفائی جتاوے مجھے
کہیں دست بر دل وہ رشک قمر | کہیں حسرت آلودہ مجھ پر نظر
کہیں بیدماغانہ سرگرم ناز | کہیں آتش شوق سے جانگداز

غرض تا امیدانہ کراک نگاہ	وہ نقش توہم گیا سوے ماہ
نہ آیا کبھو پھر نظر اوس طرح	ندیکھا اوسے جلوہ گر اوس طرح
مگر گاہ سایہ سا مہتاب مین	کبھو وہم سا عالم خواب مین
دل خو پذیر وصال دوام	رہے خواب مین روز شب صبح و شام
اگر وصل خواب فراموش تھا	ولیکن وہی خواب کا جوش تھا
پلک سے پلک آشنا ہے وہی	ز خود رفتگی کی ادا ہے وہی
کھڑا ہون تو سوتا ہون اک ذوق پر	رگ خواب دل سے ہے کف شوق مین
جو بیٹھا ہون خواب گران ہو مجھے	وہ غفلت جہان در جہان ہو مجھے
خیال اوسکا آوے کہ سوتے رہون	تلے سر کے پتھر رکھون سو رہون
مجھے آپ کو یونہین کھوتے گئے	جوانی تمام اپنی سوتے گئی
دیکھا یا نہ اوس مہ نے رو خواب مین	ندیکھا پھر اوسکو کبھو خواب مین
بہت جستجو و تجسس ہو چکا	ہم آغوش طالع بہت سو چکا

ندیکھا کبھو میر پھر وہ جمال
وہ صحبت تھی گویا کہ خواب و خیال

تمام شد

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ کلیات [illegible] نفس [illegible] تقی [illegible] مطبع [illegible] اعنی [illegible] احمد [illegible] جناب منشی نولکشور [illegible] طبع ہوا
صاحب مین اور صرف [illegible] قدردانی سے [illegible] شائقین [illegible] زیادہ ہوئے قیمت [illegible] اور صفت [illegible]

۶۴۵

یا مضمون ہا نظم بلیغ اب پھر دوبارہ بجلس انتظام کارپردازان مطبع ماہ [illegible] سنہ ۱۸۷۴ع مین مطابق ماہ محرم سنہ ۱۲۹۱ ہجری حلیہ طبع سے آراستہ ہوکر بنظارت بخشش دیدۂ مشتاقان ہوا
فقط